DUE DATE

. No. ______ Acc. No. ______

Late Fine Ordinary books 25 p. per day, Text Book Re. 1 per day. Over night book Re. 1 per day

عالمی اردو ادب

۹۸۹ء

مدیر

نند کشور وکرم

ترتیب

رونق نعیم، رئیس امروہوی ۱۵۹، ساقی فاروقی، سحر سعیدی ۱۶۰، شاہد ساگری، شاہد نقوی ۱۶۱، شمس الرحمٰن فاروقی، شوکت راز ۱۶۲، شہپر رسول، شہزاد احمد ۱۶۳، ظہیر فضل جعفری، صبا اکبر آبادی ۱۶۴، ضمیر جعفری ۱۶۵، طالب چکوالی، ظہیر صدیقی ۱۶۶، عارف عبدالمتین، عاشور کاظمی ۱۶۷، عبدالرحیم نشتر، عبدالعزیز خالد ۱۶۸، عرش صہبائی، عقیل صدیقی ۱۶۹، علی احمد جلیلی، علیم اللہ حالی ۱۷۰، غلام ربانی تاباں، فردوس گیاوی ۱۷۱، قتیل شفائی ۱۷۲، قیوم طاہر، کرشن ادیب ۱۷۳، محسن احسان، محمد خالد ۱۷۴، محمد علوی، محمد سعید الرحمٰن خان منشا ۱۷۵، مخمور سعیدی، مشیر جھنجھانوی ۱۷۶، مظفر حسین رزمی، مظہر امام ۱۷۷، ناصر زیدی ۱۷۸، نذیر قیصر، نعمان شوقی ۱۷۹، وقار ناصری، میر احمد سرور ۱۸۰۔

نظمیں ....

عدم تجربہ، رفاقتیں (احمد ندیم قاسمی) ۱۸۱، شہر آشوب (ادا جعفری) ۱۸۲، نیا گرا فال (اطہر راز) ۱۸۳۔ گئے وہ دن (اندر سروپ دت نادان) ۱۸۳، نور کی سرحدوں سے ادھر (بستر نواز) ۱۸۴، شاید (جگن ناتھ آزاد) کومل ۱۸۵، دھرم (پریم پال اشک) ۱۸۶، نظم (حمایت علی شاعر) ۱۸۷، آج کل موت میرے تعاقب میں ہے (رضی الدین رضی) ۱۸۸، یہی شعلہ یہی شبنم (رفعت صہدری) ۱۸۹، ہم اپنی رائے کیا نشر کریں پھر (رؤف خیر) ۱۹۰، بشارت (رئیس امروہوی) ۱۹۱، خواب اپنے ہی پاس رکھو (شجاعت علی راہی) ۱۹۲، یاد رفتگاں (ظفر مراد آبادی) ۱۹۳، تجربے اتر تی ہوئی ایک نظم (عباس تابش) ۱۹۳، عمر جہاں، آزاد (عبدالعزیز خالد) ۱۹۴، سفر ختم نہیں (علی جواد زیدی) ۱۹۵، دوست دنیا کا حساب (علی سردار جعفری) ۱۹۶، شکست خواب سے پہلے (غلام حسین ساجد) ۱۹۶، میری روح کا پرندہ (ف۔ س۔ اعجاز) ۱۹۷، اے خدا (محسن احسان) ۱۹۸، نئی انجیل (منیر خلک) ۱۹۹، کہاں گئی ہو روز (وزیر آغا) ۱۹۹۔

دوہے ....

دل کے دوہے (خواجہ دل محمد) ۲۰۰، دوہے (ندا فاضلی) ۲۰۳، دوہے

کنڈلیاں ....

ہائیکو ....

خماسی ....

ماہیے ....

بخطِ شاعر ....

مضامین ....

پیش لفظ

ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا کے متعدد ممالک بشمول امریکہ، کناڈا، برطانیہ، روس، کویت، متحدہ عرب امارات، سعودی عرب میں بھی بے شمار افراد اُردو زبان بولتے لکھتے اور پڑھتے ہیں۔ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری میں ہندوستان کے ۲۸۲۳۲۲۵۳ افراد نے اپنی گھریلو زبان اُردو لکھوائی تھی جب کہ اُردو بولنے لکھنے اور پڑھنے والوں کی تعداد اس سے کہیں بہت زیادہ ہے اسی طرح پاکستان میں بھی ۸۰ لاکھ افراد کی گھریلو زبان اُردو ہے۔ جب کہ تحقیق اُردو جاننے والوں کی تعداد تین کروڑ کے قریب ہے۔ اور ایک اندازے کے مطابق بنگلہ دیش میں بھی تقریباً ۱۵ لاکھ افراد کا تعلق اُردو سے ہے۔ اس طرح اس وقت مردم شماری کے مطابق اُردو بولنے والوں کی تعداد سات کروڑ کے قریب ہے لیکن ان اعداد و شمار پر پورا بھروسہ نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ ہندوستان کی مردم شماری میں گھریلو زبان اُردو لکھوانے والے زائد از تین کروڑ افراد کے علاوہ لاتعداد افراد اُردو لکھتے پڑھتے ہیں۔

مذکورہ بالا اعداد و شمار سے واضح ہو جاتا ہے کہ اُردو ایک مقبول عالم گیر زبان ہے اور اس کے جاننے والے ہر بڑے شہر میں پائے جاتے ہیں لیکن مقامِ افسوس ہے کہ اُردو کتابوں کی بکری کی صورت حال بڑی ناگفتہ بہ ہے۔

۱۔ پاکستان ایئر بک ۸۹-۱۹۸۸، مصنفہ رفیق اختر کے مطابق پاکستان کی موجودہ آبادی اندازاً دس کروڑ ۳۰ لاکھ ۸۲ ہزار ہے جن میں سے ۷.۶۰ فی صد کی گھریلو زبان اُردو ہے۔ [illegible] پاکستان کی سرکاری زبان اُردو ہے اور مذکورہ بالا ایئر بک کے مطابق پاکستان میں [illegible] (مدیر)

اردو کی کتابوں کا ایڈیشن صرف ایک ہزار سے ۔۔۔ سو جلدوں تک محدود ہے۔ عموماً کوئی بھی کتاب ایک ہزار سے زیادہ نہیں بک پاتی اور کئی بار تو اتنا ہونا بھی جلد ہی ممکن نہیں بلکہ مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر یہ لائبریریاں اور ادارے کتابیں خریدنا بند کردیں تو شاید حالت اور بھی بدتر ہو جائے۔

کیا کبھی آپ نے اس پر غور کیا ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے؟

یوں تو اردو کی کتابوں کی بکری نہ ہونے کے کئی کارن ہیں لیکن ان میں سے اہم وجہ یہ ہیں کہ اردو والے عموماً کوئی بھی کتاب خرید کر نہیں پڑھتے۔ ہندوستان میں اس وقت تقریباً سوا سو کے قریب ——— اردو کے شعبے ہیں ان کے علاوہ بھی کالجوں اور اسکولوں میں اردو کے اساتذہ ہیں لیکن نہ تو یہاں پڑھانے والے اپنی ہی ضرورت کے لئے کتابیں خریدتے ہیں اور نہ ہی طلبہ۔ کالج اور اسکول اپنی لائبریریوں کے لئے خریدتے ہیں۔ ہاں اردو کے اساتذہ یہ توقع ضرور رکھتے ہیں کہ ہر شائع ہونے والی کتاب ان کی خدمت میں پیش کی جائے تاکہ وہ اپنے ڈرائنگ روم کی الماری میں اسے سجا دیں تاکہ لوگوں پر ان کی علمیت کا رعب پڑ سکے ویسے وہ ان کتابوں میں سے اکثر کو پڑھنا تو درکنار ان کے ورق الٹ کر بھی نہیں دیکھتے اسی طرح اردو کے شعرا اور ادبا کو بھی مفت کتابوں کا ایک چسکا پڑا ہوا ہے کہ وہ کتابیں خریدنا تو کیا اس کے بارے میں کبھی سوچتے تک نہیں بلکہ یہ توقع کرتے ہیں کہ صاحب کتاب انہیں مفت کتاب پیش کرے۔ اور ہوتا بھی یہی ہے کہ کتاب چھپوانے کے بعد ادیب یا شاعر گھر گھر جاکر اپنی تسکین دل کی خاطر (کہ اس نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے) اپنی کتابیں دوستوں، نقادوں، محققوں، شاعروں اور ادیبوں کو تحفتاً پیش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس سے اسے بڑی شہرت حاصل ہوگی۔ بہرحال اس طرح زیادہ تر کتابیں ضائع کی جاتی ہیں۔

اسی طرح کتب فروشوں نے بھی اردو مارکیٹ کو خراب کر رکھا ہے۔ اول تو ان کے ہاں کتابیں بیچنے کا کوئی باقاعدہ سلسلہ نہیں کہ وہ زیادہ کتابیں بیچ سکیں۔ دوسرے وہ ناشرین جو کہ زیادہ تر ادیب اور شاعر خود ہوتے ہیں خریدی گئی کتابوں کے پیسے نہیں دیتے۔ اسی طرح لائبریریاں اور ادارے ان ہی کے سلسلے [illegible]

سے کتابیں خریدتے ہیں جس سے انہیں لائبریری کی مقررہ گرانٹ کے علاوہ ان
کی بھی کفالت حاصل ہوتی ہے اسی طرح اکادمیوں اور اداروں نے شعراء و ادبا
کو کتابوں کی مالی امداد دے کر کتابوں کی بکری کو نقصان پہنچایا ہے کیونکہ کتا
شاعر اور ادیب اسی رقم سے ہی کتاب چھاپ لیتا ہے اس لئے اس کی بکری
میں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر کتابوں کی بکری میں
اضافہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کسی پبلشر یا ڈسٹری بیوٹر ادیب اور شاعر یا مصنف
کی جانب سے کتاب پیش کرنے کا سلسلہ بند کیا جائے اور صرف تبصرہ و تنقید کی
غرض سے ہی کسی مدیر، تبصرہ نگار یا نقاد کو کتاب دی جائے اسی طرح ان ہی
کتب فروشوں کو کتابیں فروخت کے لئے دی جائیں جو ادائیگی میں باقاعدہ ہوں۔
نیز اکادمیوں اور اداروں کی طرف سے ادبا و شعراء کو کتاب کی اشاعت کے لئے
مالی امداد دینے کے بجائے کسی ریاست یا علاقے کی لائبریریوں کے لئے اتنی ہی رقم
کی کتابیں خریدی جائیں تاکہ ان کتابوں میں دلچسپی رکھنے والے لائبریریوں میں جا کر
ان سے مستفید ہو سکیں ورنہ ابھی تک تو کتابیں یا تو مفت بانٹی جاتی ہیں یا الماریوں میں پڑی
پڑی دیمک کی نذر ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اردو کتابوں کی تشہیر کا بھی خاطر خواہ
اہتمام کیا جائے۔ کیوں کہ بعض دفعہ قاری کو اہم کتابوں کی اشاعت کے بارے میں
اطلاع ہی نہیں مل پاتی نیز یہ ضروری ہے کہ اردو اداروں اور اکادمیوں کو چاہئے کہ
وہ گاہے گاہے اردو مرکزوں میں اردو کتابوں کے میلے کا اہتمام کریں تاکہ لوگوں
کو اردو میں شائع کتابوں کے بارے میں جانکاری مل سکے اور وہ اپنی پسند
کی کتابیں خرید سکیں۔

توقع ہے کہ ان اقدام سے اردو کتابوں کی بکری میں قابل قدر
اضافہ ہوگا۔

خدا کرے ہو کرم

بی۔ ۷ کرشن نگر
دہلی
۲۹ اگست ۱۹۸۹

اُردو منظر نامہ

یکم جنوری تا ۳۱ دسمبر ۱۹۸۸ء

۳ جنوری: مشہور ادیب اور صحافی مولانا عبدالواحد سندھی کی کراچی میں وفات

۸ جنوری: نامور افسانہ نگار اور ناول نویس صالحہ عابد حسین کی جامعہ نگر نئی دہلی میں رحلت۔

۱۰ جنوری: ممتاز ناول نگار جمیلہ ہاشمی کی لاہور میں دل کا دورہ پڑنے سے وفات

۱۵ جنوری: مقبول عام ماہنامہ بیسویں صدی دہلی کے بانی مدیر رام رکھا مل خوشتر گرامی کا دہلی میں انتقال۔

۱۸ جنوری: افسانہ نگار ستیش بترہ کی فرید آباد (ہریانہ) کے ہسپتال میں وفات

۲۰ جنوری: رمضان علی خان شاد لب ہاب بشکوی کا دل کا دورہ پڑنے سے بلرامپور ہسپتال لکھنؤ میں انتقال۔

۳۱ جنوری: پٹنہ میں سابق گورنر بہار جناب [illegible] نے دوسری عالمی اردو کانفرنس کے افتتاحی جلسہ میں صدارتی خطبہ پڑھا۔ یہ کانگریس ۲ فروری کو ختم ہوئی۔

۲۰ فروری: پختون رہنما اور اُردو شاعر خان غازی کابلی کی جو [illegible] عمر گزار چکے تھے، جے پرکاش نرائن ہسپتال نئی دہلی میں رحلت

۲۲ فروری: مشہور صحافی اور روزنامہ قومی آواز لکھنؤ کے مدیر جمیل مہدی کا نئی دہلی کے رام منوہر لوہیا ہسپتال میں انتقال

۲ مارچ: ابوظہبی میں ممتاز افسانہ نگار، شاعر اور فنون کے مدیر جناب احمد ندیم قاسمی کی ادبی زندگی کی نصف صدی کی تکمیل پر ایک ادب سوسائٹی کی طرف سے سیمینار اور مشاعرہ جس میں اختر [illegible]

تحسین شفائی، جمیل الدین عالی، حمایت علی شاعر، شہریار، [illegible]
قاسمی، ممتاز حسین، پریشان خٹک وغیرہ نے شرکت کی۔ یہ تقریب
۱۴ مارچ کو اختتام پذیر ہوئی۔

۱۴ مارچ : اُردو ہندی ادب اکادمی کے زیرِ اہتمام لکھنؤ میں فیض احمد فیض
بین الاقوامی سیمینار کا انعقاد جس میں ہندوستان کے مشاہیر کے
علاوہ پاکستان سے بیگم ایلس فیض، جمیل الدین عالی، کشور ناہید
لندن سے رالف رسل اور افتخار عارف نے سوویت یونین سے
ساچوف، عبداللہ خان خشاروف، ا۔ا سوروونا اور لوڈمیلا واسی
لیوا، سویڈن سے ولیدمیر اور رانا ولیدمیر نیز ڈنمارک سے [illegible]
نے شرکت کی۔ یہ سیمینار ۱۷ مارچ کو ختم ہوا۔
انجمن ترقی اُردو (ہند) کے زیرِ اہتمام اُردو گھر نئی دہلی میں [illegible] روزہ
اُردو کانفرنس کا انعقاد جس کا افتتاح ہند کے وزیرِ اطلاعات و
نشریات شری ایچ کے ایل بھگت نے کیا۔

۱۹ مارچ : شاعر نواب دہلوی (پیدائش ۱۹۱۳ء) کی دہلی میں وفات۔
مرحوم سائل دہلوی اور بیخود دہلوی سے اصلاح لیا کرتے تھے [illegible]
جانے کے بعد آرزو لکھنوی کے حلقۂ شاگردی میں شامل ہوگئے۔
۱۹۵۷ء میں [illegible] (نعتوں اور اصلاحی نظموں کا مجموعہ) اور
۱۹۸۳ء میں غزلوں کا مجموعہ [illegible] شائع ہوا۔

۱۳ اپریل : وزیرِ اعظم شری راجیو گاندھی نے نئی دہلی میں [illegible]
اُردو اخبارات کے مدیران کو مدعو کرکے ان سے اُردو زبان،
اس کی تعلیم اور اُردو پریس کے مسائل پر گفت و شنید کی۔

۱۹ اپریل : [illegible] کے اُردو شاعر [illegible] کی وفات۔
مرحوم [illegible]
[illegible]

[illegible] : [illegible] کا [illegible] میں انتقال۔

۱۵ر اپریل : ترقی اردو بیورو کی کمیٹی برائے اردو بورڈ اور انجمن ترقی اردو ہند کی میٹنگ وزارت تعلیم کے دفتر میں اتر پردیش کے وزیر تعلیم اور ترقی اردو بورڈ کے وائس چیئرمین کی صدارت میں ہوئی جس میں کئی ... اداروں کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔ بعد ازاں یہ وفد وزیر اطلاعات و نشریات شری ایل کے ایڈوانی سے ملا۔

۱۶ر اپریل : اردو روزنامہ انقلاب بمبئی کے جوائنٹ ایڈیٹر سعید انصاری کی حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات۔

۲ر مئی : خورجہ کے مشہور شاعر عبدالعزیز حضرت خورجوی (پیدائش ۱۹۰۲ء، خورجہ ضلع بلند شہر اتر پردیش) کی رحلت

۱۱ر مئی : اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ شری ویر بہادر سنگھ نے گومتی نگر لکھنؤ میں اتر پردیش اردو اکادمی کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا اور عمارت کے لئے ایک کروڑ روپیہ دینے کا اعلان کیا۔

۱۸ر مئی : محقق دانشور اور مفسر قرآن علامہ سید علی نقی عرف نقن صاحب کا لکھنؤ میں انتقال۔ انہوں نے لاتعداد کتابیں لکھیں جن میں شہید انسانیت، اسلام کی ... زندگی، تفسیر قرآن اور مجاہد کربلا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۴ر جون : مشہور ادیب اور نقاد مجنوں گورکھپوری کی کراچی میں وفات حسرت آیات۔

۱۵ر جون : روزنامہ سالار بنگلور اور ہفت روزہ کاروان، بنگلور کے مدیر اور مجاہد آزادی ... ایم اسمٰعیل کی بنگلور میں رحلت۔

۱۸ر جون : انسانی وسائل کے فروغ کے وزیر شری نرسمہا راؤ کی خدمت میں اردو مطالبات کے سلسلے میں ایک میمورنڈم پیش کیا گیا۔

۲۹ر جون : مشہور ادیب اور صحافی وقار انبالوی کا ... برس کی عمر میں اپنے گاؤں ... میں انتقال۔
پاکستان کے معروف شاعر اقبال ساجد کی وفات

شاعر اور نثر نگار حضرت عبد القیوم کی حیدرآباد میں رحلت۔

۱۸ جولائی: اتر پردیش کے مشہور شاعر مرزا اشتیاق بیگ فنا انبہوری کا طویل علالت کے بعد تقریباً ۶۵ برس کی عمر میں انبہور میں وفات۔

۲۰ جولائی: سید برکات احمد کی نئی دہلی میں رحلت۔ مرحوم اردو اور [illegible] انگریزی اسلوب کا تعارف، رسول اکرم اور حجاز، وغیرہ کی کتابوں کے مصنف تھے اور [illegible] اور مالی میں ہند کے سفیر تھے۔

——: نوجوان شاعر قیصر اقبال کا انتقال۔

۳ اگست: مشہور شاعر عمیق حنفی کی لگ بھگ ۶۰ برس کی عمر میں اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے نئی دہلی میں وفات۔

۱۶ اگست: ملیح آباد کے کہنہ مشق اور مشہور نعت گو مرزا احمد علی بیگ حیرت ملیح آبادی کا مختصر علالت کے بعد تقریباً ۷۰ سال کی عمر میں انتقال۔

۱۷ اگست: شاعر اور صحافی ابراہیم ہوش کی کلکتہ میں رحلت۔

۲۱ ستمبر: ہندوپاک کے معروف شاعر رئیس امروہوی کو کسی نامعلوم شخص نے کراچی میں گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

——: پربھات شنکر سروش کی لکھنؤ میں وفات۔

۵ اکتوبر: مشہور شاعر اور ادیب اختر انصاری کی طویل علالت کے بعد علی گڑھ میں رحلت۔

۸ اکتوبر: عبد الرحمن خان نشتر کی بریلی میں وفات۔ مرحوم اتر پردیش کے شہر کانپور سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ ریاستی کانگریس (آئی) اور قومی یکجہتی کمیٹی کے نائب صدر تھے۔ وہ کچھ عرصہ ریاستی وزیر بھی رہے۔

۱۳ اکتوبر: مشہور صحافی اور مجاہد آزادی مولانا اسعد صابری کا طویل علالت کے بعد دہلی میں انتقال۔

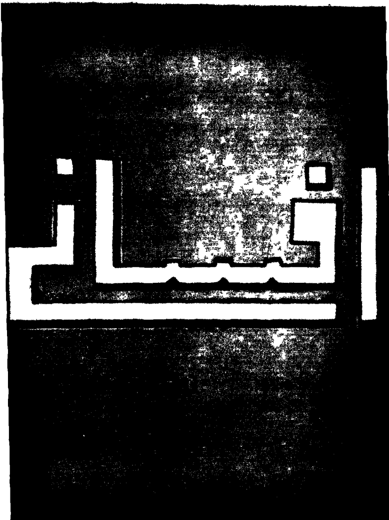
۱۶ اکتوبر: خواص علی خان خواص نظامی کی دل کا دورہ پڑنے سے دہلی میں وفات۔

۱۸ نومبر: ماہر تعلیم سید حسن کی پٹنہ میں وفات۔

۲۲ نومبر: شاعر، مصنف اور سابق آئی اے ایس افسر سید اطہر حسین کی تقریباً ۸۷ برس کی عمر میں فیض آباد (یوپی) میں قلبی عارضہ سے رحلت۔

۲۴ دسمبر — بزرگ شاعر عقیل بھوپالی کا نئی دہلی میں انتقال۔

۱۹۸۸ء میں: صدیق سالک (مزاح نگار، ناول نویس) اقبال ساجد (جدید غزل گو) کلب علی خاں فائق (محقق) احمد سعید (افسانہ نگار، ناول نویس) آغا مسعود رضا خاکی (شاعر اور نقاد) حسن عبیدی (شاعر) دلاور کمال (انگریزی کے شاعر اور اردو کے مترجم) سلیم جہانگیر (شاعر اور نقاد) میر مٹھا خان (اردو اور بلوچی کی ایک درجن کتابوں کے مصنف) غلام محمد ہاشمی (شاعر اور سیاسی کارکن) خلیل آتش (اقبال کے کلام کے پنجابی مترجم اور شاعر) غلام رسول طارق، فضل حسن، اللہ داد حسن اعرانی (شاعر) ظہور عالم شہید، ڈاکٹر جہانگیر خان (ماہر تعلیم اور محقق) [illegible] گورداسپوری وغیرہ۔ متعدد شاعروں ادیبوں اور نقادوں کی وفات ہوئی۔


انسان

احمد داؤد

زندگی نامہ

جب زندگی میں یکسانیت آ جاتی ہے
تو وہ ختم ہو جاتی ہے۔

[illegible]

کہ جہاں ہم بیٹھے تھے وہاں سے چند قدم پرے دور ایک گول میز کے گرد رکھی ہوئی [illegible] کرسیوں میں سے ایک پر [illegible]۔ جس کی موجودگی کا احساس [illegible]

[illegible]

یوسف کے [illegible] جب میں ہوٹل میں داخل ہوا [illegible] وہاں موجود تھا۔

[illegible]

ہم [illegible] کو دیکھنے کے بجائے ایک دوسرے کو [illegible]۔

— جب ہم گفتگو کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ تو مر جاتے ہیں!

[illegible]

[illegible]

نہیں کر سکے گی۔ میرا خیال ہے عشق بہت کمینہ [illegible]
یوسف بولا۔ کون ہے جس کو عشق کا تجربہ ہے؟
"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔
"جس چیز کا تجربہ نہ ہو اس کے بارے میں کیا بات کی جائے؟"
"میں کچھ نہیں۔"
"عشق [illegible] زندگی [illegible] [illegible] ہے [illegible] [illegible] کر [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] اور تجربہ [illegible] [illegible] تعلق [illegible] تجربہ [illegible]
[illegible] بیٹھے ہوئے ہی تنہا عشق بہت کرنے [illegible] [illegible]
[illegible] معلوم ہو جائے گی۔"
"تو آؤ پانی کے بارے میں بات کرتے ہیں۔"
"ہاں — یہ ٹھیک ہے۔ [illegible] [illegible]" [illegible] زندگی کا اہم [illegible] ہے [illegible] [illegible]
زندہ نہیں رہ سکتے۔ پانی بند کرنے والا [illegible] جس کو پانی بند کیا جاتا ہے — [illegible]
[illegible] ہے — آکسیجن اور ہائیڈروجن کے [illegible] سے بنتا ہے — جہاں پانی کی [illegible]
وہاں آکسیجن اور ہائیڈروجن — [illegible] کی کمی ہے [illegible] [illegible] اتنی سی بات ہم کو
[illegible] ہیں — [illegible] [illegible] کر — یہ [illegible] [illegible] سے [illegible] تھی"
یوسف نے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہوا۔
"ہاں — [illegible] بات [illegible] ہے — میں نے [illegible] [illegible] [illegible] سے [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہے — [illegible] بہت [illegible] احساس
کے کمال کی ہے۔"
"[illegible] کی [illegible] نہیں ہوا۔"
"[illegible] سال [illegible] [illegible] استعمال کرتے ہوتے [illegible] [illegible] [illegible] کر بند کرتے [illegible]
کیا — [illegible] [illegible] میں بھی ایسی چیز مل جاتی ہے۔"
"[illegible] ایک بہت [illegible]"
"کیا؟"
"محبت [illegible] میں نہیں مل سکتی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] ہے — مگر [illegible] [illegible] [illegible] بازار میں۔"
"فرسٹ [illegible] کہاں ہوتی ہے؟"
"کہیں نہیں [illegible] — سب [illegible] اور چیزوں کی طرح — محبت بھی — [illegible] — [illegible]
ہے — [illegible] کر [illegible] [illegible] کر [illegible] [illegible] ڈالر — [illegible] [illegible] کر [illegible] [illegible] ہے —
"[illegible] نہیں ہے" نہیں ہوا

اس پیالے کا ٹکٹ ہے۔ میرا خیال ہے تم کو علم ہو گیا ہے۔ کیا اس نے تم کو اس کے بارے میں کچھ بتایا؟

میں نے محسوس کیا کہ یوسف کے سامنے کی اس نے ایک جھنجھلاہٹ میں احساس دلا کر کے چیز پر اشارہ کے بالا در ہو گئی۔

میں بیٹھے، وہ محسوس کے بارے میں بہت باتیں کر سکتا ہوں اس پیالے کی جو میں کام کرتا تھا۔ وہاں گرما گرم تیار ہوتی تھی لیکن — میں چاہتا ہوں — وہ اس موضوع پر بولنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں — ہاں — کیا چاہتے ہو۔ کوئی اور بات کرو — تم ایک کام کرو گے یوسف نے تصویر کو پیچھے سے دیکھنے والے انداز میں کہا۔

"کیا؟

یہ جو دیوار پر تصویر ہے — وہ ننگی ہو کر — یہ جس پر مذہب اور سیاست کے بارے میں گفتگو نہ کرنے کی ہدایت لکھی ہے۔

بس — سب کو اشارہ کرو — سب سے پیچھے میں دوں گا — تم سے اشارہ کرو گے۔"

تصویر اس کو چیلنج قبول کر کے تم دیوار کے پاس گیا اور گھڑی اشارہ کر کے جلدی سے واپس آ کر اپنی جگہ بیٹھ گیا۔

میرا اس وقت چہرہ اتر گیا۔ میں نے چاہا میں [illegible] یوسف نے پیالیوں میں چائے ڈال اور ملیں پیتے ہوئے کہا

"بس اتنی سی بات تھی — میں اشارہ کر آیا ہوں گھڑی۔"

"کہاں اشارہ کیا ہے — وہ تو ویسا ہی ہے — یوسف نے کہا تصویر نے گھڑی کی طرف اشارہ کر دیکھا اور مشتعل ہو گیا۔

گھڑی کی دوسری طرف بھی وہی ہدایت لکھی تھی۔

"د... د... د... لیکن میں تو اسے اشارہ کر آیا تھا"

"ان جیسے کی دونوں سائیڈ ایک جیسی ہوتی ہیں۔" یوسف نے مسکراتے ہوئے چائے کا پیالہ اٹھایا۔ چسکی کی سرسراہٹ ابھری تو [illegible]

"باتیں کرو مگر جو ضرورت ہے ہماری مجبوری ہے لیکن کس چیز کے بارے میں باتیں کی جائیں۔ یہاں سے ہم سے تو پہلے بات ہو چکی ہے۔"

"تو چند لوگ باتیں کریں۔"

یہ تو سمجھ ہوتے میں اس سے [illegible]
منت کر کے [illegible]
[illegible] سے ہم کیا بات کر سکتے ہیں۔
لیکن وہ ہم [illegible] کے بارے میں باتیں کر کے [illegible]

وہ کہہ رہے تھے بات کرنے والے ہم مذہب اور سیاست سے کچھ بچ سکتے ہیں کیونکہ
فورسز نے کبھی ان لوگوں کی طرح ہو رہے ہیں جو کہ عرف عام میں مذہب پرست ہیں ان پر تو
بہت کرتے ہیں۔

• ٹھیک ہے — پہلے وہ — اس موضوع پر — مجھے ایک کپ ادھر کر دو —
چائے کا کپ اٹھا لے۔

• ہاں — ہم چلیں کچھ مسئلہ بات کر سکتے ہیں؟

• ٹھیک ہے ایک خوبصورت موضوع ہے — لیکن یار — اس پر بات ہو سکتی ہے
لیکن یہ ایک مسئلہ ہے جو بچ گیا۔

کیا! یہ سننے والا تھا۔

— یہ خوف کی بات — ٹھیک — میرا مطلب تو فرض کر لو ہو میرا خیال ہے یہ موضوع
بہت ٹھیک نہیں — ہم کہیں ممنوعہ علاقوں میں نہ گھس جائیں۔

— ٹھیک ہے یہ — ذرا غور کرو چاہے ہم اسے چاہیں — چپ چاپ — چلے گئے کیسے …
جو کچھ پہلے گئے — … انداز تو نکلے گی — کیوں نہ ہم … کی بات کریں؟

• … — بہت کمال کی فرم ہے — … ہے۔
وہ مشہور ہے … اور … کمال کی ہے — ویسے اس
پر موضوع —

• موضوع پر بات نہ کرو — صرف ٹیکنیکل پہلو سامنے رکھو۔
• ٹیکنیکل بہت اچھی فرم ہے اور پتا چلتا ہے کہ ٹیکنیکل … لوگوں کی فرم ہے۔
یہ … لوگ کون ہیں؟

• … لوگ … ہوتے ہیں اور ان کو دنیا پر حکومت کرنے کے لیے پیدا کیا جاتا ہے —

— میرا خیال ہے — یہاں خدا کا نام آگیا ہے ہم مذہب کے دائرے میں بحث نہ
کرنے لگ جائیں۔

دونوں چپ چاپ پیالیاں سامنے رکھے میز کی سطح پر گرے چھینٹے دیکھ رہے تھے
میں نے … کر منہ میں چھپکلی نما … زبان … سے
چپک کر بیٹھ گئے — میں یہ چاہتا کہ میں ان سے شہر کے ریلوے پھاٹک پر ہونے والے
حادثے کے بارے میں باتیں کروں لیکن — یہ سوچ کر چپ رہا کہ اس حادثے کی ذمہ داری
ان لوگوں پر آتی ہے جن کے تعزیتی بیانات اخبارات کے پہلے صفحہ پر شائع ہوتے تھے
پھر خیال آیا کہ ہیرو رسول اور اسلام کی شہرت پر بات کرکے ہم نہ صرف اپنا وقت اچھا کاٹ
سکتے ہیں بلکہ … کے … لوگوں میں بھی … کر سکتے ہیں لیکن یہ سوچ کر
چپ ہو گیا کہ اس موضوع پر گفتگو کرتے وقت کئی متنازعہ شخصیات کا نام لینا پڑے گا — میں

[illegible] کے چند دستے ان میں پیوست کیے اور سوچا کہ کہیں نہ ہم گملوں کے مس [illegible]
[illegible] لگے ہیں اڑ گئے ہیں۔

وہ دونوں جیسے چہرے پا اہم کی شکنوں سے میرے منہ کی بات جھاڑ گئے ــــ بیسے۔

"لیکن یہ دم اور ان کی زبان اسیکھے ہیں"

"شاید کی زبان ــــ ہیں جو ــــ وہ گملوں میں پھولوں کی زبان ــــ"

"ہاں ــــ یوسف بولا ــــ لیکن اس زبان کا اظہار کر۔"

"لیکن ــ پرندوں کس نے ملنگا ــ بے شک ہے ــ بولا۔"

یوسف نے سگریٹ کی ٹپ کھول کر لمبی سانس لی اور کہا۔

"پرندوں کی زبان نہیں لیکن کس چیز کے بارے میں بات کریں۔ کوئی نئی بات زندگی میں ہے ہی نہیں۔ وہی چند کی چادری ــ منافقت عیاری ــ صبح شام کے کھٹ ــ جو کبھی نئے کام ہوتے تھے ہیں، وہی چیزیں انسانوں کی بنائی ہوئی چیز ہے ــ کیا ہم انسانوں کے بارے میں بات نہیں کر سکتے ــ یہ کیا زیادہ ہم ہو گئے ہیں۔ انسانوں کے بارے میں بات کرنا کتنا دلچسپ ہے ــ سب دیکھ لیں ــ میں چند انسانوں کو اس گند خانے ــ اس سے کی یکسانیت اور ــ اس سے کا خاتمہ اور زندگی کو زہر ما رکھتا ہوں ان کو قتل کرنا ختم کرنا ــ میرے بس میں نہیں ــ لیکن ان کی روح ہر وقت یکسانیت اور بھیانک ــ پھر اعتماد ہے ــ ہم تو خادم ہیں ــ جن کی باتیں ــ سر چاہیں ــ خوابیدہ ــ خواہیدہ ــ وہ دوسرے ملک ــ چند لوگ ــ قابل ہیں ــ لیکن ــ ایک بات ہے ــ جو ان کے ہمیں میں ہے۔"

"کیا بات ہے وہ ــــ ہم دونوں بے ساختہ بول اٹھے۔ موت"

"ہاں ــــ موت ان کے بس میں نہیں ــــ جب ہم باتیں کرنا ختم کر دیتے ہیں۔ ہمارے خیال بھی جو جاتے ہیں تو ہم ــ مرنے لگتے ہیں ــــ صرف موت اس یکسانیت اور خواہش کا تجربہ ہے ــــ موت وہ چیز ہے جو انسان کی بنائی ہوئی نہیں ــــ زندگی کی اس پہلی کا حل موت ہے ــــ میرے خیال میں مرنے کے بعد ــ ہمارے سوالوں کا پتا چلتا ہے اور چند لوگ ــــ صرف چند لوگ ــــ ہمارے خوابوں کے مالک ہیں جو گے۔"

"مگر یہ کیا بات ہے ــ ؟"

"میرا خیال ہے کہ یہ [illegible] ہے۔ موت کا اچھا [illegible] ہے ــــ زندگی سے [illegible] وہ لوگ زندگی سے [illegible] ہیں ــ ہم نے یہ نہیں ــ کہ بعض لوگ ــــ [illegible] ــــ [illegible] ــــ موت کا انتخاب کرتے ہیں۔ زندگی کی [illegible] کر [illegible] ــــ وہ ایک نئی زندگی کا [illegible] کرتے ہیں۔ [illegible] یکسانیت نہیں ہوتی ــ [illegible] ــ [illegible] ہے ــ [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کوشش [illegible]

[illegible]

[illegible] مسلمان کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

کتاب نما، نئی دہلی، اگست ۸۱



آر اے طارق

صحرا میں اذان

[illegible]

[illegible]

"آپ وہ بلا کیا ہے" کس نے پوچھا

یہ ہر کسی اچھے حسن سے پیار کرتے ہیں: ایک نے کہا۔

"آخر وہ حور سے کم تو نہیں" ایک زبان سے نکلے جملے ہیں۔

[illegible]

خالی پنجرہ

انتظار حسین

اس بعد ہم نے پنجرے دو تین [illegible]
[illegible] کو بہت یاد کیا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
اپنے آپ کو [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ادھر [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] اٹھے میں [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
"آپ سے [illegible]"
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
ہے اور اب کیا [illegible]
کی بار ایک دوست شہر میں رہ گیا ہے
اس سے [illegible]
ہے۔ اس [illegible] کوئی وجہ، کوئی [illegible]
کوئی نہیں۔ [illegible]
[illegible] ایک وقت میں اتنا
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] امان اللہ کی [illegible]
ہے۔ وہاں کتنی گفتگو ہوئی؟
ہم لوگ [illegible] کے بعد [illegible]
امان اللہ [illegible] تو [illegible]
امان اللہ [illegible] کوئی آدمی [illegible]
[illegible]۔ جب [illegible]
[illegible] کہ [illegible]
[illegible] تھا۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]
آمد [illegible] اور [illegible] کے مطابق [illegible]
استاد آیا [illegible] اور [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] تھے۔ [illegible]
[illegible]
[illegible] کہاں [illegible] گیا۔ [illegible]
[illegible]
[illegible] کوئی [illegible] نہیں تھا۔
• [illegible]
[illegible] تھا۔ [illegible]
[illegible]
• [illegible] ملاقات [illegible]
[illegible]؟
• [illegible]؟
• اور [illegible]؟
[illegible]
[illegible]
• [illegible]
[illegible]

[illegible] کہ [illegible]
[illegible] ہے [illegible]
جس نے امان اللہ کی اعانت کی۔
• یار رفیق نے [illegible]
[illegible] تھا۔ [illegible]؟
• [illegible] کے [illegible]
[illegible] امان اللہ نے
[illegible]۔
• اور [illegible] وہ کہاں گیا؟
• [illegible] چلا گیا۔ اور [illegible]
[illegible]؟
ظاہر ہے ایک [illegible]
معلوم ہے کہ [illegible]
[illegible]
[illegible]
امان اللہ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
اس وقت [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

بچی: یا رسول اللہ [illegible]
۰ اولیا! [illegible]

اولیا!
[illegible] اولیا
۰ اچھا! ..... تب؟
۰ تم کس [illegible] کیا بات ہے؟
[illegible]

[illegible]

اس کی ترتیب اس کی [illegible]

[illegible] اور [illegible]
[illegible] پڑتا تھا
[illegible] آیا تھا

۰ یا [illegible]

[illegible]

[illegible] ہو گیا۔
اس کی ایک [illegible]
[illegible]
[illegible] اس کی وجہ سے اپنے [illegible]
چال چلن بگڑا۔ جب اس پر [illegible]
[illegible] اس پر بہت [illegible]

بس ان [illegible]
تھا [illegible]
ان گھروں میں اس [illegible] اور
ہمارے [illegible] کی [illegible]
جا ملا؟

۰ یا [illegible] تھا: [illegible]
ہمارے [illegible]
[illegible]
[illegible]
پھر بہت مشکل سے [illegible] تھا۔

[illegible] مجھے ایک دن کی بات یاد ہے
[illegible] اللہ [illegible]
[illegible]

[illegible] اس روز [illegible]
[illegible]
[illegible] یا رسول اللہ [illegible]

[illegible] کی تصویر [illegible]
سانس بھرا اور چپ ہو گیا۔
اماں [illegible] اداس ہو گیا [illegible]
تو ہم کو چھوڑ گئے تھے۔ اور طوفانی [illegible] اداس
کی تصویر [illegible]
[illegible]
[illegible] اب اس کی بالکل [illegible]
[illegible] کے بعد [illegible]
[illegible] اپنے [illegible] کے دم
[illegible]
[illegible] ہوتی
ہے۔ [illegible] مر رہ
دکھائی دیتا ہے۔ میں نے کہا "اماں اللہ [illegible]
[illegible] ایک نیا طوفان [illegible]
[illegible] اور اس [illegible] کو آباد کرو۔"

اماں اللہ نے [illegible] "نہیں"
"کیوں؟"
• کوئی دوسرا طوفان [illegible] نہیں
آ سکتا۔
"• پھر اس کبوتر کو آزاد کر کے [illegible]
[illegible]

• [illegible] کہ [illegible]
[illegible] ہوا۔
"کیوں؟"
• یار میں نے بتایا تا کہ [illegible] کے
اور وہ [illegible] بہت [illegible]
کیا [illegible] کے ساتھ وہ
بھی چلا گیا [illegible]

[illegible] آ جاتے ہیں۔
میں نے کہا: "کبوتر چھوڑنے سے
[illegible] ہے۔ مگر [illegible]
پھر [illegible] آ جاتا ہے۔ مگر
[illegible] تو پھر واپس آتا [illegible]

اماں اللہ نے [illegible] سے
دیکھا، بولا: "تم ٹھیک کہتے ہو۔ [illegible]
[illegible] سکتا ہوں اور [illegible]
کا [illegible] کر جاتا ہے....."

[illegible] اور چپ تھا
[illegible] سے [illegible] تھا
تھا..... ☆☆☆☆☆☆☆☆

[illegible]



نورخان

عمارت

اس عمارت میں میں چیک بھنانے کے لئے گیا تھا۔ چیک ڈاک سے آیا تھا۔ کس نے بھیجا تھا پتہ نہیں کس کے خط اس پہلو سے؟ میں اس شخص سے واقف نہ تھا۔ چیک کسی بڑی رقم کا تھا۔ ذہن میں بہت سارے خیال آئے ــــ کہیں یہ مذاق تو نہیں۔ غلطی سے تو نہیں بھیجا لیکن اگر واقعی کسی نے بھیجا ہے تو مجھے بھلا کوئی چیک کیوں بھیجے گا۔ اس چیک کے ملنے کا مطلب تھا میرے سارے دلدر دور ہو جائے۔ میں اور میرے بچے ہمیشہ کے لئے تنگ و تاریک مکان اور اس تنگ گلیوں کے جال سے نکل آتے۔ خوش نما، آرام دہ، کشادہ مکان اور صاف ستھرے ماحول میں رہنے کا لطف! زندگی کی کایا پلٹیں!

اگلے روز ٹھیک وقت پر میں اس پتے پر پہنچ گیا جہاں پہنچنے کی اس چیک سے منسلک خط میں ہدایت کی گئی تھی۔ یہ علاقہ ابھی نیا نیا آباد ہوا تھا۔ چند سال قبل سمندر کا کنارہ پاٹ کر بنایا گیا تھا۔ ہر سمت اونچی اونچی مستطیل نما اور دائرہ نما عمارتوں کا ایک گھنا جال سا بچھا ہوا تھا۔ سڑکوں کے دونوں طرف لمبے لمبے خوبصورت ہوٹل تھے۔ جہاں کمپنیوں، بڑے بڑے صنعت کاروں، اخباروں کے دفاتر تھے۔ اسکول اور کمرشل رہائش کی عمارتیں تھیں۔ اس عمارت کو ڈھونڈنے میں البتہ کچھ دقت نہ ہوئی۔ وہ عمارت تمام بلڈنگوں کے درمیان دور سے ہی نظر آ رہی تھی۔ باہر کھڑے ہو کر میں نے اس عمارت کو دیکھا۔ عمارت کا اوپری حصہ بادلوں نے گھیر رکھا تھا۔ بادل چھٹے تو عمارت بھی سرکتی ہوئی محسوس ہوئی اور سر چکرانے لگا۔ لگ بھگ سو سیمنٹ کا کنکریٹ کی چالیس منزلہ عمارت۔ گویا کسی دیو سا خیال بجا کر کہیں یہ میرا وہم تو نہیں۔ چیک نے میرے اندر خدا جانے کیا ہیجان پیدا کر دیا تھا۔ میں نے جیب سے چیک نکالا پکڑ کر رکھا اور چابک بار پڑھا اور ایک تذبذب کے ساتھ تقریباً دوڑتے ہوئے اس عمارت میں داخل ہو گیا۔ اندر کافی بھیڑ تھی۔ پانچ لفٹیں تھیں اور ہر لفٹ کے باہر دس پندرہ

[illegible] تھا۔ اور اس [illegible]
[illegible]
[illegible] ایک [illegible] ہوگا۔ میں نے سوچا۔
[illegible] ایک [illegible] اس میں ایک [illegible]
[illegible] ایک [illegible] آدمی جس کے [illegible] بال سفید [illegible] تھا۔ اس
کا چہرہ [illegible] سفید [illegible] کے [illegible] تھے۔ [illegible] سفید
[illegible] ایک [illegible] کے ساتھ اس نے [illegible]
[illegible] ہاتھ میں تھما دیا۔ میں [illegible]
[illegible] پاس [illegible]

اب [illegible] یاد نہیں۔ شاید [illegible] تھا۔ [illegible] تیزی سے [illegible]
[illegible] تقسیم کر رہا تھا کہ باہر سے
شور [illegible] بلند ہوئیں اور [illegible] چل گئیں۔ [illegible] آنسو گیس [illegible]
کو [illegible] کر دیا۔

کمرے میں موجود تمام لوگ باہر [illegible] ان کے ساتھ میں بھی باہر آ گیا۔ [illegible]
[illegible] تھا۔ [illegible]
تمام [illegible] تھا۔ کوئی [illegible] تھا۔ کوئی ادھر بھاگ رہا تھا۔
میں نے [illegible] کی کوشش کی۔ [illegible]
[illegible]
[illegible] پتہ نہیں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ہوا تھا کہ بار میں نے اترنے کی کوشش کی مگر پھر خود ہی حشر ہوا۔ بلکہ ایک بار تو میں چلا بھی نہیں
دوڑ لیا چاہتا۔ ہر شخص بدحواس تھا۔ خدایا کہاں جانے آواز حلق سے نہ نکلتی تھی۔ میری طرح
اور لوگ بھی پھنسے ہوئے تھے۔ کئی جنھیں میں اترتے ہوئے دیکھ چکا تھا بعد میں زینے چڑھتے نظر
آئے۔ بڑی مشکل سے ایک منزل پر پہنچ کر بیٹھ جانے کا موقع نصیب ہوا۔ کپڑوں کی دھول گرد بھی
جھاڑی نہیں جاتی تھی اور پسینے سے چپچپا رہے تھے۔ میں نے اندازہ لگایا۔ اب میں ساتویں
منزل پر تھا۔ کچھ دیر سانسیں درست کرنے کے بعد ایک بار پھر قسمت آزمائی کے لئے میں زینے کی
طرف بڑھا ہی تھا کہ اچانک عمارت کی ساری بتیاں گل ہو گئیں اور اندھیرا چھا گیا — سب
طرف کھلبلی مچ گئی۔ ایک لمحہ کو تو ساری عمارت میں سناٹا چھا گیا۔ مگر دوسرے لمحے مشکلات کا
ہنگامہ بپا ہوا۔ بولنے والوں کی دھجیاں بکھر گئیں۔ کوئی دب گیا تھا۔ کوئی کچل گیا تھا۔ کچھ دیر بعد
شمع جلا تو میں نے اندھیرے میں اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ سیڑھیوں پر چڑھنے اترنے والوں
کی تعداد میں یقیناً کمی ہوئی تھی۔ موقع غنیمت جان کر میں سیڑھیوں پر آیا اور تیزی سے زینے اترنے
لگا۔ کئی لوگوں سے ٹکرایا۔ کسی کو دھکیلا — کسی نے دھکا دیا۔ کہیں پیر پھسلا۔ کسی نے گالیاں بھی دیں مگر
میں بارہویں منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا — یہ منزل بھی میں پار کر لیتا مگر تب ہی روشنی
آگئی اور لوگوں نے چین کی سانس لی۔ نعرۂ مسرت کے ساتھ وہ ایک بار پھر زینوں پر پل پڑے۔
پھر سب پہلے سا ہو گیا اور لوگوں کا جوش و خروش بھی — اوپر چڑھنے والے ٹھیلتے ہوئے کہ مجھے
ایک زینہ نیچے دھکیل دیا۔ اگر میں پوری طاقت سے خود کو نہ سنبھالتا تو بری طرح کچل جاتا۔

اب پھر وہی جدوجہد تھی اور میں — کپڑے تار تار ہو چکے تھے — شکلیں پہچانی نہ
جاتی تھیں۔ مگر اور چارہ بھی کیا تھا؟ بڑی دیر بعد میں اس بھیڑ سے الگ ہوا تو یہ جان کر بے حد
خوشی ہوئی کہ اب میں ساتویں منزل پر تھا — بس سات منزلیں اور سانسیں بحال ہوئے
میں پھر اترنے کی طرف بڑھا۔ ابھی میں ایک سیڑھی اتر نہ پایا تھا کہ ایک بار پھر روشنیاں
گل ہو گئیں اور وہی گفتار کا سلسلہ شروع ہو گیا — میں وہیں سیڑھیوں پر کھڑا رہا — دیر
تک جدوجہد۔ اب میری قوت جواب دینے لگی تھی — پیر بری طرح درد کر رہے تھے اور رگ
رگ میں دکھن سرایت کر گئی تھی۔ میں وہیں زینے پر بیٹھ گیا۔ اس اندھیرے میں بیٹھے ہوئے ایسا
لگا جیسے میں صدیوں سے یہیں ہوں اور ہمیشہ یہیں رہوں گا۔ یہ اونچی عمارت اندھیرا یہ سیڑھیاں
اس سے مجھے کبھی نجات ملنے کی نہیں۔ نہ جانے وہ کون سا لمحہ تھا جب وہ چیک مجھے ملا ہو

سے اس شب خون لے میں مجھے لگا کہ بہر حال مجھے تو یہاں آنا ہی تھا۔ وہ ان جانی قوت جس نے مجھے چپکے بجوایا اسے معلوم تھا کہ میں اور یہ اتنے سارے لوگ یہاں آئیں گے اور اس عمارت کا لقمہ بنیں گے — کوئی ہم سے اس طرح کھیل رہا ہے جس طرح بلی چوہے کے ساتھ کھیلتی ہے — لیکن اس نے یہی طریقہ کیوں منتخب کیا۔ اذیت کے اور بھی تو طریقے ہیں — اس عمارت میں، اس طرح اندھیرے میں، سیڑھیوں پہ — پتہ نہیں کن لوگوں نے یہ اونچی عمارتیں بنائیں! ان اونچی عمارتوں کی آخر ضرورت ہی کیا تھی جب یہ عمارتیں نہ تھیں کیا لوگ خوش نہ تھے۔ پتہ نہیں یہ عمارت واقعی ہے بھی یا نہیں۔ اس اندھیرے میں یہاں بیٹھے بیٹھے ابھی سب کچھ خواب سا معلوم ہوتا ہے — ایک بھیانک خواب۔ ابھی میری آنکھ کھلے گی اور میں اپنے آرام دہ بستر پر ہوں گا۔ باہر اجالا ہوگا — اور دھوپ — دریچے سے نیلا آسمان نظر آئے گا — نیلا آسمان! شہر میں کس قدر فضول چیز معلوم ہوتا ہے جیسے قدرت نے خواہ مخواہ ہی سروں پر ٹانک رکھا ہے — میرا دل بری طرح آسمان دیکھنے کو چاہنے لگا۔

گھٹنوں میں سر دیے نہ جانے میں کب تک اسی طرح پڑا رہتا مگر تبھی بتیاں جلیں۔ اب لوگ تھک چکے تھے۔ شور بھی کم تھا — میں بھی اٹھا کیونکہ پھر سے دباؤ شروع ہو گیا تھا اور دھیمے دھیمے سیڑھیاں طے کرنے لگا — نیچے، اوپر — اوپر نیچے۔ زینے، پرچھائیاں، اندھیرا، روشنیاں، شور، ہنگامہ — نیچے — اوپر — اوپر، نیچے — اب جسم میں طاقت نہ تھی اور ذہن قریب قریب ماؤف ہو چلا تھا۔ مگر تب ہی ایک عجیب بات ہوئی۔

میں نے دیکھا کہ میں بالکل نچلی سیڑھی پر ہوں — دروازہ سامنے ہے — اور کھلا ہے — اجالے کا ایک چوکور ٹکڑا راہداری سے ہو کر زینے کے قریب فرش تک پہنچ رہا ہے — نہیں یہ کیسے ممکن ہے۔ سراب — میں اب بھی اسی پوزیشن میں ہوں — میں نے آنکھیں بند کر لیں اور وہیں بیٹھ گیا — ایک بار وہی اندھیرا تھا اور شور — چیخ پکار کی آوازیں — مجھے ڈھارس ہوئی۔ کچھ دیر تک میں یہ آوازیں سنتا رہا — پھر آنکھیں کھولیں — دھوپ کا چوکور ٹکڑا پھر میری آنکھوں کے سامنے ناچنے لگا — میں نے ایک بار پھر کھلے دروازے کو دیکھا — باہر اکا دکا آدمی گزرتا نظر آ رہا تھا — کبھی کوئی موٹر گزرتی نظر آ جاتی — تو کیا واقعی میں آزاد ہوں؟ اور یہ ڈراؤنی عمارت! میں نے پھر سیڑھیوں سے ابھرتی آوازوں کو سنا۔ آوازیں مجھے پیچھے کھینچتی تھیں — چند قدم اور میں باہر جا سکتا ہوں — مگر یہ چند قدم! یہ عمارت

کسی دیو نما مقناطیس کی طرح مجھے دبوچے ہوئے تھی۔ پیر شل ہو کر سن ہو چکے تھے۔ کسی معمول کی طرح میں اٹھا اور واپس سیڑھیوں کی طرف بڑھا مگر تب ہی میری نظر فرش کے اس حصے پر پڑی جہاں جالے سے چمک رہا تھا — باہر نیلا آسمان پھیلا ہوگا — میں نے سوچا — نیلا آسمان ابھرا دل خوشی سے بھر گیا۔ کیا واقعی باہر نیلا آسمان پھیلا ہوگا یا یہ بھی میرا واہمہ ہے — میں یہاں سیڑھیوں پر اکیلا کیوں ہوں — میرے ساتھ کوئی اور کیوں نہیں یہاں تک آیا — شاید آیا ہوگا لیکن واپس چلا گیا ہوگا — کیوں — اس لئے کہ اس کے دل میں نیلا آسمان دیکھنے کی خواہش نہ ہوگی۔ وہ باہر آنے سے خوف زدہ ہوگا۔ اس عمارت نے، شور نے، اندھیرے نے، اس کے پیروں میں زنجیریں ڈال دی ہوں گی — لیکن میں نیلا آسمان دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں دھیمے دھیمے دروازے کی طرف بڑھا — دروازہ کھلا تھا اور آہستہ آہستہ چلتا میں اس عمارت سے باہر آ گیا۔

واقعی دور تک نیلا آسمان پھیلا ہوا تھا — اس نے ایک گہری سانس لی اور پھیپھڑوں کو ہوا سے بھر لیا — باہر کس قدر سکون تھا۔ زندگی معمول پر تھی — لوگ حسب معمول جی رہے تھے۔ دن و حیات بخش اجالا ہر شے کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھا۔ کچھ لوگ اس اونچی عمارت کے باہر کھڑے عمارت سے برآمد ہوتی چیخوں، کراہوں کو سن رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر اس قدر شور کیوں برپا ہے۔

میں بھی حیرت سے اس عمارت کو دیکھنے لگا۔ ☐

(ادب لطیف لاہور سالنامہ ۱۹۸۸ء)



گم شدہ باپ

انور قمر

ہم تمام بہن بھائیوں کا مشترکہ فیصلہ تھا کہ وہ
ہمارا باپ نہیں ہے۔ تو پھر کون ہے؟ ہمارا ایک سوال تھا
اور ہم حقیقت سے واقف تھے۔ کہ ہم سب بچے وہ بچارے
گھر میں باپ جیسی حیثیت سے رہ رہا تھا۔ چارپائی پر
کرسی پر سو جاتی تھی۔ [illegible] بھی اس کے لیے
میں تھے [illegible] کے وقت [illegible]
میں [illegible] رہتا۔ ہم [illegible] جو ہمارے
نقش ملا کرتا۔ پھر اچانک [illegible]
کے [illegible] کے سپرد کر دینے ہوتے تھے۔ جو اس سے
بڑی محبت [illegible] جیب خرچ کے لیے دیا کرتا
تھا۔ گھر کا تمام خرچ وہ خود ہی چلاتا۔ ہمیں گھر کے کام
کاج میں دخل دینے کا کوئی اختیار نہ تھا۔ [illegible]
تنے داری اس نے اپنے سر لے رکھی تھی۔

لیکن وہ کیا بات تھی کہ جس نے ہمارے دل
میں شک کے کانٹے [illegible] تھے کہ [illegible]
[illegible] خوش گوار باتیں
[illegible] ہمارا باپ نہیں ہے ہمارا باپ
نہیں ہے [illegible] ایک سوال تھا اور ہم
حقیقت سے واقف تھے۔

[illegible] سال کے
[illegible] کوئی بھی شخص [illegible] باپ
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ساتھ ہی [illegible] بچے کے لیے وہ سہارا جس
لگایا کرتا تھا۔ جب کہ اس کے پیچھے میں نشانہ کام [illegible]
اعتماد کا ذریعہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے کوئی بھی شخص اس کا [illegible]
انتخاب کر سکتا تھا۔ ہمارا بھی چن لیا تھا۔ ایک پُراسرار شخص
ہم سے باپ کا مرتبہ حاصل کر بیٹھا تھا۔

سال بھر پہلے کی بات ہے کہ ہم نے اپنے [illegible]
کے طور سے اپنے باپ کو شہر کے سب سے بڑے
اسپتال میں داخل کیا تھا۔ ستر برس کے [illegible] کو اس
[illegible] شہر میں جو بھی طبیب [illegible] ہو سکتے تھے
خوش قسمتی سے کسی ایک سے بھی [illegible] تھا۔ جو تھا
وہی پتا کہ ہمارا باپ [illegible] کوئی [illegible] (BRON-
CHITIS) کا شکار تھا۔

نومبر کے مہینے میں اس شہر میں [illegible]
[illegible]۔ ہمارا باپ [illegible]
[illegible]۔ [illegible]
[illegible] کے [illegible]۔ [illegible]
[illegible] کوئی [illegible]
[illegible]
[illegible] کے قالب میں ڈھل گیا تھا۔

اسپتال میں [illegible] مرض
[illegible]۔ [illegible]
[illegible]۔ [illegible]
[illegible] گم ہو گئے تھے
[illegible]

گزر چکا تھا۔ چہرے سے ادھیڑ عمر کی معلوم ہوتی [illegible]
کہ ایک بستر جس پر ہم کھڑے تھے خالی تھا۔ پھر
اس کے قریب ایک بستر پر بیٹھا ہوا تھا!
ایک نوجوان جس پر جو مریض تھا اور مریض کے
ہاتھ میں انہوں نے اپنی انگلی رکھی تھی۔
ہم نے اس نرس سے پوچھا:

• مسز! یہ کون صاحب ہیں جو بیمار ہے
ایک بستر پر پڑے ہیں؟

• یہ نمبر کے جس بستر کو کون ہیں ان کا نام…
اس شخص کی بیماری کیسی ہے یہ ہم نے پوچھا۔

• عمر ——— بہت زیادہ کیا ہے؟

• وہ ——— وہ ——— جنرل وارڈ میں
موجود ہیں:

• جنرل وارڈ ——— ! یہ کیا کہہ رہی ہیں

• جی ہاں

• جی ہاں ٹھیک کہہ رہی ہوں وہ جنرل وارڈ
میں ہیں۔ نمبر کے شخص پر اصرار پر ہم نے انہیں یہاں
سے منتقل کیا ہے۔

یہ کہتے ہوئے اس نے [illegible] کو بلا کر [illegible]
اور سب ڈاکٹروں سے جانے کی اجازت لی:

• آپ کے والد کو ڈاکٹر [illegible] اور
دیگر اطلاعات کی تفصیل معلوم کرتے تھے تو کو
کہا ڈاکٹر [illegible] جس منتقلی پر ہم وہاں انہیں ایسی
[illegible] ضرورت نہیں۔ حق [illegible] انہیں
[illegible]
اس نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ ان کا جنرل وارڈ
میں منتقل ہونے کا اصرار [illegible] انہوں نے ہسپتال

کیا ہے ——— کر دینے پر [illegible] کی طرف انہیں
اسی لیے جنرل وارڈ میں منتقل کر دیا گیا تاکہ
کی نظر بچا کر ہسپتال سے فرار ہو جائیں گے۔

اس بات کو ماننے اور تسلیم کرنے سے قاصر
تھے کیونکہ ابا جی صحت مند شخص، محنت کش، مخلص،
سوری، حق گو، [illegible] پر یقین رکھنے والے تھے۔ اس کے
برعکس ہم نے آپ کو پرائیویٹ روم سے جنرل وارڈ میں
منتقل کروانے میں کیا مصلحت تھی؟ ہم اس مصلحت
سے نا واقف تھے۔

جنرل وارڈ کے داخلی دروازے پر پہنچ کر ہم
ٹھٹک گئے۔ وارڈ میں بیسیوں مریض ہسپتال کا یونیفارم
پہنے ہوئے تقریباً یکساں گاؤن میں بستر پر بیٹھے ہوئے
تھے۔ چند اپنی پشت تکیے سے ٹکائے نیم دراز تھے۔
اکثر اپنے ملاقاتیوں سے باتوں میں مشغول تھے۔
ایک وارڈ بوائے دوائیوں کی ٹرالی لیے ہوئے وہاں
سے گزر رہا تھا۔ ہم نے اُسے روکا، پھر اسے اپنے باپ
کا نام بتا کر معلوم کیا کہ کیا وہ ہماری رہنمائی اس تک
کر سکتا ہے۔

وارڈ بوائے نے وارڈ کے آخری سرے پر
ایک میز کے پیچھے بیٹھی ہوئی نرس کی جانب اشارہ
کیا، پھر ہمیں اُس نرس سے رجوع کرنے کا مشورہ
دے کر چلا گیا۔

پل بھر کے لیے ہمیں محسوس ہوا کہ ہم نے اپنے
باپ کو اس مجمع میں کھو دیا ہے۔

کیا یہ محض اندیشہ تھا؟ کیا حقیقت اس کے
برعکس تھی؟

یا شدید یا مختصر چل کر ہم نرس کے پاس پہنچے

گئے۔ جب ہم نے اپنے باپ کی تمام تفصیلیں اسے بتائیں تو اس نے رجسٹر چیک کر کے ہماری تشویش دور کی کہ ہمارا باپ اسی وارڈ میں ہے اور وہ اس سے واقف ہے۔ پھر وہ ہمارا مدد بخوشی کرتی ہوئی وارڈ کے اندر لے گئی ہم بھی اس کے ہمراہ بیڈ تک گئے۔ اس بیڈ پر ہم نے اپنے باپ کو لیٹا ہوا پایا۔ اس کے نتھنوں سے آکسیجن ماسک لگا ہوا تھا اور کلائی میں گلوکوز کی سوئی لگی ہوئی تھی۔

اپنے باپ کو اس عالم نیم بالا میں دیکھ کر ہم مضطرب ہو اٹھے۔

• سسٹر! یہ کیا؟ کل تک تو یہ بھلے چنگے تھے ڈاکٹر آج انھیں ڈسچارج کرنے والے تھے؟

نرس نے بتایا۔

• دوپہر میں جوں ہی یہ اس وارڈ میں منتقل ہوئے تو ان ہی اچانک صحت کا توازن بگڑ گیا۔ ان پر کپکپی سی ایسا دورہ پڑا کہ یہ جان کنی کے عالم میں مبتلا ہو گئے۔ میں نے ریذیڈنٹ ڈاکٹر Resident Doctor، کو فوراً طلب کیا۔ وہ دوڑے دوڑے آئے" ان کی مکمل جانچ کی، دو انجکشن لگائے ایک دو دوائیاں بدلیں۔ ہم انھیں کی ہدایت پر آپ کے ابا کو آکسیجن اور گلوکوز دے رہے ہیں۔

ہمارے باپ کی آنکھیں بند تھیں اس کے ہونٹ یوں ہل رہے تھے گویا وہ ہم سے کچھ کہنا چاہتا ہو۔ ہم نے اپنا اپنا کان اس کے قریب کر دیے۔ چند جملے منتشر اس کے منہ سے ضرور نکلے۔ لیکن ہم ان کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رہے۔ [illegible] کہ شاید وہ [illegible] باتیں دہرائے۔ ہم اس کے سرہانے [illegible] بیٹھے رہے [illegible] ہمارے باپ نے دو ایک بار آنکھیں کھولیں [illegible] اپنے بیٹوں کو جنبش دی لیکن نیم بیہوشی کے عالم میں

چڑھا دیا۔ جب ملاقات کا وقت ختم ہوا تب ہم تمام بہن بھائی گھر کو روانہ ہو گئے۔

آج ہم تمام واقعات پر از سر نو غور کرتے ہیں تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ گھر سے اسپتال پہنچتے پہنچتے یا اسپتال کے پرائیویٹ روم میں قیام کے دوران ہمارے باپ کی جگہ اس کے ہمزاد نے سنبھال لی تھی۔

اس شام گھر پہنچ کر ہم تمام بہن بھائی اسی نکتے پر تبادلہ خیال کرنے لگے کہ ہمارا باپ کیوں جنرل وارڈ میں منتقل ہوا۔ جانے کیوں اس کی حرکات و سکنات سے ہمیں اجنبیت کا پراسرار احساس ہونے لگا تھا، آخر اس کی کیا وجہ ہے۔

دو روز بعد ڈاکٹر نے ہمارے باپ کو اسپتال سے ڈسچارج (Discharged) کر دیا۔ ہم اسے گھر لے آئے۔

آئندہ دس دنوں میں ہم تمام بہن بھائیوں اور گھر کے دیگر افراد نے باپ کے عادات و اطوار میں حیرت انگیز تبدیلی دیکھی۔ باپ کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق آ چکا تھا۔ [illegible] شخص اب گوشہ نشین ہو چکا تھا۔ وہ [illegible] اپنے کمرے میں [illegible] رہتا۔ کسی خصوصی حاجت ہی کے تحت باہر آتا۔ [illegible] اپنے کمرے میں [illegible] منع کر دیا تھا۔ اس دوران [illegible] سب [illegible] [illegible] ہم [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]۔

ہم اکثر سوچا کرتے کہ بچی بڑی ہو کر اس کے متعلق سوال
کرے تو ہم اسے کیا بتائیں گے کہ جب ہم نے اسے اپنایا تو اس
کی حقیقت میں اس کی شخصیت کیسے دیکھی جائے گی ہم
دل میں کوئی ایسی نسبت نہیں بات کرنے
کی ہم ہمت نہیں رکھتے تھے کہ بتائیں کہ وہ
ہماری حقیقی بیٹی نہیں ہے۔ وہ صرف ہمیں اپنی جیسی ہی نظر
آتی ہے۔ ایک سچ ہمیں بھی معلوم تھا اور ہم حقیقت سے
واقف تھے۔

ایک دن ہم بچی کو ڈاکٹر کے پاس لے گئے تاکہ ہم
اس کا بلڈ ٹیسٹ (Blood Test) کروا سکیں
اور معلوم کر سکیں کہ اس کا بلڈ گروپ کیا ہے اور ہمارے
ساتھ اس کا بلڈ گروپ میچ کرتا ہے یا نہیں۔ بلڈ سیمپل
(Blood Sample) لینے کے بعد ہم نے
بلڈ کاؤنٹ (Blood Count) کی رپورٹ کا انتظار کیا
رپورٹ دیکھ کر پتا چلا کہ بچی کا خون بہت پتلا ہے، ہم نے
ڈاکٹر سے کہا کہ وہ اس کا علاج کرنے کی کوشش کرے
لیکن ڈاکٹر نے کہا کہ ابھی ہم اس کا دوبارہ ٹیسٹ کروائیں
گے اور اس کے ساتھ کچھ اور ٹیسٹ کرنے ضروری ہیں۔
چنانچہ دوبارہ بلڈ سیمپل (Blood Sample) دیئے گئے
اور انتظار کیا گیا:

"تمہاری بچی کو [illegible] ہے" نرس نے میری بیوی
سے کہا۔ گویا کسی چیز کے جلنے سے میری بیوی بے حس ہو گئی
کہ کوشش کرنے پر بھی اب بولنے کی ہمت نہیں رہی
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اس کی اصلیت کا پتا لگانے سے ہم اس بچی کو
ملنے والے پیار، اصلیت کھو دینے کے ڈر سے ہم
ہمیں بچانے والے اس کے ہاتھ پاؤں جکڑ دیئے۔ جب
ہی ڈاکٹر نے سرنج اس کی رگ میں گھسائی اس کے شریر
میں تشنج سا پیدا ہو گیا۔ پھر اس نے ایک گہری سسکی لی
اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

اگلے روز بچے کے ٹیسٹ نے رپورٹ پیش
کر دی۔ ہمارے ماں باپ کا بلڈ گروپ او پازیٹو
(O+ve) تھا اس کا بھی وہی نکلا۔ ڈاکٹر نے ہمیں بتایا
کہ یہ بڑا کامن بلڈ گروپ ہے۔ اکثر لوگوں کا یہی
بلڈ گروپ ہوتا ہے۔ کسی کی پیدائشی اصلیت جاننے
کا یہ کوئی جینوئن (Genuine) ٹیسٹ نہیں ہے
ہمیں اپنی اسکیم کی ناکامی کا بے حد افسوس ہوا۔

دن بیتتے چلے گئے۔ لیکن ہم بہن بھائی اس کے
متعلق اپنے شکوک دلوں سے رفع نہ کر سکے۔ کوئی گھڑی
ایسی گزری ہوگی کہ اس نشتر کی چبھن ہم اپنے جگر میں محسوس
نہ کرتے ہوں۔ ہم ہر روز یہی سوچا کرتے کہ وہ بچی کے
حقیقی ماں باپ نہیں ہیں ـــــ تو پھر کون ہے؟ یہ
ایک راز تھا اور ہم حقیقت سے ناواقف تھے

ذہن پر مسلسل تناؤ رہنے کی وجہ سے اس
کے تعلق سے ہمارے رویے میں ہلکی سی جھجک سی آگئی ایسی
بے رخی کہ جیسے ہر ذی ہوش محسوس کر سکتا تھا
تو بچی کیوں نہ محسوس کرتی۔ ہم اپنی جھنجلاہٹ اور
ناخوشی کے اظہار کو ذہن سے محو نہ کر سکے۔ بلکہ
بعض وقت بلا کسی معقول وجہ کے اپنے غصے
کو جذبات بنا لیا کرتے تھے۔ اس سے [illegible]
اسے ہم اپنا بچہ درشت اور اونچی آواز میں ڈانٹا کرتے
تھے۔

بہرحال جب وہ یہاں آئے تو ایک دور کا گزر چکا تھا۔ اس کی تکمیل پر فخر کر اس کی قابلیت اپنے پیشے میں [illegible] DENTIST ۱۹۲۷ میں [illegible] کی ڈگری حاصل کر لی جانے کے بعد ہمارے باپ نے اسے [illegible] سے [illegible] بیشتر چند دنوں کی مہمان تھی۔ ہمارے بھائی کا کہنا تھا کہ وہ سالہا سال اپنے تصویروں کو اکٹھا کر کے دانتوں کے سانچے (فرما) بنانے میں لگے رہتے۔ [illegible] سال دو سال تک انھیں محفوظ رکھے رہے۔

دو سال کے بعد ہم نے اپنا [illegible] واقف کرایا۔ تو وقت تمام ہو چکا تھا [illegible] پر واضح تھا۔ اول تو ایسے [illegible] اور [illegible] ان اور [illegible] ہیں ہے ہمارے باپ کی بیشتر [illegible] ناممکن تھا۔ دوم یہ کہ رات کے لئے ہمارے گھر اگر بیشتر کی جانچ کرنی تھی۔ [illegible] بعد اس نے تجویز پیش کی [illegible] کہ [illegible] کے بعد اس نے ہمارے باپ کو بیشتر کا ساتھ [illegible] ہے۔ [illegible]

اس نے ہمارے بیٹے کے لئے ایک پروگرام بنایا [illegible] کا عادی تھا۔

اس کے بعد [illegible] کہ ہم جلد ان کے پیچھے اُس کے گھر [illegible] وہ سب [illegible] تھا۔ انھوں کے سر پر سے ایک [illegible] پیار کر [illegible] کی وجہ [illegible] اس کے [illegible]

تو [illegible] بیشتر ہمارے باپ کے ساتھ [illegible]

[illegible] ہے [illegible] انھوں نے ہمیشہ [illegible] ہے پہنچا جہاں وہ۔

"کہتے ہیں کہ ڈر جاتا ہے کبھی کبھی کوئی غلط نظر نہیں آتا۔ یہ بات [illegible] سامنے پر تیار ہو گئی ہے جس طرح [illegible] آپ کے باپ کا ہے "[illegible] بیشتر [illegible] آپ کے باپ کا ہی کا ہے۔"

وہ [illegible] کے ہونے کے بعد ہم تمام [illegible] میں ہو گئی باغ میں آ کر بیٹھ گئے کچھ دیر کے بعد چائے آ گئی سب نے چسکیاں لے لے کر چائے پی۔ کوئی کچھ نہ بولا۔ میں نے محسوس کیا کہ [illegible] کوئی [illegible] سا نظر آ رہا ہے [illegible] اور [illegible] ہے اس نے [illegible] اپنے احساسات کا اظہار کر دیا۔

"آپ سب کو کوئی غم کھائے جا رہا ہے۔"

"غم ـــــ ایسا غم ـــــ ؟ ہمیں کوئی غم نہیں!"

وہ [illegible] بولے۔

میں نے کہا: "[illegible] کہ آپ ہر نظر [illegible] کسی قسم کا کوئی غم نہیں۔ لیکن وہ کون [illegible] ہے [illegible] سب [illegible] میں [illegible] کہا!

"[illegible]"

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہوئیں [illegible] اس کے باوجود ہم اس
کے [illegible] روشنی میں
[illegible] کے تعلق
سے [illegible] معلوم کرتے [illegible] چاہتے ہیں
[illegible] اپنے [illegible] کی بابت
[illegible] اس سلسلے میں
اس نے [illegible] اس نے
[illegible] کی شادی ہوئی۔ اس نے ہمیں
[illegible] پیدائش مقام
[illegible] مدرسہ اسکول اور کالج کی تفصیل اس
سے معلوم کرے گا۔ پھر [illegible] سے کر آخری
[illegible] کے متعلق اس سے سوال پوچھے گا۔ اس کے
مشاغل معلوم کرے گا۔ ہمارے دوست کو یقین تھا
کہ کسی [illegible] حقیقت خود بخود اُبھر کر
ہمارے سامنے چلی آئے گی۔

ہمارا [illegible] اس انٹرویو کے [illegible] نہ تھا
[illegible] ہمارے [illegible]
دوست سے چند منٹ گفتگو کی۔ اس نے اپنی زندگی
کے بارے میں سب کچھ ہی بتایا کہ جس کا علم ہم پہلے
[illegible] البتہ [illegible] گفتگو وہ
[illegible]
[illegible]
واقع ہوا ہے

اس نے بتایا کہ اسکول میں [illegible] کے طور

پہننے کے لیے [illegible] Canvas کے جوتے
مشکل سے نصیب ہوتے تھے [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کرسکتا ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

• [illegible]

[illegible]

[illegible]

• [illegible]

انھوں نے فرمایا۔

• [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بعد فرمایا۔

• [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

پھر [illegible]

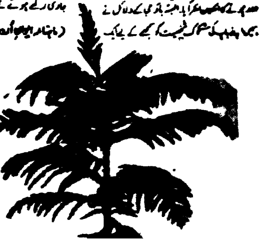
• اس یقین سے ہم نے دو [illegible] ہو گئے تب
[illegible]
[illegible] دیتا؟
[illegible] یہاں کو کب [illegible]
[illegible] ایک طرح کی خاندانی
[illegible] بڑے [illegible] سے ترک کیا
[illegible] بہت نرم سے
بہت نرم [illegible] ہو چکے ہیں۔ [illegible]
[illegible] سے [illegible] اور
[illegible] آدمی کو اس
[illegible] ہو چکے ہیں گے
بلکہ [illegible] ہیں گے جز کی میں
جگہ [illegible] ہے گیا۔

[illegible] اس کی
[illegible]
[illegible] نے
[illegible] کے کہ [illegible]

نیا تماشہ شروع ہو گیا۔ جب کہ ہم [illegible] کا [illegible] ہو گیا ہو
کر اس دیکھنے نے شخص کی جانب سے [illegible] یا
آزور کے جینے کا اندیشہ نہیں ہے۔ [illegible] خصوصی
طور پر اس سے بے تعلقی [illegible] بہت سبب
تھے۔ لیکن وہ قطعی طور پر ہم سے دور کوئی تعلق
رکھتا تھا۔ [illegible] ____ اس نے اپنی تمام
کائنات [illegible] کی [illegible] جسم کے
باہر اس کی [illegible] ایک بے حسی ساختہ تھا۔

رفتہ رفتہ ہم اس کے عادی ہو گئے۔ ہمارے
رویے بھی [illegible] ہیں۔ ہم اس [illegible]
بھی [illegible] ہوتے تھے اور دوسرے درشت و حقارت
آمیز الفاظ سے مخاطب کرتے [illegible] کی ایک
پتلی سی چادر ہم نے اپنے اور اس کے درمیان ضرور
تان دی تھی۔ اس کے علاوہ اس کی حرکات و سکنات
کو اپنے [illegible] کی [illegible] پر جانچنے کا مشغلہ ہم برابر
جاری رکھے ہوئے تھے۔ ○

(ماہنامہ [illegible] دہلی نومبر ۱۹۸۸)



انتم پاٹھ

جوگندر پال

موٹر سائیکل رک گئے ہی پرکاش اتر چکا تھا [illegible]
[illegible] ہو پائے تھے کہ ایک دم اچھل کر بھاگ کھڑی ہوئی۔
[illegible]
دیکھ لو۔
[illegible]

آوازیں [illegible]
کیا ہوا ہے!
[illegible]

[illegible]

[illegible] کی شکل دھیرے دھیرے [illegible] وقت
جب [illegible] اس کی [illegible] تصویر ہی رہ گئی۔ وہ اپنے [illegible]
سے کچھ [illegible] ایک ایک [illegible] بیان
سے اس کی ساری [illegible] ایک نئی تصویر ہی ابھر آئی۔

"تو اسے [illegible] اتنی باتیں [illegible] سن کے سمجھ [illegible] کوئی
سمجھ [illegible] چکی ہے۔"

"جینی کی [illegible] بگڑا ہوا [illegible] اس کا رنگ [illegible]
جب [illegible] اس کی [illegible] ایک عجیب [illegible] تھی۔ جو عورت
[illegible] ویسی ہی [illegible] تھی۔

[illegible] ہر عورت اپنی ماں ہی [illegible] معلوم
ہونے لگی [illegible] اپنی بیوی سے [illegible] ہوئے بھی لگی
[illegible] جیسے اپنی [illegible] کوئی
[illegible] پر بیٹا [illegible] رکھ [illegible] ہوئے ہو۔
[illegible] رسی پر [illegible] جا رہی تھی کہ
[illegible] ساتھی کو [illegible] اور کوئی
[illegible] سے [illegible] پوچھنے لگا [illegible]

"ہاں ـــ ہاں ـــ ہاں!"
"مگر کیا سی! [illegible] کون رو رہا ہے؟"
"پھر کوئی [illegible] بھی رو رہا ہو گا؟"
"[illegible] ہنس رہا تھا۔"
"[illegible] خیال [illegible] تیری [illegible]
[illegible] ہے؟"

جب [illegible] کر [illegible] پوچھا [illegible]
[illegible] ہے [illegible]
[illegible] تھا۔
[illegible]

[illegible] کی [illegible] اس کی [illegible] جب [illegible] چلی
گئی ہو اسے [illegible] تبھی گیا میری [illegible] چلی گئی ہے
وہ اپنی [illegible] ساتھی [illegible] بنانے لگا
"[illegible] جاپ [illegible] جلیبیاں بھی [illegible] رکھا ہے؟"
"کوئی [illegible] رکھا [illegible] جلیبیاں اور [illegible]"
سنتے ذرا رک گیا کہ اپنے ساتھی کو کس طرح سمجھائے اور پھر
اس نے پوچھا [illegible] بتاؤ کیا ہم اپنی مرضی سے گھر سے
چلے نکل پڑے ہیں؟

"تو پھر کیا آدمی ایسی [illegible] سمجھا اسے بتانے لگا۔
اپنے لئے کسی کام [illegible] سنتی بات [illegible] جلاد [illegible]
کر لو گے آپ [illegible] پھانسی چڑھے گا۔"

"ہاں بیٹا، اپنے لئے ہی کبھی [illegible]
کے [illegible] ٹال جاتا ہے؟" پریشان سا
ہو کر حسب عادت وہ اپنی داڑھی کھجانے لگا اور گویا
اپنے آپ کو سمجھانے کے لئے پھر یہ اضافہ کیا کہ اپنی گن کا
کہنا کرتے ہوئے مجھے تو معلوم ہوتا ہے میری اپنی کوئی
خواہش نہیں، بلکہ میری گن کی خواہش ہی میری خواہش
بن گئی ہو۔

"تیرے [illegible] سلامت رہیں۔ [illegible] نے خوش ہو کر کہا۔
[illegible] سرخرو کر دیتا ہے۔ [illegible] کچھ احساس
[illegible] مارنا ایسی ہی [illegible] والی۔"

مگر اسے سن کر [illegible] اپنی [illegible] کا اظہار کیا کہ
اگر ہماری بندوقوں نے ہمارے ہی [illegible] کی طرف [illegible]
پھیر لیں تو ـــ تو ـــ

"اسے کس طرح ہو سکتا ہے [illegible] نے [illegible] کر
[illegible] کی رفتار [illegible] تیز [illegible] تو پھر [illegible]

تھا۔"

[illegible]

طرف تاریک درختوں کی شاخوں میں سوئے

پرندے اپنے پروں [illegible] لگے۔

قہقہہ لگا کر [illegible]

[illegible]

"اسنگھ [illegible]

اسنگھ چور حرام کھور

اسنگھ مر کر جا جور

اسنگھ گل [illegible] جتیا کھو —

مستیا [illegible]

[illegible]

[illegible] گیا۔

اسنگھ پاپی پاپ کر جاو

اسنگھ کنڈیار [illegible]

اسنگھ [illegible] جھکو کہاو

اسنگھ [illegible] برکی بجار

[illegible] ذیچ پار

[illegible] جادا یک وار

[illegible] سائیں [illegible] کار

سدا سلامت [illegible] —"

"ست نام سری واہگورو!"

"جتیا! سچا بادشاہ [illegible] بخش دے گا۔"

"پر اس کیتا کی اے مستیا؟"

[illegible]

[illegible] بادشاہ

[illegible]

بادشاہ تو جانتا ہے کہ [illegible] ادمی نہیں — کوئی

بھی جانتا ہے بادشاہ [illegible] بخش دے — تیری بخشش

بے حساب ہے — وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر سر کو جھکا رہا تھا۔

[illegible] اور تیز کر دی اور [illegible]

[illegible] گا۔"

"نہیں مستیا [illegible] کی کتاب [illegible] مانگوں گا۔"

[illegible]

[illegible] لیا جائے تو

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

"سنتیا! — اے سنتیا! —"

"ہاں — ں!"

"پھر سنو نہیں: بتا چلو گا [illegible]

کیسا ہی؟"

[illegible]

"[illegible] سنتیا: وہ [illegible] ہے اس سے [illegible]

[illegible]

[illegible]

روک کے کہیں [illegible] ہی؟"

[illegible]

"اے رضیا۔"

"ہاں سنتیا!"

"پھر کیا ہوا!"

[illegible]

"اچھا!"

[illegible]

"اچھا!" [illegible]

کئی ہوگی!

[illegible]

"ہے ہے بابو! —

ان دونوں کو [illegible] اس طرح حل ہوتے دیکھ
دونوں [illegible] ایک ہی [illegible] جانی ہو۔

• [illegible] لگ رہے
ہیں؟ [illegible]
والے [illegible]
پکڑ [illegible] جان جانو!
نہ کر سکتے بھول جاؤ گے۔

دونوں اور زور سے ہنس ہنس کر چاچی کو
بتانے لگے کہیں جانا ہی نہیں پھر راستے کیسے بھول گئے۔
• [illegible] بتا بیٹھے اچھا
اور [illegible]
یہاں؟ [illegible] جواب سے بیزار سے بھی
[illegible] اور [illegible] اصل
[illegible] آتا ہے۔

ان کے [illegible]
[illegible]
[illegible] گئے۔

• بیٹیا [illegible]
[illegible]
ڈال کر [illegible]
بھی [illegible] گیا۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] سب [illegible]
سر [illegible]
اکال! [illegible]
[illegible]
[illegible] کوئی بھی نہیں [illegible]
[illegible]
آنکھیں بند کرلیں اور [illegible]
• [illegible]
[illegible]

• نہیں بیٹیا! ذرا غور کرو ___ !
• اوئے! [illegible]
مگر [illegible]
[illegible]

[illegible] ___
[illegible]
[illegible] •

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

• اوئے [illegible] !
• [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

"یہ بھی ہے ۔۔۔"

[illegible]

"سنیا بس اب وہ سنتیا! ۔۔۔"

"ہاں ۔۔۔ سن ۔۔۔!"

"سنو تم ایک ۔۔۔ کون ہیں؟"

[illegible]

"بنتیا!" [illegible]

[illegible] جا رہا ہے؟"

[illegible]

اسے یہ [illegible] کی الجھن پر حق بجانب تھی کہ اسے نمبردار کو
ستانا کیوں ضروری ہے؟ "نہیں بنتیا [illegible]"
مگر تھوڑی دیر بعد [illegible] کہ تیزی سے کہا "ہاں"
وہی نہیں [illegible] ساتھ [illegible] چند سفر [illegible]
[illegible] جلدی کیا [illegible] کہ اس نے اپنے
[illegible] موٹر سائیکل [illegible] ہاتھ میں
[illegible]۔ "وہ [illegible] ڈھا [illegible] دم — سم — سم!"
[illegible] دیکھتے [illegible] ایک ساتھ [illegible] ہوئے
[illegible] اور موٹر سائیکل بدستور گرد اڑاتی ہوئی آگے ہی
آگے دوڑتی چلی گئی۔

"ایمانوں کیوں گڑا یا اس بنتیا؟"

بلّے نے فاتحانہ قہقہوں کے درمیان اسے بتایا کہ بس
ذرا انشاد بنانے کے لیے۔ اور کس لیے!

"نہیں، ذرا سمجھ کے جواب دے۔"

بنتا اسے تنبیہ کرنا چاہتا تھا کہ زیادہ سمجھ والے ہی
سب سے پہلے نشانہ بنائے جاتے ہیں۔ اس نے سر موڑ کر
اس سے اپنی بات کہنا چاہی لیکن موٹر سائیکل کی نہایت تیز
رفتار کے باعث آگے [illegible]۔ "[illegible] نمبردار بھی تیزی [illegible]
[illegible] سمجھ داری [illegible] تو [illegible] نال [illegible]
جاسیاں ہاں۔"

مگر بنتا سوچ رہا تھا کہ نمبردار اس کے [illegible]
[illegible] نیک [illegible]۔ [illegible] کہ اس [illegible]
[illegible] کر [illegible] چاہتا ہے۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

کو دار کسی کو گرایا جانے لگتا ہے [illegible]
[illegible] کر [illegible]
[illegible]
[illegible]
بھوت دیتا!

"ٹھیک ہے بنتیا، چل شروع ہو جا۔ میں [illegible] لیکن
اٹھا سکتا۔"

مگر ٹھاکر [illegible]۔ بنتے نے [illegible] کہا۔ تو پھر
ادھر دیکھیں [illegible] میں اپنی [illegible]
تو [illegible]۔ [illegible]
بس بس —"

بنتے نے اسے یاد دلایا کہ نمبردار کی بیٹھک میں
بھی تو ایک جیب [illegible] ہے۔

"اونہہ بچے! اور آپ ابھی [illegible] پہلے [illegible]
رو کے مر جائے گا۔"

"دھرم نال، تو بڑا ظالم ہے، بنتیا۔"

"اسی ظالم کیوں؟ اس کے سب [illegible] اچھا [illegible]
کر رہا ہاں۔"

بنتے نے جب بلّے سے پوچھا [illegible] تو [illegible]
بتایا [illegible] اچھا [illegible]
اس پر بنتے نے اعتراض کیا کہ سب تو سب [illegible]
کسی کو مارنے کی اچھا [illegible] کر سکتے ہو؟ [illegible]
[illegible]
[illegible] کرو [illegible] ہوگا!
[illegible]
[illegible]

نپٹ کر سیدھا کر لیتا تھا۔ بی بی وہ وہ دن خوش
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] — [illegible]
— [illegible] — [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
اور اس نے [illegible] بڑی [illegible] انداز میں جواب دیا۔
"[illegible]
[illegible] کیا جائے گا:"
[illegible] اس
[illegible]
[illegible]

وہ دن اللہ [illegible] قرآن [illegible]
[illegible]
[illegible] نیچے اترا اور اس کو [illegible]
کر کے راستے سے اٹھا کر بہت پیچھے کے ساتھ [illegible]
تو دور سے [illegible] جنگل میں غائب ہو گیا۔

"نہیں، بھتیا نہیں! —"

سنتا ابھی [illegible] اپنے ساتھی کی طرف
گھسیٹنے کی کوشش کر رہا تھا اور اسے کچھ سمجھانا چاہ رہا تھا
کہ وہ سب [illegible] اختیار نہیں کیے ہوئے تھے — سب تو
ایک ہی رب ہے بھتیا، ایک ہی سب سے بڑا رب سارے
دنیا کا رب بھتیا — نہیں [illegible] نہیں، بس غور کرا —
اور جب غور کر کے [illegible] کے دونوں کاندھے
[illegible] بڑی مشکل سے اپنی اکھڑتی ہوئی سانسوں کو
سمیٹ کر اس کے کانوں میں یہ بات اتاری — بھتیا
بھتیاں سب کے آدم جات تو [illegible] ڈال دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آجکل نئی دہلی ستمبر ۲۰۰۰



دیویندر اسر

بستر سے پرے بستر کی باتیں

پھر کیا؟

نہیں۔

دیکھو تم نے بہت دنیا دیکھی ہے لیکن ان عورتوں کے بارے میں تمہارا فلسفہ بالکل روز اول والی بات ہے

ورنہ سمجھو کہ بلی ہاتھ سے نکل گئی۔

اور کہا کہ ٹھیک ہے کہ عشق کہانی کے پہلوؤں کے بغیر ادھورا ہوتا ہے لیکن کہانی کے پہلوؤں کا ختم نہیں ہوتا۔

اور جب کچھ نہیں ہوتا تو جاتے ہیں کہانی کے خال پہلے اور کہا کہ آج کل عورتیں اتنی انتظار نہیں کرتیں۔

میں اس کے جسم، اس کے دل و دماغ اس کی روح کو ایکسپلور کرنا چاہتا ہوں آہستہ آہستہ اس کی

تمنائیں، خواب، یاس، شکست، امیدیں، خوف، بھرم، وہ جو اپنی نفسی۔

بس بس تم — او ہو پلیز رومانٹک ہو۔ سینٹی مینٹل جب تک تم یہ سب کچھ ایکسپلور کرو گے وہ کسی دوسرے

کے بستر پر پہنچ چکی ہو گی۔

شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔ کسی کسی کو وہاں پہنچنے کی جلدی ہوتی ہے۔

تم وہاں جلدی نہیں پہنچو گے تو وہاں کبھی بھی نہیں پہنچ سکو گے۔

میں نے کہا۔ میں عورتوں سے ری لیٹ کرنا چاہتا ہوں۔

تو کیا اس کے لئے ہم بستر ہونا ممنوع ہے۔

بالکل نہیں، شاید یہ ضروری ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ آغاز ہو، لیکن یہ انجام بالکل نہیں ہے اگر

سوال صرف بستر کا ہی ہوتا تو.....

بستر کے ساتھ ساتھ آرام کا بھی۔

شاید۔

کے ذریعے، لڑائیں، [illegible] جانسن، ماسٹرز، شیری ہائٹ، نینسی فرائیڈے [illegible]
ان سیکس [illegible] کوئی [illegible] حل [illegible] کہ [illegible]
کہ یہ اس لئے [illegible] رہتے ہیں اور خود ہی بستر پر چلے جاتے ہیں اور جب کوئی [illegible]
چاہیے تو وہ اپنی [illegible] ہے۔ عورت کے پاس کئی [illegible] سیکس کے ہر طرح سے بیدار ہونے کے لئے
اور اسے جذب کر لینے کے لئے۔ مرد کے پاس تو صرف ایک ہی انگ ہے اور وہ بھی کون سا [illegible]
[illegible] ہے وہ [illegible] جنسی تسکین کے لئے مرد کے لئے خود لذتی اور مباشرت میں
کوئی [illegible] فرق نہیں۔ [illegible] مردانگی کی فکر ہوتی ہے مرد کی حدیں [illegible] محدود ہے جب بھی وہ
[illegible] ہے تو [illegible] جاتا ہے عورت [illegible] کے قابل ہے اور مرد تو محض
[illegible] ہے۔

[illegible] ؟ مردوں کی زبان۔

دیکھو [illegible]۔ ایک [illegible] اور گہرا سانس لیکر سوچو کر آخر یہ تمہارا [illegible] ہے
کیا [illegible] اور اپنی [illegible] جاتی۔ تم
[illegible] ہو [illegible] کر رہی ہو وہ ایک طرح سے [illegible] ہے۔

[illegible] تھا۔ [illegible]

اب میں [illegible] تھا۔

تمہیں اپنے پستان [illegible] لگتے ہیں [illegible] ایک [illegible] نظر آتی ہے [illegible] سے تم آزاد
ہونا چاہتی ہو اس لئے کہ تمہارے لئے یہ محض جنسی لذت کے لئے عورت کے پاس نہیں اور ہمارے
لئے تو یہ [illegible] اور بچوں کی [illegible] اور پرورش کی مجبوری کے سمبل۔
تو [illegible] ان سے آزاد۔ لیکن تم مرد پھر بھی نہیں ہو سکتی۔
تم ہماری [illegible] مجبوری کا [illegible] اڑاتے ہو۔ [illegible]

[illegible] کہہ رہا تھا تم اپنے جسم کی حفاظت کے لئے لڑتے لڑتے اپنے جسم کے خلاف ہی لڑنے
لگی ہو۔ جب مرد تمہیں عورت سمجھتا ہے تو تم پروٹسٹ کرتی ہو اور جب تمہیں عورت نہیں سمجھتا تو [illegible]
کرتی ہو۔ [illegible] ایک لفظ ہے [illegible] یعنی مرد اور [illegible] یعنی عورت [illegible]
[illegible] کے [illegible] ایک سفید نقطہ ہے اور سفید حصے میں ایک کالا نقطہ
ہر مرد اور ہر عورت میں ایک دوسرے کا [illegible] ہے [illegible] اور وہ [illegible] انسانی فطرت
بھی ہے [illegible] کس سے [illegible] ہو سکتا ہے یہ ایک [illegible] ٹوٹ جائے گی۔ چلو

ہم خود جسم کے تقاضے کو نامزد کرتی ایک چھوٹی سی نظم سنو

رزق کی جستجو لے گئی سو بہ سو
جسم کی آرزو لے گئی کو بہ کو
اور جب خوانِ نعمت سجایا گیا
دفعتاً تب یہ احساس پیدا ہوا
گوشت اور پوست کی ایک چرخی ہوں میں
ایک پہیہ ہوں میں گشت کرتا ہوا
انتہا مٹ گئی پیٹ کی جسم کی
روح پیاسی تھی ویسی ہی پیاسی رہی
میرے عزمِ سفر نے مجھے کیا دیا
مشرق سے مغرب کا فاصلہ فاصلہ

اصل مسئلہ ہے فاصلہ۔ ہماری تہذیب نے ہمیں ایک دوسرے کے قریب نہ ہونے کی تعلیم دی ہے۔ جسموں کے بیچ فاصلہ، قوموں کے بیچ فاصلہ، مذہبوں کے بیچ فاصلہ، رشتوں میں فاصلہ، حاکم اور محکوم میں فاصلہ۔ پیار نہیں ہوتا کیونکہ فاصلہ ہے۔ پیار ہو کر بھی نہیں پاتا کیونکہ فاصلہ ہے۔ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ فاصلہ بڑھ گیا ہے جس کے کم ہو جانے کا کوئی ڈر ہے۔ سوال وجود کے مٹنے کا نہیں حصاروں کے گرانے کا ہے اور ہم حصاروں کو گرانے کو تہذیب، سماج، ہمسایہ اور روایات کے ٹوٹنے کا عمل سمجھتے ہیں۔ تہذیب سے عاری معاشرت اور معاشرت سے پرے خود داری اسی فاصلے کا انجام ہے۔

چاند بہت قریب بہت ہو آگیا تھا۔ روشنی اور سائے کے شہر
میں چاند کیا تھا میری خواہش ہوئی کہ لپک کر چاند کو چھو لوں
میرے ہاتھ اب بھی چاند تک نہ پہنچ سکے روشنی تھی اور مجھے احساس
ہوا کہ وہ میرے بہت قریب ہو کر بھی بہت دور ہے یہی فاصلہ
پھر قدموں کا [illegible] کا ہے یہ سب آسائش و آرام کس لئے
پیٹ بھرا۔ خواب پامال ہو گئے اور ایک دوسرے کو
دینے کے لئے ہمارے پاس ننگے جسم کے سوا رہ ہی کیا
گیا ہے۔

کسی دوسرے کے دل میں داخل ہونا [illegible] کے پہاڑ کو دور کرنے سے زیادہ مشکل
[illegible] کی گہرائی اور سچائی ایک بلاغت کے آس پاس رہا ہے۔

علام یہ معاملہ بہکو کی تحریر کا ہے۔ مکمل محبت کے تجربے کا۔
دل دریا سمندر دوں ڈونگے کون دلاں دیاں جانے

دیکھا کوئی نہیں۔
یا تم سنجوگ سے سادھی کی طرف جا رہے ہو یا تم سنجوگ کے قائل ہی نہیں رہے۔
سیکس کل ہے اصل۔
زندگی اس کا دوسرا نام ہے۔ اس کا ڈسٹریبیوشن کے بغیر ممکن نہیں۔
کریئیشن سیکس کے بغیر ممکن ہے۔
ہے بھی اور نہیں بھی۔ ہاں اگر سنجوگ اس کا دوسری شکل میں ہوتا ہے تو وہ ایک مسلسل تجربہ ہے۔ جو اس کا دوسرا ایک حادثہ ہے۔ اہم تخلیقی عمل ہے۔ مکمل ابھوا اور آخری ہے اس کے بغیر وہ محض خود لذتی۔ نارسسزم کا شکار ہے۔
اگر یہ ممکن نہ ہو تو؟
تو ضرور سنجوگ کرو۔ جیسے بھی ہو۔ جس سے بھی ہو۔
مجھے وومن لبریشن کے ایک منشور میں گریر کی بات یاد آ رہی تھی۔
لوگ کہتے ہیں کہ وہ تنہا کسی پہاڑی مقام پر رہتی ہے جب بھی اسے ضرورت پڑتی ہے تو وہ اپنے کسی جاننے والے کو فون کرتی ہے: "وڈیو کم اینڈ سروس می۔"

میں نے سنبھلی تو زنے کے لئے کہا۔
دنیا کی عورتوں ایک ہو جاؤ۔ تمہارے پاس کھونے کے لئے سوائے تمہارے شوہروں کے کچھ بھی نہیں اور حاصل کرنے کے لئے دنیا بھر کے مرد ہیں۔
ہاں کیوں نہیں کہتے۔ دنیا کے مردو! آواز دو کہ ہم ایک ہیں۔ ہمارے پاس بیویاں بھی ہیں اور بازار میں بکتی ہوئی عورتیں بھی اور ہم حرم بھی سجاتے آئے ہیں۔ ہماری کیا حیثیت ہے؟ ہم ہیں متاع کوچہ و بازار کی طرح۔ اشتہار ہے ہر نگاہ خریدار کی طرح: ہم مرد نہیں بننا چاہتی۔ لیکن ہم اپنے جسم کو بازار بھی نہیں بننے دینا چاہتی۔ جب عورت آزاد ہوگی تو دھماکہ تو ہوگا ہی۔ ہم واپس لوٹیں گے لیکن ان دیواروں کے اندر نہیں جو قید خانے کی دیواریں ہیں۔ اس چھت کے نیچے نہیں جو ہمارے دل و دماغ پر گرتی ہے۔
دیکھو وہ سے میں ہوٹ کی تخریبی ماد کس نے مجھے اس طرح مخاطب کیا تھا۔

ایک تجربے کی آگ سے تم دوئی گرو کا شکار ہو گئے ہو۔ تمہیں ہر لمحہ کوئی ہوئی نظر آتی ہے۔ جسم چھوڑ دو، روح
جسم کی خواہش کرتے ہو اور جب جسم تمہارے پاس سے گزرتا ہے تو تم انتر گمشت یہاں اس کی بات کرنے لگے
اور جب تمہارے پاس کوئی پیاسی روح آتی ہے تو تم جسم کی جانب لپکتے ہو۔ یہ بات بیش اور یہی سیانا
ہے کہ خبیث جال پھینک دو۔ اپنے تجربے کو کاٹ کر پرے پھینک دو۔ یہ سرجری سے بھی زیادہ مشکل کام ہے
[illegible]ن یہ تمہیں کرنا ہوگا اور تم دیکھو گے کہ چیزوں کا گھومنا بند ہو گیا ہے۔ یہ کام مشکل ہے لیکن تمہارے
لئی گرو کا یہی علاج ہے کیپ ہولڈرمن اپ۔

تم ٹھیک کہتی ہو۔

اور میں نے اپنے تجربے کو کاٹ کر پرے پھینک دیا۔

میری ایک دوست تھی۔ وہ اسپتال میں بریسٹ کینسر سے نجات پانے کے لئے جدوجہد کر رہی
اور مریض کا اس کی لائف اسٹائل سے کوئی تعلق نہیں، اس کے دوست آتے تسلی دیتے، اس کے سرہانے
پھول رکھ دیتے۔ جس کے اتنے پرستار ہوں اسے کتنا خوش ہونا چاہئے۔

تمہیں پھولوں سے کتنا پیار تھا۔ کتنے رنگوں کے کتنے خوشنما، کتنی خوشبوؤں والے پھولوں میں گھر
گئی ہو۔ میں نے کہا۔

میں نے ان دنوں ایک پودا لگایا تھا۔ نت دن اس کو پانی دیتا۔ جب میں اس سے ملنے جانے لگا تو اس میں
ایک پھول تھا ابھی پوری طرح کھلا بھی نہیں تھا۔ سوچا اسے پیش کروں، لیکن پھول توڑنا مجھے پسند نہیں۔ پھر
ادھ کھلا پھول، ہاتھ بڑھاتا اور لوٹ آتا۔ اس کشمکش میں کئی منٹ بیت گئے۔ میرے سامنے اس کا
مرجھایا ہوا چہرہ تھا۔ پھول ٹوٹتا ہوا۔ میں نے پھول توڑ لیا اور اسے پیش کیا۔ اس نے اس کی پتیوں کو چھوا۔ دھیرے دھیرے
کہا۔ [illegible] ہو گیا۔

جب پھول دھیرے دھیرے کھلتا ہے تو کتنا بھلا لگتا ہے۔ اس نے کہا۔

ہاں۔

اس کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں تھیں۔ میں نے انگلیوں سے پسینے کی بوندیں پونچھیں اور
کو کنارے تک سرکایا۔ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔

اور پھر ہم باتیں کرتے رہے۔ بہت پرانی، رقیبانہ سی باتیں، بہار، گھر، خاندان، شادی کا
پہلا دن، جسم، روح، ایشور، قسمت۔

میں نے زندگی کے تیس برس پورے کر لئے ہیں لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان برسوں
میں صرف ریت ہی اڑتی رہی ہے۔ ریگستان، [illegible] کے لئے کسی پیڑ کی چھایا بھی نہیں ملی۔

بجائے کیوں تم نہیں ملتے۔ دنیا بھاگ رہی ہے تمہارے پیار میں، خوشی میں، نئی زندگی میں [illegible]
بھی کس لئے بیوی والی میرا جسم بھولوں کا گھر بنتا جا رہا ہے۔ یہ جسم ایک قلعہ ہے۔ خواہشوں کا گھر سب سے پہلے [illegible]
[illegible] ہے۔ جس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ دل کی دنیا کی جاتی ہے۔ کچھ معلوم نہیں۔ وہ کیسے جا رہی تھی [illegible]
[illegible] لیکن جسم کیسے بچے ہیں میں نے شاید پہلی بار محسوس کیا اور اسے کہا۔

وہ مسکرائی۔

تم بھی اور یہ مجھ سے بتاؤ کہ تمہارے لئے خود جسم کے تجربے کو معنی دیتے ہیں اور میرے لئے جسم ہی
معنی دیتا ہے اس لئے کہ۔

شاید یہ فرق ہاں یہ سچائی ہو جسے میں نے کہا۔

میں نے سوچا تھا کہ جذبات بھرا ہیں۔ رومانٹک ہونے کا مطلب ہے کہ میں نے ۔ گروپ
[illegible] کیا، پیار حسن پاکیزہ کا [illegible] ہے۔ ڈسکو کا فور سنگیت ہے۔ خواہشوں کی جلتی چھاؤں [illegible]
پیار اور دوسرے کے جانے گیت، کوری جذباتیت ہے محض شاعری ہے۔

میں نے سوچا کہ یہ کہانی ایک عام لیکن اٹھتی ہوئی عورت کی ہے جو مردوں کے ذریعے استعمال کے
جانے پر وہ تقریباً اس امر میں کہ وہ مردوں کا استعمال کر رہی ہے یا کہ یہ سب کچھ جھوٹ ہے محض [illegible]
[illegible] کو اس طرح دیکھنا ہے کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں سب کچھ پر [illegible] اپنی فرسٹریشن سنا کر اس [illegible]
[illegible]

کہاں کسی [illegible]۔ وہ ہنس پڑی۔

تم اور تمہارا دوست بھی اور وہ بھی کبھی کبھی ملنے چلے جاتے ہیں پینے کے لئے۔

لیکن تمہارے ساتھ چائے پیتے ہوئے مجھے یہ احساس ہوتا تھا کہ میرا بھی جسم ہے
[illegible] ہے۔ دماغ ہے۔ میرا جسم ساری دنیا ہے۔ سالا اکثر یہ کہ میں ایک عورت ہوں۔ میں خواہش
[illegible]

یہ کس نے عورت کے روپ میں نہیں چاہا۔ عورت کے جسم کے روپ میں چاہا ہے۔ وہ مجھے پورے
جسم کے روپ میں چاہیں اور جب میں جسم سے عورت بننے لگی تو اس نے ستو آگئی۔

اگر تم اتنا کام کرلیں۔ دو ڈر ہو جب اس بہانے کچھ آرام ہی سہی۔

وہ ہنسی۔

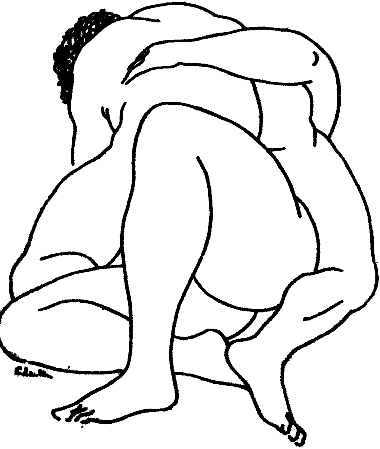
میرا جسم [illegible] ایسا ہوتا جا رہا ہے جہاں کوئی خطر نہیں پہنچتا، کوئی پھول نہیں کھلتا ایسی [illegible]
جہاں کسی کو بھی [illegible] نہ ہوگی۔

ایک بات بتاؤ۔ اس نے اچانک کہا۔

بولو۔
مجھے وہ دیکھ بہت یاد آتا ہے۔
ہوں۔ اس لئے کہ جسم کی لہریں دوسرے جسم کی دیواروں سے ٹکرا کر ٹوٹ جاتی ہیں لیکن بے کنار
میں یادوں کا سرچشمہ جن کو ہمیشہ پھوٹتی رہتی ہیں۔
کبھی ملاقات ہوئی۔
ہاں۔
کہاں۔
بوسٹن میں اچانک مٹنگس کی ایک دکان میں۔
میرے بارے میں بات کی۔
ہاں۔
کیا کہہ رہا تھا۔
پوچھا تم کیسی ہو۔ کبھی ملاقات ہوئی۔ کیا کرتی ہو؟
تو کیا کہا تم نے؟
بہت عرصے سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اچھی ہوگی۔
کیا کرتا ہے۔ وہاں تو بڑا خوش ہوگا۔
ہاں خوش ہی تھا۔
لیکن کرتا کیا ہے؟
رنگ کرتا ہے۔
کیا!
دروازوں، کھڑکیوں، مکانوں، دکانوں کو پینٹ کرتا ہے۔
شادی کی!
نہیں۔
تو پھر۔
فلاسفی میں ڈاکٹریٹ بیچ میں چھوڑ دی۔
وہ خاموش رہی۔
وہ تمہیں بہت یاد کرتا ہے۔ کہتا تھا تم کتنی سنسیر ہو —— انوسینٹ بچی کی پیاری، نفیس سی لڑکی
میں سوچ رہا تھا زندگی کیا ہے۔ کبھی اتنی روشنی کہ سورج کا گولہ پھٹ گیا ہو۔ اور کبھی اندھیرے کے

جاگتی ہوں ساتھ [illegible] سونے والا پیشل ہوتا۔ رومانٹک کہانیاں۔ سیکس [illegible]
مجھے یاد ہے کہ جب میں [illegible] متا تھا تو [illegible] اور اس [illegible] جوں تیں
ساتھ تھا۔ [illegible] دیکھنا بھرا اپنا۔ جذبہ بالی ہوتا۔ یہ سب کچھ مضحکہ خیز، وقت انوس اور ابھی [illegible]
تھا۔ کیونکہ ہم چہروں کے شہر میں شیپ کی مورتیں تراشتے تھے۔
یہ انشاء کر سکتے۔ شاید سارہ [illegible] کے کہ وہ لوگ جو سیکس کے بڑے ماہر ہیں جن کے نزدیک
جنسی قوت اور [illegible] کا حصول جنسی کی جنسی لذتیں عضو تناسل کی لمبائی چوڑائی پر منحصر کرتی ہے
جو جنسی عمل میں طرح طرح کی تکنیکس کا استعمال کرتے ہیں اور آرگزم کے بارے میں فکرمند رہتے ہیں
وہ کیوں ایک جیسے دو سب ہم تک بھٹکتے رہتے ہیں۔ فطرتی۔ مجھے جنسی مسرت چاہیے۔ لیکن میں
یہ جاننا چاہتی ہوں کہ انسان کے روپ میں اس کے بارے میں میرا رویہ کیا ہوگا۔ تاکہ اس کی
[illegible] کیا ہے؟ اس بارے میں تو میں اسے دیکھ کر ہی پیشین گوئی کر سکتی ہوں۔ لیکن انسان
کے روپ میں۔ اس کے بارے میں کوئی پیشین گوئی نہیں کر سکتی۔ یہ سب کچھ فرق کر دیتا ہے۔ میں لڑکی
میں بیٹھ کر باہر کا منظر دیکھنا زیادہ پسند کرتی ہوں بجائے اس کے کہ میں کسی ایسے مرد سے ہمبستری
کروں جس کا مقصد محض آرگزم ہے۔ وہ تو میں خود بھی حاصل کر سکتی ہوں بغیر کسی مرد کی مدد سے۔
لیکن کیوں؟ بس مرد نے یہ آرگزم دیا ہے۔ میں اسے چاہتی ہوں اور وہ مجھے چاہتا ہے۔ تو
جنس کی متوازن چال ہے۔ اگر مباشرت اپنے سے وسیع ذاتی کیفیت کا جزو نہیں بن جاتی تو یہ
ہیجانی انجیکشن کا شکار ہے۔ ایسا لگتا ہے جس کے اس کنارے سے اس کنارے دو جسموں کے
ساتھ۔ لیکن جو کہیں بھی نہیں لے جاتا اور جس کے کناروں کے بیچ کوئی ندی نہیں بہتی۔
لیکن یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ یہ سیکس کیا ہے؟ یہ آرگزم کا مسئلہ کیا ہے۔ یہ جسم کی ضرورت
کیا ہے؟ اور عورت اور مرد کا رشتہ کیا ہے۔ لڑکیاں آٹھویں بار شادی کرتی ہے۔ مارلن منرو [illegible]
جو اس کو تحمل ہو جاتا ہے اور [illegible] کرتی ہے۔
خوف اور دائمی شادی شدہ زندگی کے لئے وہ ایک لمحے میں اپنا کیریئر چھوڑنے کے لئے
تیار ہے۔ یہ خواہش کرتے کرتے میری عمر بیت گئی کہ کسی دن ایک اچھے مرد کو حاصل کر لوں گی جسے
پیار کروں، اس کے لئے کھانا بناؤں، گھر بساؤں، جو ہر روز زندگی بھر میرے ساتھ رہے لیکن مجھے
ایسا مرد نہیں ملا۔ [illegible] کہ [illegible] کتنی بار شادی کر چکی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جو میرا سیکس
[illegible] سمجھا جاتا ہے کہ میں زندگی میں بھی ویسی ہی ہوں۔ لیکن اس سے زیادہ بڑی
غلطی کوئی نہیں کر سکتا۔ کوئی یقین نہیں کرتا کہ میں صد درجے کی شرمیلی ہوں۔ میری زندگی کی قدریں
ایک دیہاتی لڑکی کی قدریں ہیں۔

میں اپنے اردگرد عورتوں اور مردوں کے [illegible] رشتوں کو دیکھتا ہوں۔ جسم کو جسم سے [illegible]
اور ایک دوسرے سے گلے لگے دیکھتا ہوں [illegible] زہر کا کاروبار" [illegible] لوگوں
کو دیکھتا ہوں۔ بیمار [illegible] والے اور نفرت میں پلنے والے لوگوں کو دیکھتا ہوں [illegible]
سمندر دیکھتا ہوں اور میں [illegible] دیکھتا ہوں تو ہے یہ سب کچھ [illegible] کرتا ہے۔
[illegible] کر دیتا۔ [illegible] افسانہ نمبر [illegible]



پکھیرو

رام لعل

مسئلہ ـــــ جواب میں [illegible] ہوں گی؟

[illegible] بہت [illegible] ایک [illegible]

[illegible] اپنے [illegible]

[illegible] کی کتاب کے [illegible]

[illegible]

[illegible] ہو گئی ہے؟

اس لیے میری مسرت و حیرت کی [illegible] کیفیت کو [illegible] جس سے میں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] نہیں رہ گئی ہے۔ [illegible] ہم دوسری باتیں کریں؟

اس واقعہ کی سب [illegible] نہیں رہ گئی تھی [illegible] کے ساتھ اس کے [illegible]

[illegible] ملک کے [illegible]

[illegible] ایک [illegible]

[illegible] کو ہم نے ایک دوسرے کی [illegible]

ہم [illegible] باتیں کر رہے تھے۔

[illegible] کیا [illegible]؟

نہیں نہیں میں اپنے پیارے ملک کو [illegible] ہوں، مر نہیں جاؤں گی؟ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] دوسری [illegible]

[illegible]

[illegible] ایک [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مگر وہ نازک سی بے سرو پا سے پہلے تو ایک غلط موڑ مڑ گئی، پھر راستہ کھو گئی [illegible]
فرانسیسی نے جلیب [illegible] اور [illegible]
ہم فرانسیسی ہیں تو [illegible] کہ تمہاری یہ معذرت ہم قبول نہیں کریں گے [illegible]
وجہ سے واقعی [illegible] اس کے بعد ہم دوست ہو گئے۔ اس سے میں نے ایک [illegible] سگریٹ کی قبول کی۔

مقبرے کی ایک خاص گلی [illegible] طرح طرح کا سامان [illegible] کے [illegible] تھے، وہاں [illegible]
میں کل طور پہ آزاد [illegible] ہرگز نہیں [illegible]
اکثر بنیادی اسباب کے [illegible] مثلاً سیکس کی [illegible] کسی دوسری جانب موڑ کر ایک [illegible]
دوہائی اسباب کے محرکات کو واضح طور پر سب لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ کہ ان کی حقیقی اہمیت کیا ہے؟ زیادہ تر لوگوں کے [illegible]
ایک پراسرار قسم کا [illegible] موجود رہتا ہے [illegible] کی وجہ سے ایک [illegible] میں مبتلا رہتا ہے۔

بنارس کے گھاٹ پر ایک عورت [illegible] پتھر کی ایک چھوٹی سی مورتی نہلانے کے لیے آئی ہے۔ [illegible] نظر
تک نیلا آسمان پھیلا ہے۔ اس سے ہی مورتی کے پاس ہی پوجا ہوئی۔ وہ دونوں بازو پھیلا کر اپنی زبان میں [illegible]
میں کچھ بھی نہیں سمجھ پاتی۔ یاتریوں کے چہروں کے ساتھ گنگا کا پانی سیڑھیوں تک آیا ہوا ہے۔ ہماری [illegible]
بار بار ڈبکیاں لگاتی ہیں۔ پانی کی [illegible] سیڑھیاں چڑھتے [illegible] کالے [illegible] رنگ کے [illegible]
[illegible]
سیاہ آنکھیں دھوپ میں چمک چمک اٹھتی ہیں۔ ان کے کالے کالے بھیگے ہوئے لمبے گیسو ان کے کاندھوں اور گردن کے آس
پاس بکھر بکھر جاتے ہیں۔

ایک بیرونی دروازے والی تنگ گلی، لکڑی کے [illegible] کی بڑی سی [illegible] اور [illegible] لکڑی اور پتھر کی [illegible]
[illegible] برائے فروخت۔ ایک [illegible] سیڑھیوں والی گلی میں کھیل رہا ہے [illegible] شاید [illegible] سیڑھیوں پر [illegible]
[illegible] ہوئے قریب سے گزرتے [illegible] کے کاندھوں پر [illegible]
کے پھول بیچتے ہیں۔ کوئی [illegible] نہیں [illegible]
رکھ دیا جاتا ہے [illegible]
ہو گئی ہے [illegible]

تیا لگتا ہے میں نے پچھلے سال کی طرح [illegible] زندگی گزاری ہے [illegible]
سے میرے [illegible] مختلف مذہبی [illegible]
کی [illegible] ایک عورت [illegible] اس کے پاس [illegible]
دنیا [illegible] پوری دنیا [illegible] اور [illegible] نہیں ہیں۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] ہوتا ہے [illegible]
[illegible] کے [illegible] گیروں کے [illegible] ہے [illegible]
[illegible] کے کمرے میں [illegible]
[illegible]

[illegible] جو [illegible] سے [illegible] ہماری دنیا سے [illegible]
[illegible] یہاں [illegible] سے [illegible] ہوئے [illegible] ہماری دنیا سے [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
۔ پالی ہل۔

[illegible] ایک ایسی گڑیا جس کے سامنے [illegible] ہے
[illegible] ان کے سیاہ [illegible] پر [illegible] سی بے خود آنکھیں۔
[illegible] CHIPPY COTTAGE [illegible]
[illegible] کے ساتھ [illegible] روپے پاس ہیں [illegible]
[illegible] کے سامنے [illegible]
[illegible] اور دوسرے [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] پہاڑوں کے پیچھے سورج کو غروب ہوتے دیکھنا اچھا تھا۔ [illegible] ڈرائیور کے ساتھ
[illegible] کرتے کے ساتھ [illegible] والے [illegible]
[illegible] گلیوں میں بے مقصد گھومتی پھری۔
[illegible] وہاں لفٹ مل گیا۔ ہم چند لوگوں پہلے
[illegible] سمندر کی طرف۔ [illegible]
[illegible] DRAGON [illegible] چائنیز [illegible]
[illegible] LUNNERY [illegible]
[illegible] پھر گئی تھی۔

[illegible] پرانے جسم کو خیر باد کہہ کر نئے جسم میں
[illegible] پیدا ہوتی ہوں [illegible] جسم کے ایک نئے شعور کے ساتھ۔
[illegible] سڑک پار کر کے دوسرے فٹ پاتھ پر چلی
جاتی ہوں۔ [illegible] زندگی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ کیا انشورنس کا کلیم [illegible] ادا کرے گا؟ جب اسے [illegible]
[illegible] سینگ کے ساتھ بالکل ویسا ہی جواب آ جائے گا۔ آپ [illegible]
[illegible] رنگ [illegible]
[illegible] آپ کر کے پیش کرنے کا کوئی [illegible] نہیں
[illegible]
[illegible]

[illegible] بے پناہ شور [illegible] رات کی ہوا کی طرح گزر جاتا ہے۔ عام آدمی کی حیثیت اسی طرح کی ہے کہ وہ [illegible] بڑی خاموشی سے قبول کر لیتا ہے۔

[illegible] کا پیچھا کر رہا ہے۔ جب تک ایک دوسرا [illegible] قریب ہی ہیں [illegible] جانا چاہیے تھا تاکہ [illegible] سب سے [illegible] ہو کر [illegible] بند [illegible] پھرتے ہیں۔ وہاں رنگ کی بسیں مسافروں سے بھری ہوئی ہیں۔ بیگم صاحب [illegible] ایک چائے [illegible] ریستوران [illegible] WHEN SAAB, YOU LIKE CHAY? YOU COME IN MY [illegible] اور آگے کسی گلی میں کوئی تیرے ساتھ ساتھ چلتا ہوا [illegible] NICE RESTAURANT YOU HAVE GOOD FOOD A [illegible] YOU WANT CHANGE MONEY? [illegible] (GANGSTERS) [illegible] نہیں پوچھتے جبکہ انگریزی بول سکتے ہیں۔ اور آگے کسی گلی میں بلیک مارکیٹ ہے [illegible] سب ایک [illegible] معلوم ہوتی ہیں [illegible] NO, NOT TODAY, THANK YOU. [illegible] ہیں اور اکثر ٹریفک بند ہو جاتا ہے۔

اپنے ماضی سے کٹ جانا ایک المیہ ہے۔ اس زندگی کے مقابلے میں [illegible] ہے اور [illegible] لگ رہی ہے۔ [illegible] ہوتے ہیں اور ختم کر دینا چاہتا ہے [illegible] میں [illegible] ہوں۔ [illegible] ANYTHING [illegible] ہے۔ [illegible] یہ سب کس قدر [illegible] ہوا۔

"بریک فاسٹ [illegible] رکشا [illegible] بمبئی کا ٹکٹ ۲۵/- [illegible] چائے ۲۵/- [illegible] سگریٹ [illegible] ناریل [illegible] کافی [illegible] (۲۰-۳۰)

میں [illegible] جب پندرہ سال کی تھی تب سے اس کے خواب دیکھ رہی تھی [illegible] اس کے [illegible] میں سوچا کرتی تھی۔ [illegible] سے [illegible] جو [illegible] دستیاب ہونے والی وہ ساری کتابیں اب تک یاد ہیں۔ [illegible] شمال مشرق کی طرف [illegible] سیکڑوں میل دور تک [illegible] جس کے پیچھے [illegible] کوئی [illegible] نہیں دیکھا جا سکتا تھا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

سوچتے ہو کہ [illegible] ایک [illegible] سے [illegible] کے [illegible]
[illegible] کے [illegible] اس کے [illegible] کا [illegible] اس کے
ساتھ [illegible]

اس سب کاموں سے فراغت پاکر وہ مجھے ایک [illegible] کے اندر بیٹھے ہوئے چھوٹے سے ریستوران میں لے گئی وہاں
ہم نے اپنے اپنے [illegible] سے [illegible] کے دوران میں اس نے مجھے بتایا کہ [illegible] اس لڑکی کی جگہ پر کر رہی تھی [illegible]
[illegible] لیکن یہ سوچ کر [illegible] ان حسیناؤں کی فہرست سے محروم
ہو جاؤں گی [illegible]
[illegible] ہو سکتا ہے یہ خبر [illegible] کسی کا دل [illegible] وہ مر بھی سکتی تھی لیکن اب کیا ہوگا؟"
"کس کا ۔۔۔۔ تمہارا؟"

اس نے کوئی جواب نہ دیا میری طرف ایک ٹک دیکھنے لگی۔ اس کی خوبصورت نیلی آنکھیں بھر بھر کر آنسوؤں سے لبریز ہو
گئیں۔ اس نے اچانک [illegible] آنسوؤں کو بہنے سے روکا۔ پھر اچانک اپنے [illegible]
میں سے کر سر کے بیں وسط میں ایک حسین گہرے [illegible] کی [illegible] میں سے وہ میز پر نکال کر انہیں بالوں کے اندر یہاں وہاں
ٹھونس دیا اور بولی اب مجھے کوئی نئی جاب تلاش کرنی ہوگی [illegible] سے پہلے پہلے۔ میں بیکار نہیں بیٹھی رہ سکتی۔ تمہارے جانے کے بعد
میں اخبار [illegible] کے سارے اشتہار دیکھوں گی۔ شاید کوئی ایسی جگہ خالی ہو جہاں میں کام کرنا پسند کرسکوں۔

ایک [illegible] تو [illegible] کی دوسری [illegible] ہاتھ [illegible] ایک [illegible] لگی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] اس وقت کم ہے؟

[illegible] نے اس سے کہا ۔۔۔۔ [illegible] اتفاق سے ہو گئی ہے۔
[illegible]

"[illegible]"
[illegible]
"[illegible]"
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

(فنون لاہور ۱۹۸۸ء)

رشید امجد

لمحہ جو صدیاں ہوا

پیدائش زاد بڑی سڑک سے مڑتے ہی تالاب کے کنارے ایک اونچے ٹیلے پر ہے۔ اس کی نوٹی متہ پیرے میں نے کتنے ہی موسموں کے پرندوں کو تالاب کے کنارے دھندلاتے اور روشن ہوتے دیکھا ہے، کبھی کبھی جب پیچھے مڑکر دیکھتا ہوں تو چیزیں دھندلی دھندلی سی دکھائی دیتی ہیں۔ دور خاک کے بادلوں کو چیرتا ایک خفتہ پوش شہر کے دروازے پر دستک دیتا ہے۔

میری خاک اب اس شہر کی مٹی میں پیوست ہوگی،
صدیوں کی دھول قبروں کے نشان مٹاتی چلی جاتی ہے،
اپنی ہی قبر پر پاؤں رکھتا ایک نوجوان تیزی سے گزر جاتا ہے؛
میرا خمیر اسی شہر کی مٹی سے اٹھا ہے

شہر کی فصیل سے آخری تیر چلاتے ہوئے اس کا زخمی جسم آدھا لٹک جاتا ہے۔ موسم بھیس بدل کر ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے ہیں، دن اور لمحے اڑا اڑ کر وقت کی بھول میں گرتے چلے جاتے ہیں ——— خزاں بہار، بہار اور خزاں ——— خوابوں کے پیچھے بھاگتا ایک اور نوجوان چائے خانے کی میز پر سکہ ماستے ہوئے کہتا ہے ——— خواب حقیقتیں ہیں۔
میں ان سارے چہروں کو پہچاننے کی کوشش کرتا ہوں،

شہر کے دروازے سے پرے ہٹ کر دیکھتا خرقہ پوش، فصیل پر کھڑا تیر انداز اور چائے خانے کی میز پر گم صم نوجوان ——— میں ان سے بہت فاصلے پر ہوں،

دور سے خرقہ پوش کی آواز آتی ہے

یہ سب ایک واہمہ ہے

دائرہ در دائرہ ——— جس کی ایک سطح پر تو پہنچا جا سکتا ہے، لیکن دوسری سطح پر انقطاع ہو جاتا ہے اور تیسری حقیقۃ الحقیقت کے بیابانوں کی سطح ہے جہاں سرگشتگی اور تحیر کے سوا کچھ نہیں ———!

پھر ایک نعرۂ مستانہ سنائی دیتا ہے ——— "جو راز ہے وہ راز ہے جو وارد ہوا اسے خوشی برداشت کرے،

میں پوچھتا ہوں ——— "یہ راز مجھ پر کب منکشف ہوگا؟"

خرقہ پوش دھند میں ڈوبتے ڈوبتے لمحہ بھر کے لئے سامنے آتا ہے ——— ——— "راز اس وقت منکشف ہوتا ہے جب واصف، موصوف اور وصف میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا"

دھند آہستہ آہستہ گہری ہوتی چلی جاتی ہے،

شہر کی فصیل پر کھڑا تیر انداز، تیر نکالتا ہے، اُسے چلے میں جوڑتا ہے "میری خاک اس شہر کی مٹی میں دفن ہے اور میں نے خرقہ اتار کر تیر کمان سنبھال لیا ہے کہ سپاہی کی کوئی زبان، کوئی بھیس لباس نہیں ہوتا"

یہ شہر، خرقہ پوش، یہ سپاہی میرے وجود کے ملبے میں دور کہیں دبے ہوئے ہیں۔ کبھی کبھی مجھے ان کی دھیمی دھیمی آوازیں اور دھندلی شبیہیں دکھائی دیتی ہیں لیکن مجھ میں اتنی سکت نہیں کہ میں اپنے وجود کی اس گہری کھائی کو عبور کر کے ان تک پہنچوں۔ میں تو صرف اس نوجوان تک پہنچ پاتا ہوں جو دوستوں کے ساتھ یا تنہا کسی چائے خانہ میں کبھی دوسروں سے اور کبھی اپنے آپ سے مکالمہ کر رہا ہے،

وہ بھری بھری راتیں اور بھیگے بھیگے دن ——— دن کو وہی ایک معمول؛ صبح بغیر منہ دھوئے، بغیر شیو کئے آنکھیں ملتے دفتر کی طرف بھاگنا اور دن بھر فائلوں کی بنجر گود میں زندگی کا شگوفہ تلاش کرنا، لیکن راتیں بڑی زرخیز تھیں، شام ہوتے ہی کسی ویران سے چائے خانے میں اکٹھے ہونا، دیر تک سمجھ نہ آنے والی باتیں کرنا ——— اپنے آپ کو، دوسروں کو جاننے دریافت کرنے کی باتیں، پھر دیر تک شب گردی، گھر کی طرف تنہا آتے ہوئے ویران سڑکوں، درختوں اور کھمبوں سے مکالمے ——— ایک عجیب مزہ تھا، لیکن اب تو ایک خاموشی ہے پر اسرار خاموشی، نہ صبح دفتر جاتے ہوئے کوئی انہونی بات نہ راتوں کی گود میں کوئی چمکتا شگوفہ ——— معمول اب بھی ہے صبح وقت پہ اٹھنا، شیو کرنا، تیار ہو کر دفتر جانا اور دن بھر فائلوں پہ لوگوں کے مقدر کی لکیریں کھینچنا ——— اور راتیں اب صرف سونے کے لئے ہیں ——— ہر طرف ایک خاموشی، گہری خاموشی، ایک ہلکا ارتعاش ہے تو اس ایک لمحہ جب بڑی سڑک سے مڑتے ہی ٹیلہ پر یہ مزار دکھائی دیتا ہے۔ مزار سے آتی ڈھول کی آواز سہمی ہوئی سارے وجود میں پھیل جاتی ہے اور لمحہ بھر کے لئے سارا وجود ملبہ کا ڈھیر بن جاتا ہے جس کے نیچے دبا ہوا سپاہی جو شہر فصیل پر کھڑا دشمن پہ تیر چلا رہا ہے اور اس کے پیچھے شہر کے دروازے پر دستک دیتا خرقہ پوش سر ابھارتے ہیں۔

کیا یہ جاننے کا عمل ہے؟

خرقہ پوش مسکراتا ہے، پھر کہتا ہے ——— "میرے شیخ نے مجھے ایک حکایت سنائی تھی، تم بھی سنو ——— ایک راہب روم کے کلیسا میں ستر سال سے گوشہ نشین تھا۔ شیخ اس کا ذکر سن کر روم میں اس کلیسا کے پاس پہنچے۔ راہب نے دریچے سے سر نکال کر کہا ——— اے شخص تو یہاں کیا لینے آیا ہے۔ میں راہب نہیں ہوں بلکہ اپنے نفس کی جس نے کتے کی شکل اختیار کر لی ہے، نگرانی کرتا ہوں اور اس کو مخلوق کے شر سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں شیخ نے اس کے لئے دعا کی کہ اے خدا اس کو ہدایت دے۔ راہب بولا ———

مرادوں کی جستجو میں تم کب تک پھرتے رہو گے ، گھر جا کر خود کو تلاش کرو
اور جب اپنے آپ کو پا لو تو اپنے نفس کی نگرانی کرو۔"

یہ اپنے کو پا لینا ہی تو ایک عذاب ہے ، آدمی جتنا کم جانے اتنا
ہی اچھا ہے ۔

بڑ کے درخت کے نیچے موت کی ٹھنڈی انگلیوں نے آہستگی سے
سوکھی ہڈیوں کو چھوا ۔ لیکن اسی لمحہ زندگی بھرے ہاتھوں نے سوکھے ہونٹوں پہ
دودھ کے قطرے چوائے ____ تازہ دودھ کی چند بوندوں سے سوکھی انتڑیوں
اور خشک ہڈیوں میں زندگی کونپل بن کے مسکرائی ، اس نے آہستگی سے آنکھیں کھولیں،

"لاعلمی ایک نعمت ہے!"

"جاننے میں بھی ایک اسرار ہے ، خوابوں کے پیچھے بھاگتے جائیں ، دھند
کے ساتھ دھند ہو جائیں ____ تین سمتوں کی پہچان اور چوتھی سمت کا اسرار،

ہرن کنوتیاں اٹھا بھاگا ، شہزادہ افتاں و خیزاں پیچھے پیچھے ،
راستہ ہے کہ ختم ہونے میں ہی نہیں آتا ، رات آگئی ، شب ماہ پوران
ماسی کا چاند اور ہرن ہے کہ چوکڑیاں بھرتا چلا جاتا ہے ____ دفعتہ جنگل ختم
ہوا ، کیا دیکھتا ہے کہ سامنے ایک پر فضا باغ ہے جس کے بیچوں بیچ ایک
بارہ دری کہ ______

لیکن یہ جنگل تو ختم ہونے ہی میں نہیں آتا ، آخر پہ پہنچتا ہوں تو پھر پہلا سرا
کھلا ہے ، ایک دائرہ ____

صبح چھ بجکر پندرہ منٹ پہ الارم کے ساتھ اٹھنا ، شیو ، دانت صاف کرنا ،
ناشتہ ، بچوں کو سکول چھوڑنا ، دفتر ____ ایک فائل ، دوسری ، تیسری ، بچوں کو
سکول سے لینا ____ گھر واپس کھانا ، سونا ، اٹھ کر ٹی وی دیکھنا ____ رات
سونا ، صبح پھر وہی چھ بجکر پندرہ منٹ پہ الارم کی آواز ____

ایک ہی دائرہ ____ یونہی برسوں بیت گئے ہیں ،

لیکن بڑی سڑک کا موڑ مڑتے ہی ڈھول کی ہلکی سی آواز نے میرے سوتے
وجود میں چسکی سی لی ہے۔ میں نے چونک کر دیکھا، ایک پتھریلی سڑک کا ایک
کونہ بڑی سڑک کی طرف باہر کو نکلا ہوا ہے کونے سے کھلا ہے ——
شیخ ابو مختیار مشہدی —— میری نظریں اوپر اٹھتی گئیں۔ مزار رنگ برنگی جھنڈیوں
سے جگمگا رہا تھا۔ مجھے آج تک معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کس کا مزار ہے؟ میرے قدم
اوپر اٹھتے گئے۔ تالاب کی سمت والی منڈیر پر ایک شخص جھکا ہوا تالاب
کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میرے قدموں کی چاپ پر اس نے سر اٹھایا،

میں نے پوچھا —— "آپ کون ہیں"

اس کے ہونٹوں پر ایک پر اسرار تبسم ہوا —— میں ابو المختیار
مشہدی ہوں"

میں نے پوچھا —— "یا شیخ آپ مشہد سے پہنچے۔
اتنی دور —— مٹی نے کہیں آپ کے پاؤں نہیں پکڑے؟"

شیخ ایک لمحے چپ رہے پھر بولے مٹی کی پکڑ بڑی سخت
ہے لیکن یہ دل کی آواز عجیب چیز ہے، اس کی لے میں عجب بے چینی اور اضطراب
ہے وہ آدمی کو کشاں کشاں لئے پھرتی ہے"

"بے چینی اور اضطراب" کوئی میرے اندر کسمساتا ہے،

میں نے کہا —— "یا شیخ میرا اضطراب اور بے چینی کہاں گئے؟"

شیخ بولے —— "ایک شخص تیس سال تک مرشد کی صحبت میں حاضر رہا
اور ایک دن عرض کی کہ اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود آپ کی تعلیم مجھ پر اثر انداز نہیں ہوتی،
مرشد نے فرمایا ایک ہی صورت سے مجھ پر اثر ہو سکتا ہے لیکن وہ تجھے قبول نہیں ہوگی،
اس نے عرض کی کہ میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔ مرشد نے فرمایا اپنے بال
منڈوا کر ایک کمبل اوڑھ اور ایک تھیلے میں اخروٹ بھر لے اور اس جگہ جا بیٹھ جہاں
بہت لوگ تجھ سے واقف ہوں اور بچوں سے کہہ دے کہ جو بچہ مجھے ایک تھپڑ لگائے

تو اسے ایک افزونت دوں گا، بس یہی تیرا علاج ہے، اس لئے کہ ابھی تجھے اپنے
نفس پر قابو حاصل نہیں ہو سکا"

شمس نے شیخ سے یہ نہیں پوچھا کہ مرید نے مرشد کو کیا جواب دیا،
زندگی کے اس تسلسل میں ہر سوال کا جواب ضروری بھی نہیں ہوتا ——— زندگی
ہے ہی عجیب شے، اتنی مضبوط کہ سمندروں پر کمندیں ڈالنے کا حوصلہ، اور اتنی کمزور
کہ ایک سانس کے بعد دوسرا سانس غائب ہو جائے تو سب کچھ ختم ——— کائنات
کی اس وسعت میں زندگی کے کیا معنی ہیں؟ ایک ذرہ، یا شاید اس سے بھی زیادہ
بے وقعت، کیا معلوم یہ کائنات بھی کسی نقطہ پر جا کر ذرے کی طرح بے وقعت
ہو جاتی ہو یا اپنے ہی ہاتھوں خود کو فنا کر لیتی ہو، ایک نئے آغاز کے لئے ———
تو سب کچھ ایک سفر ہی ہے، ایک طویل سفر، شیخ مشہد سے یہاں پہنچے اور
مٹی کہیں ان کے پاؤں نہ پکڑ سکی، لیکن کئی لوگ تو مٹی کی گرفت سے نکل ہی نہیں پاتے،
ساری عمر انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ کیا ہیں، جہاں پیدا ہوتے وہیں مر گئے یا شاید
جس لمحے پیدا ہوتے اسی لمحے مر گئے،

یہ ساری تگ و دو تو خود کو جاننے پانے کی ہے ——— سارا کھیل ظاہر
اور باطن کا ہے ——— ایک پر اسرار آنکھ مچولی،

ایک شیخ کو راہ میں ایک کتا ملا۔ آپ نے دامن سمیٹ لیا۔ اس پر کتا بولا
——— آپ نے دامن کیوں بچایا، اس لئے کہ اگر میں بھیگا ہوا نہیں ہوں تو
مجھ سے ناپاکی کا کوئی خطرہ نہیں اور اگر بھیگا ہوا ہوتا تو آپ اپنے کپڑے پاک کر
سکتے تھے لیکن یہ تکبر جس کا مظہر ہو آپ نے فرمایا یہ تو سات سمندروں کے پانی سے
بھی پاک نہیں ہو سکتا، آپ نے فرمایا تو سچا کہتا ہے اس لئے کہ تیرا ظاہر نجس
ہے اور میرا باطن،

مجھے یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ میرے ظاہر اور باطن میں کون زیادہ نجس
ہے لیکن یہ ضرور محسوس ہوتا ہے کہ ظاہر بظاہر پُرسکون اور خاموش ہے اور

باطن میں وہ تجھے ملا مخفی —— جس کی نہ دیکھ، میں ایک تھکے کی طرح ہوں، جیسے کائنات اور سے شاد خوش اور اپنے مرکز کی پاسداری کا قریب ہے شیخ باہو جیسے صوفی شعری صفحہ سے [illegible] تصوف کرتے ہیں،

میں نے پوچھا —— اے شیخ، یہ فنا اور بقا کا کیا فلسفہ ہے؟

شیخ نے تالاب میں ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو میں نے دیکھا ان کی ہتھیلی پر شعلہ سا چمک رہا ہے، پھر شیخ نے گرم تنور میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو اس پر برف کا ایک ٹکڑا چمک رہا تھا۔

میں نے سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا

وہ مسکرائے —— فنا اور بقا ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں ہیں

پھر فنا و بقا کے بارے میں —— ایک شخص نے اپنے مرشد سے کہا، حضور تنور گرم ہے، مرشد نے جواب نہ دیا، اس نے پھر کہا، حضور تنور گرم ہے، مرشد نے جلا کر کہا تو جاؤ اس میں جا کر بیٹھ جاؤ۔ کچھ دیر بعد انہیں خیال آیا کہ انہوں نے کیا کہہ دیا ہے۔ فرمایا، جاؤ تنور میں جا کر دیکھو، جب تنور تلاش کر کے دیکھا تو وہ شخص اندر بیٹھا ہے اور آگ نے ایک بال بھی نہیں جلایا"

شیخ خاموش ہو گئے، پھر بولے —— اصل چیز وجود نہیں وجود کا احساس ہے

لیکن خود کو محسوس کرنا کیا اتنا ہی آسان ہے؟

سلسلہ جب بھی خود کو محسوس کرنے کی کوشش کی ہے ایک عجیب طرح کا اضطراب سا [illegible] گھیرا ہوا لگا جیسے بہت سی چیزیں، کیفیتیں اور جذبے مجھے بنتے ہیں [illegible] نہیں زبان اور ترتیب دینا میرے بس میں نہیں —— شعر کے معاشرے [illegible] دیا [illegible] خواہش اور [illegible] شہر [illegible] ہم [illegible] قفسوں سے [illegible] باہر چلے گئے ہیں ——

میرے آگے ایک بڑا سا میدان ہے جس میں کہیں کہیں کھنڈر نما ٹیلے ابھرے ہوئے تھے
وہ کھنڈر جانتے ہیں ——— ہرنی کی سی چال والی وہ، جس کے جھٹکے سے
کاندھے کے بال آج بھی یادوں کی جھیل میں تیرتا تیرتا میری آنکھوں کے کسی کونے
میں اُلجھ کر رہ گیا ہے، وہ بہت شرمیلی سی نظروں سے دیکھتی تھی جیسے میرے
سوال کی منتظر ہو ——— میں اُس سے اپنا آپ واپس مانگنا چاہتا تھا،
لیکن لفظوں نے کبھی میرا ساتھ نہ دیا، بند بند حرف اکٹھے کر کے جوڑنا چاہا لیکن یہ
لفظ جلنے لگ جاتے ——— اور یوں یونیورسٹی کے دو سال بیت گئے، وقت
کے بھاری ہاتھوں نے ہمیں بساط کرنا نے کی شطرنج پر پھینک دیا، اور پر
گزرے دنوں کے کھنڈر سے ٹوٹ ٹوٹ کر وقت کی ڈسٹ بن میں گر گئے۔
بہت سے چہرے دھندلا گئے لیکن اب بھی آنکھوں کے کسی کونے میں ایک نئی
سی کرن ہوتی ہے جس کے شفاف بدن میں سے سندر پھول اُبھر کے آتے جاتے
لگتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ میں اُس کی خوشبو بھول گیا ہوں لیکن کل جب
ایک دکان سے نکلتے ہوئے وہ اچانک میرے سامنے آگئی تو وہی خوشبو،
ہماری خوشبو مجھ سے لپٹ گئی۔ ہم دونوں ایک لمحے کے لئے ٹھٹھکے، پھر وہ
پہچان کرنے کے انداز میں چلی گئی، میں اپنے بچوں کو لے کر باہر نکل آیا،
اس شام میں نے شیخ سے پوچھا ——— اگر دنیا ایک ہی ہے تو پھر ہم
ایک دوسرے سے دور کیوں ہو جاتے ہیں، کوئی آگے نکل جاتا ہے کوئی پیچھے
رہ جاتا ہے۔

شیخ نے کتاب سے نظریں ہٹائیں اور بولے ——— یہ تو صرف نظر
کا فریب ہے۔

میں نے کہا ——— اگر محض فریب ہے تو پھر یہ بے چینی کیسی؟
شیخ بہت دیر چپ رہے پھر کہنے لگے ——— ایک شخص روتا ہوا

مرشد کے پاس گیا اور عرض کی کہ یا حضرت میں نے بڑی محنت عبادت اور ریاضت کے بعد ایک خاص انجذابی کیفیت حاصل کی تھی اس میں بڑی لذت اور آسودگی تھی لیکن چند دنوں سے میں اس حلاوت اور جذب سے محروم ہو گیا ہوں، مرشد نے فرمایا — "دنیا چھوڑ دینے کے بعد تم پھر اس کے وسوسوں میں گھر گئے ہو اور غیر یقینی سوچوں نے تمہارے باطن کو ہلا دیا ہے"

سنسان سڑک، راستہ دھندلایا ہوا، وسوسہ دبے پاؤں آتا ہے اور پلک جھپکنے میں چاروں طرف چھا جاتا ہے، خود کو محسوس کرنے کے لئے ایک لمبی چیخ، لیکن ہوا چُپ، گہری چُپ،

مرید نے مرشد سے سوال کیا، مرشد خاموش رہا، مرید نے پھر سوال کیا،

مرشد اب بھی چُپ رہا، مرید نے کہا — "پہلے تو ایسا نہیں تھا کہ آپ نے میرے سوالوں کا جواب نہ دیا ہو۔ مرشد نے جواب دیا، ایک وقت وہ آتا ہے جب سکوت کرنا پڑتا ہے اور بیانات پر لوگ نظر کے بعد خبر کی ضرورت نہیں رہتی، تب خبر اور وقت دونوں بے معنی ہو جاتے ہیں،

رات گئے دروازہ کھولتے ہوئے بیوی کا وہی پرانا جملہ — "یہ کوئی وقت ہے گھر آنے کا"

مجھے آج تک علم نہیں ہو سکا کہ گھر آنے کا وقت کون سا ہے اور گھر کیسے پاؤں پکڑتا ہے۔ یونیورسٹی کے زمانے میں دن پڑھنے میں گزرتا اور رات کو کسی چائے خانے میں حلقۂ دوستاں میں اپنے شعروں کی داد لیتے کرتے رات گئے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے ماں کا ملول جملہ ہوتا — "یہ کوئی وقت ہے گھر آنے کا" ماں کو خیال تھا کہ شادی کے بعد میرے پاؤں گھر میں ٹک جائیں گے لیکن تب گردی اور سنسان سڑکوں پر دور تک، گلیوں اور اپنے آپ

سے مکالمہ کرنے کا شوق عجیب ہے کہ بات نہیں بنتا۔ معلوم نہیں تنہائی میں
اتنی وقعت کیوں ہے۔ ایک بستر میں برسوں اکٹھے سونے کے باوجود کوئی
نہ کوئی لمحہ یا مقام ایسا ضرور ہوتا ہے جہاں ترسیل نہیں ہوتی۔ اس لمحہ احساس
ہوتا ہے کہ ہر ذات تنہا ہوگئی ہے، اپنے دکھ کے ساتھ کسی خندہ جملہ کسی سرنامئی
کی یاد کے ساتھ، ایک بھید تو تکرار کی طرح ہے جو ہمیشہ سر پر سوتی رہتی ہے
کہتے ہیں کسی بادشاہ نے مجنوں کو بلایا اور پوچھا تجھے کیا ہو گیا ہے اور تجھ
پہ کیا افتاد پڑی ہے کہ تو نے خود کو رسوا کیا، لیلیٰ کیا ہے، اس میں کیا خوبی ہے،
آ میں تجھے حسین ترین دوشیزائیں دکھاؤں اور ان کو تجھ پر قربان کروں اور انہیں تجھ
کو عطا کروں۔ جب یہ حسین ترین دوشیزائیں حاضر ہوئیں تو اپنی اداؤں میں سرمست
تھیں۔ مجنوں اپنے حال میں تھا۔ اس نے نظر اٹھا کر نہ دیکھا۔ بادشاہ نے کہا ——
اب ذرا نظر اٹھا اور ان دوشیزاؤں کو دیکھ۔ مجنوں نے جواب دیا —— میں ڈرتا
ہوں کہ کہیں لیلیٰ کا حسن خفا ہو جائے کہ مرا ہے۔ سکے نے سر اٹھایا تو وہ ایک جی
دل سے اتار دے گا، اور اے بادشاہ تو نے یہ جو پوچھا کہ لیلیٰ کیا ہے تو جان
لے کہ لیلیٰ جسم نہیں ہے اور یہ بھی جان لے کہ اگر ساری دنیا حسن سے بھر جائے
پھر بھی جب تک اپنی آنکھوں میں لیلیٰ نہ ہو نور نظر نہیں آئے گا،
اور جب وہ نظر آنے لگے تو اپنے نام کی پکار سنائی دیتی ہے،
"یا شیخ —— یہ کیا اسرار ہے کہ پکارنے والا پکارے جاتا ہے لیکن
سامنے نہیں آتا۔"
شیخ نے لمحہ بھر توقف کیا، پھر بولے —— "پکارنے والا سننے والے
سے جدا نہیں، اور اپنے آپ کو دیکھنا بہت مشکل ہے۔"
بعد دیر کے ٹیک لگائی اور کہنے لگے —— "ذہن کے دو حصے ہیں،
داہنی طرف والا اور بائیں طرف والا، ایک پرانا اور دوسرا نیا ذہن۔ پرانا ذہن
ہمارا لاشعور ہے ہماری انسانیت بلکہ پوری کائنات کی تاریخ، ایک تہ در تہ ایک

وقت ــــــــ نیا لمحہ جدید احساس اور نئے امکانات کی دنیا ہے یعنی شعور
دونوں کے درمیان ایک رابطہ ہے ــــــ کثیر رنگی اتحاد ــــــ جب
کبھی اس رابطے میں کوئی بحران پیدا ہو جائے تو پرانے ذہن سے چیزیں سرک
کر نئے ذہن میں آجاتی ہیں۔ سارا ماحول غیر معمولی بن جاتا ہے: پراسرار آوازیں سنائی
دیتی ہیں، چیزوں کے نئے چہرے، نئے معنی دریافت ہوتے ہیں ــــــ
کشف و کرامات ــــــ اسرار، آوازیں ــــــ جو اپنے ہونے کا احساس
دلاتی ہیں،
باتیں ــــــ جو سمجھ میں نہیں آتیں،
کیا ایک دوسرے کی باتیں سمجھنا ضروری بھی ہے؟ ہم سب زندگی کو اپنے
اپنے دریچے سے گزرتے دیکھتے ہیں تو پھر ایک دوسرے کے ساتھ یہ شرکت کیا؟ بلکہ
کیوں؟ ایک نہ ایک لمحہ یا مقام تو ضرور ایسا ہے جو صرف اور صرف اپنا ہوتا ہے:
جہاں کوئی دوست، ماں باپ، بیوی بچے شرکت نہیں کرتے۔ تنہائی کا ایک لمحہ،
اپنا لمحہ!
میں اس ایک لمحے کی لذت میں گم رہنا چاہتا ہوں، زندگی کی سنسان سڑک
پر خاموشی سے چلتے جانا اور ایک دن نیستی کی دھند میں ڈوب جانا، لیکن یہ جو
کبھی کبھی مڑ کر دیکھنے کی خواہش ہے، ماضی کے مشفق ہاتھ کی گرم گرم تھپک ــــ
ــــ بڑی سڑک کے موڑ پر تالاب کے کنارے اونچے ٹیلے پر مزار، مزار
سے اٹھتی دھول کی لہکتی تھاپ، منڈیر پر جھکے شیخ ابوالمختار شہدی اور
تالاب میں ڈوبتے سورج کا عکس،
"یا شیخ ــــــ یہ ماضی، حال اور مستقبل کا کیا اسرار ہے؟ ہم
کہاں زندہ رہتے ہیں اور کہاں فنا ہو جاتے ہیں؟"
شیخ کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز پراسرار تبسم ابھرا، بولے ــــــ "وقت
ایک دریا کی مانند ہے جس کی لہروں کو گنگ [illegible] نہیں کیا جا سکتا [illegible]

وصف سنگ تعلق تو رہیں، ماضی کی رو سے حال، حال کی رو سے مستقبل اور مستقبل
کی رو سے پھر ماضی طلوع ہوتا ہے، ایک دائرہ جس کا ایک مرکز ہے اور اس مرکز
کی کوئی زبان نہیں: کوئی اس کا احاطہ کر سکتا ہے۔"

میں نے پوچھا ——— "تو اے شیخ اس دائرے کا تسلسل کیا ہے"

شیخ نے ذرا توقف کیا پھر کہا ——— "فہم انسانی اس تسلسل تک رسائی
نہیں رکھتی، اس کی رسائی تو عام درجے تک بھی نہیں،
حقیقۃ الحقیقت اور حق الحقیقت تک اس کا پہنچنا ممکن
ہے، اس کے لئے نفس کو فنا کرنا پڑتا ہے"

میں اپنے نفس کو فنا نہیں کر سکا، اس لئے میں اس بھید کو نہیں پا سکا۔

میں نے پوچھا ——— "اے شیخ آپ نے تو اس بھید کو پا لیا ہوگا"

شیخ نے ٹھنڈی آہ بھری ——— "وہ خرقہ پوش شہید کی خاک سے اٹھا
اور مرشد کے حکم کے مطابق مسافتیں طے کرتا اس شہر کے دروازے پر پہنچا،
اسی فصیل پر اس نے چلہ کاٹا اور یہیں خاک ہو کر مٹی میں ملا ——— برسوں
بعد اسی خاک سے اس جواں مرد نے جنم لیا ———

شہر کی حفاظت کرتے فصیل پر جان دی، پھر اسی لہو سے اب برسوں
بعد ———"

میں نے بے چینی سے پوچھا ——— "اور اب برسوں بعد ———
کون ——— اے شیخ کون؟"

شیخ کچھ نہ بولے، لمحہ بھر کے لئے میں نے خرقہ پوش کی دستک سنی، فصیل شہر
پہ بہتے تازہ لہو کی مہک، چائے خانے کی میز پر مکہ مار کر بحث کرتے جوان کی
آواز ——— منظر سمٹ کر، ایک نقطہ بن کر شیخ کے وجود میں
سما گئے،

میں نے کہا ——— "اے شیخ اگر وہ خرقہ پوش، وہ جانباز مرد، وہ جوان

سب آپ ہی تو ہیں کیا نہیں؟

شیخ نے مجھے دیکھا، بولے ـــــــ ایک مرتبہ کل جہان کے پکھیرو سی مرغ کی تلاش میں نکلے، برسوں بعد جب وہ تپتے صحراؤں، بیابانی جنگلوں اور موت کی سات وادیوں سے گزر کر کوہ قاف پہ پہنچے تو لاکھوں میں سے صرف تیس باقی رہ گئے۔ یہ تیس پرندے مختلف دروازوں سے گزر کر آخر کار ایک ایسے پردے کے سامنے پہنچے جس کے پیچھے سی مرغ پوشیدہ تھا۔ پردہ اٹھا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے سامنے ایک آئینہ ہے جس میں ان کا اپنا عکس دکھائی دے رہا ہے"

میں نے سر اٹھایا ـــــــ وہاں کوئی نہیں تھا،

یا شیخ ـــــــ یا شیخ

لیکن شیخ ابوالعطار مشہدی کا کچھ پتہ نہیں تھا، مزار سنسان پڑا تھا، نہ کوئی جھنڈا، نہ ڈھول کی تھاپ، ہر طرف ایک ویرانی اور اداسی، شاید مدتوں سے وہاں کوئی زائر نہیں آیا تھا املتاس نہ جانے کب سے ٹنڈ منڈ سر جھکائے اپنے آپ سے باتیں کئے جا رہا تھا،

(اوراق لاہور، جون جولائی ۱۹۸۸ء)

سریندر پرکاش

سوکھا

ایک — گاؤں سے ابا جان کا خط آیا ہے کہ وہاں بھیانک سوکھا پڑ گیا ہے زمین جگہ جگہ سے تڑخ گئی ہے۔ ڈھور ڈنگر تو مرے ہو رہے ہیں۔ دُور دُور تک کُتّے کے بھونکنے کی آواز سنائی نہیں دیتی ہے۔ سارے گاؤں میں ایک عجیب سی ویرانی طاری ہے۔ اماں جی خیریت سے ہیں۔ کراچی سے اشفاق کا کوئی خط نہیں آیا ہے۔ بڑی تشویش ہو رہی ہے ....

دو — میں اس سے پہلے اسے بالکل نہیں جانتا تھا — ایک دن وہ میرے ایک بہت ہی قریبی دوست کے ہاں بیٹھا ہوا تھا۔ پاؤں سے ننگا۔ کمر کے گرد ایک سفید انگوچھا لپیٹ رکھا تھا جس کے نیچے سادھوؤں جیسی لنگوٹ باندھ رکھی تھی اور ایک سفید پرنا کندھوں پر ڈال رکھا تھا — اس کا جسم دبلا پتلا تھا۔ مگر سر اُس کے وجود سے قدرے بڑا تھا۔ سر کے بال اور داڑھی مونچھیں ایک ہی جیسی تھیں۔ لگتا تھا چند مہینے پہلے ایک ساتھ ہی سر اور داڑھی مونچھیں گھٹوائی تھیں۔ رخساروں پر جہاں آنکھوں کے قریب داڑھی کے بال شروع ہوتے تھے وہاں سے سرخیاں پھوٹ رہی تھیں۔ آنکھیں چھوٹی چھوٹی مگر چمکدار تھیں۔ پیشانی پر کچھ ایسی لکیریں تھیں کہ جن پہ کبھی کبھی کسی تحریر کا شبہ ہوتا تھا — ہونٹوں پر ایک عجیب و غریب قسم کی مسکراہٹ ناچتی رہتی تھی۔

میں اپنے بہت ہی قریبی دوست کے ہاں کوئی دو گھنٹے رہا۔ اس دوران میں اُس نے اپنے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکالا تھا — بس ہماری ہر بات پر ردِعمل کے طور پر مسکرا دیتا تھا۔ اُس کے مسکرانے سے کبھی تو اُس کے سفید دانت اپنی جھلک دکھا جاتے تھے اور کبھی دونوں پتلے ہونٹوں کے درمیان ایک لکیر سی نمودار ہوتی تھی۔ میرے بہت ہی قریبی دوست نے ہم دونوں کو ایک دوسرے سے متعارف تک کرانا مناسب نہ سمجھا تھا۔ مگر ہم نے ان دو گھنٹوں کے

ان ایک دوسرے کو اتنی بار دیکھا تھا کہ ایک دوسرے کے چہرے کے نقوش دل پر نقش ہو گئے تھے۔
میں اور میرا دوست دنیا بھر کے مسائل پر گفتگو کرتے رہتے تھے۔ کبھی عالمی اور کبھی
بالکل ذاتی۔ اور پھر اپنی ذات کی تقسیم کے بارے میں ——— اور اس نتیجے پر پہنچے
تھے کہ تقسیم زندگی کا لازم و ملزوم عمل ہے۔
اناج ایک کھیت میں پیدا ہوتا ہے، پھر تقسیم ہو کر گھر گھر پہنچ جاتا ہے ———
ان بڑھتا ہے، پھلتا پھولتا ہے اور پھر مختلف اکائیوں میں تقسیم ہو جاتا ہے — پانی پہاڑ سے
رنا بن کر گرتا ہے۔ پھر دریا بن کر بہتا ہے اور کئی ندی نالوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ملک چھوٹی
دی ریاستوں سے مل کر بنتے ہیں، اقتصادی اور تمدنی تقریر کرتے ہیں۔ پھر ایک ایک کر کے
ے حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں.......
گفتگو کے دوران وہ محض مسکراتا رہا تھا ——— مگر اس کی مسکراہٹ کے بھی کئی
یڈز تھے۔ کبھی لگتا تھا۔ وہ ہماری بات سے اتفاق کر رہا ہے۔ کبھی لگتا تھا، ہمیں کم علم سمجھ کر اگنور
رہا ہے۔ اور کبھی لگتا تھا وہ سرے سے ہی ہمارے ساتھ متفق نہیں ہے اور اس نے ہمیں بچہ
سمجھ کر معاف کر دیا ہے۔
میرا بہت ہی قریبی دوست راجد صادق میں بالکل اکیلا رہتا تھا ——— ملک کی
تقسیم کے دوران اس کے گھر والے اسے اسکول کے ہوسٹل میں ہی چھوڑ کر پاکستان چلے گئے
تھے ——— اس سارے معاملے کی تفصیل تو میں نے نہیں پوچھی مگر اندازہ ہے کہ انھوں
نے اسے اپنے ساتھ چلنے کو کہا ضرور تھا ——— مگر اس کی سمجھ میں یہ بات بالکل نہ آئی تھی کہ ملک
تقسیم ہو جانے سے ہجرت کیوں کر ضروری ہو گئی ہے۔ اس زمین سے، یہاں کے لوگوں سے یہاں
کی تہذیب سے جو اس کا رشتہ تھا وہ ایکا ایکی کیسے ٹوٹ گیا ہے ——— ملک میں فسادات
برپا ہو گئے تھے اور آگ، قتل، خون اور غارت گری پکار پکار کر کہہ رہی تھی کہ رشتے زخم خوردہ ہو کر
جل کر راکھ ہو گئے ہیں ——— جب اس پر یہ سب واضح ہوا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ قافلے والے
کوچ کر چکے تھے اور اب غبارِ راہ بھی باقی نہ تھا۔
میرے بہت ہی قریبی دوست نے اپنا لڑکپن اور جوانی بڑی مشکلوں سے
گذاری تھی۔ فاقے بھی کاٹے تھے اور تنہائی میں اپنا منہ ڈھانپ کر اکثر رویا بھی تھا مگر وہ
[illegible] تھے۔ وہ کام سے لگ گیا تھا۔ اس نے اپنا گھر بسا لیا تھا، اس میں [illegible]

ں کتابیں بے سہارے اس طرح کمروں میں بکھری رہی تھیں۔ اب جاکر اس الماری میں یکجا ی تھیں۔ ایک چھوٹا سا فرنیچر تھا، بیڈ روم تھا، ٹیلی ویژن تھا، کھانا وغیرہ بنانے کے لئے ایک الگ داشتہ تھی۔ (داشتائیں اکثر بدلتی رہتی تھیں مگر یہ ایسی مستقل تھی۔) اس کام چل نکلا تھا۔ اس کے شو ریک میں کئی پرانے جوتے پڑے تھے جو معمولی مرمت اور پالش کا ایک بھرپور ہاتھ مارنے سے کام دے سکتے تھے۔ مگر وہ آئے دن نیا جوتا خرید لیتا تھا۔ اس کے گھر میں لوہے کی ایک الماری بھی تھی۔ جس میں وہ اپنے کپڑوں کے علاوہ روپے پیسے بھی رکھتا تھا۔ وہ گھر سے باہر جاتے وقت ان روپوں میں سے چند روپے نکال کر جیب میں رکھ لیتا تھا اور باقی روپوں کو احتیاط سے پھر خفیہ خانے میں چھپا دیتا تھا۔ میں نے کئی بار سوچا الماری کی چابی تو اسی کے پاس رہتی ہے۔ پھر وہ روپے کس سے چھپاتا ہے۔ شاید اپنے آپ سے۔

پھر ہم سب اٹھے۔ میرے بہت ہی قریبی دوست کو اپنے کام کاج کے سلسلے میں کہیں جانا تھا ___ اس نے اس سے کہا ___ "اچھا تو اکبر صاحب اب چلتے ہیں۔" وہ اپنی داڑھی کے بالوں میں انگلیاں پھراتا ہوا مسکرایا اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں اور میرا بہت ہی قریبی دوست اس کے پیچھے پیچھے نکلے ___ دروازے تک پہنچ کر میرے بہت ہی قریبی دوست نے اپنے ملازم کو ہدایات دیں کہ اگر کہیں سے فون آجائے تو اسے کیا کہنا ہے.....

تین ۔ میری شادی پندرہ اگست انیس سو اکیاسی کو ہوئی تھی ___ میری بیوی کا نام کلثوم ہے۔ وہ رشتے میں میری خالہ کی بیٹی ہے جو کراچی میں اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ رہتی ہے۔ کراچی میں ہمارے اور بھی رشتہ دار رہتے ہیں۔ کلثوم اور میں تقسیم ملک کے بہت بعد پیدا ہوئے تھے۔ وہ پاکستان سے یہاں آکر رہنا چاہتی تھی۔ پاکستان اس کا ملک تھا۔ میں ہندوستان چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا۔ ہندوستان میرا اور میرے پرکھوں کا ملک تھا ___ لیکن کلثوم کا دھیرے دھیرے یہاں جی لگ گیا ہے۔ وہ ایک اچھی بیوی ثابت ہوئی ہے ___ میرا بڑا لڑکا عاصم پانچ برس کا ہے اور چھوٹی لڑکی شہلا تین برس کی ہے۔ اتفاق سے وہ دونوں بھی پندرہ اگست ہی کے دن پیدا ہوئے تھے۔ دونوں بچے قریب کے ایک کرسچین اسکول میں پڑھنے جاتے ہیں۔ وہاں اچھی پڑھائی ہوتی ہے۔ اور انگریزی زبان میں تعلیم حاصل کرنے سے بچے بڑے

عارضہ ہو جاتے ہیں۔
میں جہاں ایک اخبار میں ملازم ہوں۔ اخبار نویسی میرا پسندیدہ پیشہ ہے۔ مجھا
ں میں خوب جی لگتا ہے۔ پچھلے دس برس سے یہ تیسرا اخبار کا دفتر ہے جہاں میں پچھلے تین برس سے
م کر رہا ہوں۔ میں نے پہلے تین اخباروں کی نوکریاں اس لئے چھوڑیں کہ مجھے اُن کی پالیسی سے
ختلاف ہو گیا تھا۔ مالکان کہتے کچھ تھے اور کرتے کچھ اور تھے۔ کئی بار وہ سیاست دانوں کے دباؤ
سے اگر کچھ ایسا لکھنے اور چھاپنے کو کہہ دیتے تھے جو اخبار کی پالیسی کے بالکل خلاف تھا۔
جیسا میں آج کل کام کر رہا ہوں اس کے سلسلے میں ایسا تو نہیں کہا جاسکتا کہ
میں وہاں پوری طرح مطمئن ہوں۔ مگر چونکہ اخبار چھوٹا ہے، اس پر زیادہ دباؤ نہیں۔ لہٰذا بات
مل اور ٹھیک طرح سے کہی جاسکتی ہے۔ ہمارے اخبار کو اشتہارات بھی زیادہ نہیں ملتے۔ کبھی کبھی
سی بڑی کمپنی کی اشتہار دینے کے سلسلے میں کچھ خاص شرائط ہوتی ہیں۔ انھیں پورا کرنے کے
لئے کچھ الم غلم چھپ جاتا ہے مگر یہ سب پارٹ آف دا گیم ہے ——— آج کل ہم سرکاری پارٹی
کی کھلے بازوں کے خلاف بہت کچھ لکھ رہے ہیں ——— ہمارے ملک میں اپوزیشن بالکل بٹی ہوئی
ہے۔ اس کے سامنے کوئی واضح پروگرام بھی نہیں ——— سچ پوچھئے تو ہم اخبار والے سرکاری
بدعنوانیوں کا پردہ فاش کر رہے ہیں۔ دشمن کا دشمن دوست والے فارمولے کے تحت اپوزیشن
پارٹیاں یہ سمجھتی ہیں کہ اخبار ان کے حق میں ہیں۔
آج اگست کی تیس تاریخ اور سنہ انیس سو ستاسی ہے۔ اتوار کا دن ہے اور میں
گھر میں بیٹھا چھٹی منا رہا ہوں۔ بچے بھی آج اسکول نہیں گئے۔ دوپہر کا کھانا کھا کر بچے اور کلثوم
ستا رہے ہیں۔ میں بیٹھا ابا جان کو خط لکھ رہا ہوں۔
ابا جان کی تشویش جائز ہے۔ میرا بڑا بھائی اشفاق اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کراچی
میں رہتا ہے ——— اور ایک عرصے سے اس کا کوئی خط نہیں آیا۔ کراچی میں مہاجرین اور پٹھانوں
کے بیچ تصادم اور فساد کی خبریں اخباروں میں مسلسل چھپ رہی ہیں۔
ابا جان قیام پاکستان کے بہت بڑے حامی تھے۔ حصول پاکستان کی تحریک میں
انھوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا ——— لیکن جب بٹوارہ ہوا تو وہ دنگ رہ گئے۔ مدتوں بعد ہی
کہ پاکستان میں شامل نہیں کیا گیا تھا ——— یوپی کے مسلمانوں نے پاکستان کے حصول کے
[illegible] بڑی قربانیاں دی تھیں۔ مگر ان کا کوئی خیال ہی نہیں کیا گیا۔ [illegible] یوپی کے مسلمانوں [illegible]

تھی۔ کتابیں برسہابرس مختلف گھروں میں بھٹکتی رہی تھیں۔ اب جا کر یہ اس الماری میں یکجا ہوئی تھیں۔ یہی جو کمرہ تھا بیٹھک تھا، بیڈ روم بھی تھا۔ ٹیلی ویژن تھا کھانا وغیرہ بنانے کے لئے الگ تھا اور ایک داشتہ تھی۔ (داشتائیں اکثر بدلتی رہتی تھیں مگر یہ اسامی مستقل تھی۔) اس کا کام چل نکلا تھا۔ اس کے شو ریک میں کئی پرانے جوتے پڑے تھے جو معمولی مرمت اور پالش کا ایک بھرپور ہاتھ مارنے سے کام دے سکتے تھے۔ مگر وہ آئے دن نیا جوتا خرید لیتا تھا۔ اس کے گھر میں لوہے کی ایک الماری بھی تھی۔ جس میں وہ اپنے کپڑوں کے علاوہ روپے پیسے بھی رکھتا تھا۔ وہ گھر سے باہر جاتے وقت ان روپیوں میں سے چند روپے نکال کر جیب میں رکھ لیتا تھا اور باقی روپیوں کو احتیاط سے چور خانے میں چھپا دیتا تھا۔ میں نے کئی بار سوچا الماری کی چابی تو اس کے پاس رہتی ہے۔ پھر وہ روپے کس سے چھپاتا ہے۔ شاید اپنے آپ سے۔

پھر ہم سب اُٹھے۔ میرے بہت ہی قریبی دوست کو اپنے کام کاج کے سلسلے میں کہیں جانا تھا ـــــ اس نے اُس سے کہا ـــــ "اچھا تو اکبر صاحب اب چلتے ہیں"

وہ اپنی داڑھی کے بالوں میں انگلیاں پھراتا ہوا مسکرایا اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں اور میرا بہت ہی قریبی دوست اس کے پیچھے پیچھے نکلے ـــــ دروازے تک پہنچ کر میرے بہت ہی قریبی دوست نے اپنے ملازم کو ہدایات دیں کہ اگر کہیں سے فون آجائے تو اُسے کیا کہنا ہے.....

تین ــ میری شادی پندرہ اگست انیس سو اکیاسی کو ہوئی تھی ـــــ میری بیوی کا نام کلثوم ہے۔ وہ رشتے میں میری خالہ کی بیٹی ہے جو کراچی میں اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ رہتی ہے۔ کراچی میں ہمارے اور بھی رشتہ دار رہتے ہیں۔ کلثوم اور میں تقسیم ملک کے بہت بعد پیدا ہوئے تھے۔ وہ پاکستان سے یہاں آکر رہنا چاہتی تھی۔ پاکستان اس کا ملک تھا۔ میں ہندوستان چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا۔ ہندوستان میرا اور میرے پرکھوں کا ملک تھا ـــــ لیکن کلثوم کا جی دھیرے دھیرے یہاں بھی لگ گیا ہے۔ وہ ایک اچھی بیوی ثابت ہوئی ہے ـــــ میرا بیٹا شاہد ندیم پانچ برس کا ہے اور چھوٹی لڑکی شہلا تین برس کی ہے۔ اتفاق سے وہ دونوں کم پندرہ اگست ہی کے دن پیدا ہوئے تھے۔ دونوں بچے قریب کے ایک کرسچین اسکول میں پڑھنے جاتے ہیں۔ وہاں اچھی پڑھائی ہوتی ہے۔ اور وہ انگریزی زبان میں تعلیم حاصل کرنے سے بچے پڑے۔

اسمارٹ ہو جاتے ہیں۔

میں یہاں ایک اخبار میں ملازم ہوں۔ اخبار نویسی میرا پسندیدہ پیشہ ہے۔ میرا اس میں خوب جی لگتا ہے۔ پچھلے دس برس میں یہ چوتھا اخبار کا دفتر ہے جہاں میں پچھلے تین برس سے کام کر رہا ہوں۔ میں نے پہلے تین اخباروں کی نوکریاں اس لئے چھوڑیں کہ مجھے اُن کی پالیسی سے اختلاف ہو گیا تھا۔ مالکان کہتے کچھ تھے اور کرتے کچھ اور تھے۔ کئی بار وہ سیاست والوں کے دباؤ میں آکر کچھ ایسا لکھنے اور چھاپنے کو کہہ دیتے تھے جو اخبار کی پالیسی کے بالکل خلاف تھا۔

جیسا میں آج کل کام کر رہا ہوں اس کے سلسلے میں ایسا تو نہیں کہا جاسکتا کہ میں وہاں پوری طرح مطمئن ہوں۔ مگر چونکہ اخبار چھوٹا ہے، اس پر زیادہ دباؤ نہیں۔ لہٰذا بات کھل کر اور ٹھیک طرح سے کہی جا سکتی ہے۔ ہمارے اخبار کو اشتہارات بھی زیادہ نہیں ملتے۔ کبھی کبھی کسی بڑی کمپنی کی اشتہار دینے کے سلسلے میں کچھ خاص شرائط ہوتی ہیں۔ انھیں پورا کرنے کے لئے کچھ الم غلم چھپ جاتا ہے مگر یہ سب پارٹ آف دا گیم ہے ــــــ آج کل ہم سرکاری پارٹی کی گھپلے بازیوں کے خلاف بہت کچھ لکھ رہے ہیں ــــــ ہمارے ملک میں اپوزیشن بالکل بٹی ہوئی ہے۔ اس کے سامنے کوئی واضح پروگرام بھی نہیں ـــــ سچ پوچھئے تو ہم اخبار والے سرکاری بد دیانتیوں کا پردہ فاش کر رہے ہیں۔ دشمن کا دشمن دوست والے فارمولے کے تحت اپوزیشن پارٹیاں یہ سمجھتی ہیں کہ اخبار ان کے حق میں ہیں۔

آج اگست کی تیس تاریخ اور سنہ انیس سو ستاسی ہے۔ اتوار کا دن ہے اور میں گھر میں بیٹھا چھٹی منا رہا ہوں۔ بچے بھی آج اسکول نہیں گئے۔ دوپہر کا کھانا کھا کر بچے اور کلثوم ستا رہے ہیں۔ میں بیٹھا ابا جان کو خط لکھ رہا ہوں۔

ابا جان کی تشویش جائز ہے۔ میرا بڑا بھائی اشفاق اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کراچی میں رہتا ہے ــــــ اور ایک عرصہ سے اس کا کوئی خط نہیں آیا۔ کراچی میں مہاجرین اور پٹھانوں کے بیچ تصادم اور فساد کی خبریں اخباروں میں روز چھپ رہی ہیں۔

ابا جان قیام پاکستان کے بہت بڑے حامی تھے۔ حصول پاکستان کی تحریک میں انھوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا ــــــ لیکن جب بٹوارہ ہوا تو وہ دنگ رہ گئے۔ صوبجات متحدہ کو پاکستان میں شامل نہیں کیا گیا تھا ــــــ یوپی کے مسلمانوں نے پاکستان کے حصول کے لئے سردھڑ کی بازی لگادی تھی۔ مگر ان کا کوئی خیال ہی نہیں کیا گیا۔ مجبوراً یوپی کے مسلمانوں نے ہجرت

کرنے کی مخالف۔ مگر والد صاحب ہجرت کرنے کے حق میں بالکل نہ تھے۔ ان کا کہنا تھا پاکستان میں رہنے کے شوق میں وہ اپنے پرکھوں کی زمین سے الگ نہیں ہوں گے۔ وہ یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کے دلدادہ ہیں۔ اس تہذیب سے علاحدہ کیسے تو رہا جا سکتا ہے۔ پاکستان میں غیر مسلم نہیں رہیں گے۔ یہ تو ابا جان نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا ــــــ گلی محلہ اڑوس پڑوس اسی طرح رہے گا۔ بیٹے سے ان کا لین دین ویسے ہی رہے گا۔ غیر مسلم کی عزت آبرو اور جائداد کی پوری طرح حفاظت ہو گی مسلمان صحیح معنی میں اسلام کے دکھائے ہوئے راستے پہ چلے گا۔ بیوپار میں ترقی کرے گا اور اس کا ملک دنیا میں ایک درخشندہ ستارہ ہو گا۔ یہ تھا ابا جان کے تصور کا پاکستان۔ لیکن وہاں تو فسادات کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ کسی کا جان و مال محفوظ نہ تھا ــــــ ہمارے سب رشتہ دار ایک ایک کر کے پاکستان جا رہے تھے ــــــ مگر ابا جان ٹس سے مس ہونے کو تیار نہ تھے۔ ہمارے محلے کے تمام مکان جل کر راکھ ہو گئے تھے۔ مگر ہمارا مکان محفوظ تھا۔ آگ ساتھ والے خالی مکان تک پہنچ کر دم توڑ جاتی تھی ــــــ ابا جان کہتے ــــــ "دیکھا یہ ہے میرے مولا کی قدرت ــــــ ایمان والوں کی وہ خود ہاتھ دے کر حفاظت کرتا ہے۔"

کراچی کے فسادات کا ذکر تھا۔ فسادات تو یہاں بھی ہوتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں میرٹھ میں جو ہوا کیا وہ کم شرمناک تھا ــــــ ہم نے کئی بار بیٹھ کر ملک میں آئے دن ہونے والے فسادات کا جائزہ لیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے ذہنوں میں دو متضاد باتیں پل رہی ہیں۔ ہندو یہ سمجھتا ہے کہ جب مسلمانوں کو پاکستان مل چکا ہے تو پھر اس ملک سے اس کا کیا واسطہ اگر یہاں رہنا ہی ہے تو ہر رد کی سرکمی مل جاتی ہے۔ اسی پر اکتفا کرنا چاہیئے۔

مسلمان، کہتا ہے کہ مہاتما گاندھی اور جواہر لال نہرو نے مسلمانوں کو یہاں رہنے اور ہندوستان کو اپنا ملک سمجھنے کی تلقین کی تھی۔ اس کی جان و مال، مذہب اور تہذیب کی حفاظت کی ذمہ داری کی گارنٹی لی تھی۔ اس کا اس ملک پر یہاں کی معاشیات پر اور خوش حالی کے مواقع پر اتنا ہی حق ہے جتنا کسی اور کا ــــــ وہ یہاں اپنی آن بان اور شان و شوکت کے ساتھ رہنا چاہتا ہے اسے کسی کی مہربانی کی کیا ضرورت ــــــ ہم ایک دوسرے کے جذبے کا احترام نہیں کر رہے ہیں اور مذہب ہمیں ایک دوسرے سے دور لے جا رہا ہے۔

سوچ رہا ہوں ابا جان کو کیا لکھوں ــــــ؟ جب کراچی سے پھوپھی جان اشفاق کے لیے رشتہ لے کر آئیں تو ابا جان کو رشتے پر اعتراض نہ تھا۔ اشفاق کے پاکستان جا کر بھی جا

کے ساتھ رہنے پر اعتراض تھا۔ وہ اپنے بچوں کو اپنی آنکھ سے اوجھل نہیں کرنا چاہتے تھے ــــــ خالہ جان نے بھی زور دیا تھا کہ میں شادی کے بعد کلثوم کے ساتھ کراچی میں رہوں ــــــ مگر ابا جان بالکل راضی نہ ہوئے تھے۔ انہوں نے صاف کہہ دیا تھا۔

"میرے ایک بچے کو مجھ سے چھین لیا تم لوگوں نے۔ اب دوسری آنکھ کا تارا بھی چھیننا چاہتے ہو۔"

ابا جان بھبک کر رونے لگے تھے۔ میں نے زندگی میں ابا جان کو بس ایک ہی بار روتے دیکھا تھا۔ مگر اُن کے رونے کے پیچھے صرف بیٹے کی جدائی نہ تھی۔ ایسا مجھے محسوس ہوا تھا جیسے لگتا تھا جیسے اُن کے اندر ایک ایسے آدمی کا دکھ ہو ــــــ جس کے آنگن میں لگا ہوا ہرا درخت سوکھ گیا ہو۔

پھوپھی جان کا وہاں کافی پھیلا ہوا کاروبار تھا اور نسیمہ اُن کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اُن کو واقعی بھائی اشفاق کی سخت ضرورت تھی۔ مگر خالہ جان کے ساتھ تو ایسی کوئی بات نہ تھی۔ اور پھر میں بھی ہندوستان چھوڑ کر کہیں جانا چاہتا تھا۔ یہاں کی زندگی میں میں رچ بس گیا تھا ــــــ میں یہ سب سوچ رہا تھا۔ میں نے اپنے سامنے رکھے پیڈ کے کاغذ پر ایک لفظ بھی نہ لکھا تھا کہ دروازے پر ہمارے پڑوسی روشن لال جی کے بچے آکر کھڑے ہو گئے۔ راجیش اور سینہا میرے ہی بچوں کے ہم عمر تھے۔ گو وہ پندرہ اگست کو پیدا نہیں ہوئے تھے۔

"ندیم اور شہلا ہیں انکل ــــــ؟" دونوں نے سوال کیا۔

"ہاں بیٹا ــــــ اندر ہیں، شاید سو رہے ہیں" میں نے جواب دیا۔

دونوں سیدھے اندر والے کمرے کی طرف چلے گئے۔ وہ میرے بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لئے آئے تھے۔ روشن لال جی کے بچے بھی کرسچین اسکول میں میرے بچوں کے ساتھ ہی پڑھتے ہیں۔ پھر اندر سے چاروں بچوں کی آپس میں باتیں کرنے کی آوازیں آنے لگیں۔

میں نے پیڈ ایک طرف اُٹھا کر رکھ دیا۔ مجھ سے کچھ لکھا نہیں جا رہا تھا ــــــ ابا جان کا اُترا ہوا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا تھا ــــــ اور گھر کے آنگن میں اماں جی بیٹھی اُن کے لئے چولھے پر کھانا بناتی نظر آئیں ــــــ چولھے میں حسبِ معمول لکڑیاں جل رہی تھیں۔ دھواں گھٹ رہا تھا۔ اور اماں جی کی آنکھیں سرخ تھیں۔

میں آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر لیٹ گیا۔ جلدی ہی مجھے نیند آگئی۔ خواب میں بھی

ہی منظر اُبھرتے تھے جو ہم اپنے ارد گرد کھلی آنکھ سے دیکھا کرتے ہیں۔

چار خواب میں نظر آنے والے مناظر اور واقعات کی رفتار اصل زندگی میں ہونے والے واقعات کی رفتار سے دھیمی ہوتی ہے۔ وہ منظر زیادہ دیر نظر کے سامنے رہتا ہے مگر پھر بھی واضح نہیں ہوتا، کیوں کہ ہم اس منظر کو آنکھ سے نہیں ذہن کی کسی حس سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اسی کیفیت میں مجھے احساس ہوا کہ کوئی کمرے میں آکر میرے سامنے والے پلنگ پر بیٹھ گیا ہے ـــــ اس کے جسم سے نکلنے والی لہریں اور سانسوں کا ارتعاش سارے ماحول میں پھیل اور سکڑ رہا تھا۔ میں نے اچانک آنکھ کھول دی۔ سامنے اکبر بیٹھا تھا ـــــ وہ حسب معمول خاموش تھا اور مسکرا رہا تھا جیسے ہی میں اُٹھ کر بیٹھا اس کے ہونٹوں کے درمیان کی لکیر اور پھیل گئی۔

میں حیران ہو گیا ـــــ میرا اُس سے تعارف ہی نہیں ہوا تھا۔ وہ میرے گھر کیسے پہنچ گیا؟ ـــــ اسے میرا ایڈریس کیوں کر معلوم ہوا؟

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس کا استقبال کس قسم کے تاثرات ظاہر کر کے کروں، کہ اچانک وہ بولا ـــ "میرے آنے پر حیرانی ہو رہی ہے؟"

"نہیں ـــ وہ آپ اُس دن، آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔ در اصل وسیم میرا بہت قریبی دوست ہے،" میں نے یوں ہی کہہ دیا ـــ بعد میں اپنے جملے پر خود ہی حیران ہوا کہ کتنا بے معنی جملہ کہا تھا میں نے۔

وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنسا۔ جس کے ہزاروں مطلب ہو سکتے تھے ـــ وہ میری اور وسیم کی دوستی پر خوشی کا اظہار بھی ہو سکتا تھا اور ایسا تاثر بھی کہ کمال ہے وسیم تمہارا دوست ہے۔ بھلا وہ بھی کسی کا دوست ہو سکتا ہے ـــ اچانک میرے کانوں میں اس کی وہ آواز گونجی تھی ـــ جس آواز میں اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میں اس کے آنے پر حیران ہوں۔؟

وہ آواز مجھے جانی پہچانی سی لگی ـــ حالاں کہ اس روز بھی وہ وہاں بالکل خاموش بیٹھا رہا تھا۔ ایک لفظ بھی اس نے اپنے منھ سے نہیں کہا تھا۔

میں نے اس کے چہرے پر غور سے دیکھنا شروع کیا ـــ پھر اچانک پوچھا۔

"آپ کو میرا گھر کیسے معلوم ہوا۔؟"

"جانتا تھا میں ـــــ پہلے سے جانتا تھا ـــــ مگر کیا پہلی بار ہوں۔ مجھے آپ سے ایک بہت ہی ضروری کام ہے" اُس نے کہا۔

"فرمایئے" میں نے سوچا شاید وہ مجھ سے کچھ پیسے مانگنے آیا ہے۔

"کچھ پیسے چاہئیں۔؟" میں نے پوچھا۔

وہ مسکرایا ـــــ پھر اُس نے اپنے دونوں ہاتھ کھول کر فضا میں ڈمروؤں کی طرح بلائیے

"میری جیب ہی کہاں ہے، جہاں میں پیسے رکھوں گا" اس نے کہا ـــــ اور مجھے احساس ہوا ـــــ کے میرے سامنے ایک ایسا آدمی بیٹھا تھا ـــــ جس کی کوئی جیب ہی نہیں، جہاں پیسے رکھے جا سکتے تھے۔ میں آپ ہی آپ شرمندہ ہوا۔

"تو پھر بتایئے کیا کام ہے۔؟" میں نے اپنی حیرانی چھپاتے ہوئے پوچھا۔

"میں آپ کو ایک درخت دکھانا چاہتا ہوں" اس نے کہا۔

"درخت ـــــ؟" میری حیرانی اور بڑھ گئی ....

پانچ

سید حارثہ نے اس روز بہت پی رکھی تھی۔

جیسے ہی میں نے پریس کلب میں قدم رکھا، اس نے مجھے ہاتھ اٹھا کر پکارا۔

"ہائی بڈی ـــــ کم، یو آر ویل کم۔"

میں نہ چاہنے کے باوجود اس کی سمت بڑھا۔ وہ ایک کونے میں بیٹھا کیلا پی رہا تھا۔ اکثر وہ اکیلا ہی بیٹھا پیتا رہتا تھا۔ کوئی اس کے پاس بیٹھنا پسند نہیں کرتا تھا، کہ وہ شراب پی کر بپھر جاتا تھا اور جھگڑا کرنے میں ایک منٹ لگاتا تھا۔

سید حارثہ پریس کلب میں ہر روز ساڑھے پانچ بجے آجاتا تھا۔ تب ویٹر میزیں لگا رہے ہوتے تھے ـــــ اور گلاس چمکا رہے ہوتے تھے۔ وہ سب سے پہلے چار کا آرڈر دیتا ـــــ کوئی بھی ویٹر اپنا پہلا آرڈر چار کا دینا چاہتا تھا۔ وہ اسے پنوتی سمجھتے تھے ـــــ مگر کیا کیا جا سکتا تھا سید حارثہ کے پاس پریس کلب کا کارڈ تھا ـــــ گو وہ آج کل کسی اخبار میں کام نہیں کرتا تھا، مگر جب کام کرتا تھا تو اس نے یہ کارڈ بنوا رکھا تھا۔ جب اخبار کی نوکری چھوڑی تو فری لانسر ہو گیا مگر کارڈ ہولڈر بدستور رہا۔ وہ اسی مخصوص ٹیبل پر بیٹھا کرتا تھا ـــــ قاعدے کے خلاف ویٹرز نے یہ قاعدہ بنا لیا کہ وہ ٹیبل مختلف ویٹرز کو ملتا رہے ـــــ تاکہ کسی ایک کو سید حارثہ

رہو یت کرنے کی لگاتار تکلیف دُ اُٹھا بیٹھے۔

میں نے سوچا تھا۔ اُس سے دو ایک منٹ اِدھر اُدھر کی مار کر اُٹھ جاؤں گا کوئی
بہانہ بنا دوں گا ___ اُدھر جا کر بیٹھ جاؤں گا۔ میں اُس کے قریب گیا۔
"کہئے سرکار کیسے مزاج ہیں؟" میں نے رسنا کیا۔ ایک سرد آہ کھینچی اور کرسی کے
گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

سدھارتھ نے میرے چہرے کو بغور دیکھا۔ پھر دیکھتا ہی رہا۔ اچانک اُس کے چہرے
کی جھلیاں پھڑکنے لگیں ___ ایسے لگا جیسے مسکرانے کے تاثرات اس کے چہرے پر اُبھرے ہیں۔
پھر اچانک تاثرات بدل گئے اور اُس کی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو ڈھلک کر اس کے
رخساروں پر بہہ نکلے۔

"ارے ارے کیا بات ہے بھائی خیریت تو ہے؟" میں نے گھبرا کر پوچھا۔
"پہلے یہ وعدہ کرو کہ تم مجھے اکیلا چھوڑ کر نہیں جاؤ گے؟" اُس نے التجا کی۔
"نہیں نہیں، میں یہاں ہوں تمہارے پاس" میں نے جواب دیا۔
اس نے ویٹر کو بلایا اور میرے لئے ڈرنک کا آرڈر دیا۔
میں سوچنے لگا ___ سدھارتھ کو میں کب سے جانتا ہوں۔؟ برسہا برس سے۔

میں نے اپنے آپ کو جواب دیا۔

جب میں نیا نیا راجدھانی میں آیا تھا۔ اور اخبار میں پہلی نوکری کی تھی۔ تو میں
ایک عرصہ تک پریس کلب کا ممبر بن سکا تھا۔ اپرنٹس تھا۔ تنخواہ اتنی نہ تھی کہ ابا جان کو کچھ بھیجنے
کے بعد پریس کلب کا چندہ ادا کر سکتا۔ پھر اچانک ہماری یونین اپیلائیمنٹ کورٹ میں بونس کا
کیس جیت گئی اور دیوالی کے تیوہار کے موقع پر سب کو تین تین مہینے کی تنخواہ اکٹھی ملی ___ میں نے
کلب کا فارم بھرا اب اس پر دو سینئر ممبرز کے دستخط ضروری تھے، جو میرے کنڈکٹس کی ذمہ داری
لیں ___ ان دو میں سے ایک دستخط سدھارتھ کے تھے اور دوسرے آدمی کے دستخطوں کے لئے
اسی نے ایک سینئر ممبر کو پکار کر کہا تھا۔

"ورما ___ یہ بچے کے فارم پر انٹروڈکشن دے دو" سدھارتھ نے اپنا قلم اپنی
بش شرٹ کی جیب میں لگایا اور میں ورما کے پاس گیا ___ اس نے بغیر کسی حیل و حجت کے
کچھ پوچھے بغیر میرے ممبر شپ فارم پر دستخط کر دیئے۔

اس دن کے بعد میں نے کلب میں آ کر سدھارتھ کے ساتھ بیٹھنا شروع کر دیا ـ
مجھے حیرانی اس بات کی ہوئی کہ سوائے میرے اس کے پاس کوئی اور نہیں بیٹھتا تھا ـ بلکہ مجھے بھی لوگوں نے مشکوک نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا ـ میں حیران ہوا ـ پھر ایک دن میں نے ایک لونیک سے وجہ معلوم کرنا چاہی تو وہ مسکرا کر ٹال گیا ـ جب میں نے بار بار زور دے کر وجہ جاننے کی کوشش کی تو اس نے بتایا ـ کہ سدھارتھ پاکستانی ایجنٹ ہے ـ
مجھ پر تو گویا سکتہ طاری ہو گیا ـ
میں مسلمان ہوں ـــــ میرا نام شاہد عزیز ہاشمی ہے ـ میرے والد عبدالعزیز ہاشمی لکھنؤ کے قریب یوپی کے ایک گاؤں میں ایک چھوٹے موٹے زمیندار ہیں ـ میرے خاندان کے بہت سے افراد پاکستان ہجرت کر گئے ہیں ـ یہاں میرے والد اپنے عجیب الطرفین ہونے کی عزت آموں کا ایک باغ، کاشت کے قابل تھوڑی سی زمین، اپنے آبا کی ایک کشادہ حویلی اور میری اماں جی کے ساتھ رہتے ہیں ـــــ اور میں ان کا بیٹا ـــــ نئی دلی جو کہ ہمارے ملک ہندوستان کی راجدھانی ہے ـــــ میں ایک انگریزی روزنامہ اخبار میں سب ایڈیٹر ہوں ـــــ میں کسی بھی طرح ایک ایسے آدمی کے ساتھ راہ و رسم نہیں رکھ سکتا ـــــ جس پر پاکستانی ایجنٹ ہونے کا شبہ ہو ـ

مگر یہ شروع شروع کی بات ہے ـــــ اس بات کو کئی برس بیت چکے ہیں ـ میرا وہ نیک جس نے مجھے یہ سب بتایا تھا ـ اب بمبئی کے ایک انگریزی ایوننگ نیوز پیپر کا ڈپٹی چیف ایڈیٹر ہے ـ

اب جو لوگ سدھارتھ سے دور بھاگتے ہیں ـ تو اس کی وجہ اس کا چڑچڑاپن ہے ـ
سدھارتھ دن بھر کہاں رہتا ہے ـــــ کبھی کسی نے جاننے کی کوشش نہیں کی ـ وہ ٹھیک ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے کافی ہاؤس پہنچ جاتا ہے ـ اس وقت وہ انتہائی تروتازہ لگتا ہے ـ وہاں پاٹ میں کریم کافی پیتا ہے ـ چیز سینڈوچز کھاتا ہے اور کسی نہ کسی میگزین کی ورق گردانی کرتا ہے ـ ڈیڑھ بجے وہ کناٹ پیلس کے کسی ڈھابے میں کھانا کھاتا ہے ـــــ اپنی کار میں بیٹھ کر دلی کی کسی ویران سڑک کے کنارے کار کھڑی کر کے ـــــ اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر سو جاتا ہے ٹھیک دس بجے بیدار ہوتا ہے اور سیدھا پریس کلب پہنچ جاتا ہے ـــــ وہاں ساڑھے پانچ بجے تک ڈٹ کر پیتا ہے اور باتھ روم جا کر پھر تروتازہ ہو کر باہر نکلتا ہے ـــــ تب وہ شراب

پیا شور مچا رکھا ہے۔ ساڑھے دس بجے تک شراب پیتا ہے۔ کھانا کھاتا ہے ــ اپنا بل ادا کرتا ہے اور دو ڈالر کا نوٹ بیرے کو ٹپ دے کر اپنی کار میں بیٹھ کر اپنے گھر چلا جاتا ہے .....

چھ

اندھیرا بہت تھا اور میں الجھی کے ساتھ آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا ــــ ہم دونوں ایسے خاموش تھے جیسے کہ دم سادھ رکھا ہو ــــ اچانک مجھے احساس ہوا کہ ہم دونوں تاریخ اور جغرافیائی حدود پار کر گئے ہیں۔ اور وقت خشک ریت کی طرح ہمارے ہاتھوں سے پھسل گیا ہے۔

وہ کون سی جگہ تھی ــــ اور کیا وقت تھا، اس کا احساس بالکل نہ رہا تھا۔

کافی دیر کے بعد یعنی کئی یگ بیت جانے کے بعد ہم ایک جگہ پہنچے۔ ساتوں سمندر ہم نے پار کر لئے تھے ــــ اور سامنے ایک لق و دق صحرا تھا۔ اور دُور دُور تک اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔

اچانک چند سوروں کے رونے کی آواز سنائی دی اور پھر بڑے بڑے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ کی خوف زدہ کر دینے والی آواز ــــ ایسے لگا جیسے کسی نے کندھا پکڑ کر میرے جسم کا رُخ موڑ دیا ہے۔ اور سامنے ایک گھنا درخت تھا۔ جس کے ہر پتے سے روشنی پھوٹی پڑ رہی تھی

سات

سدھارتھ پہلے کتنی پی چکا تھا، اس کا مجھے علم نہیں، لیکن میرے ساتھ اس نے چار پیگ پئے تھے۔ اگر آپ چار پیگ گھر پر اکیلے بیٹھ کر پئیں تو کچھ بہت ہو گیا اور اگر کسی بار میں یا کلب میں آپ کسی دوست کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ تو بھی کم نہیں ہوتے۔

میں نے کہا ــــ "سدھارتھ صاحب! لگتا ہے آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں"

"ہاں" ــــ اس نے گلاس میں سے گھونٹ بھرا اور مختصر جواب دیا ــــ پھر خاموشی چھا گئی۔ گہری خاموشی۔ شراب کے نشے کی وجہ سے مجھ میں اور سدھارتھ میں فاصلہ بڑھ گیا۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس نے کچھ کہا ہے۔ مگر میں سن نہیں پایا ہوں۔ ساڑھے دس بج گئے ہم دونوں نے مل کر کھانا کھایا اور اٹھے ــــ پریس کلب کے باہر پہنچ کر وہی روز مرہ کا مسئلہ آ کھڑا ہوا۔ یعنی اسکوٹر ــــ دُور دُور تک کوئی اسکوٹر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"میں تمہیں گھر چھوڑ دوں گا" سدھارتھ نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔ ہم دونوں اس کی کار میں بیٹھ گئے۔ اس نے کار اسٹارٹ کی ــــ کار نئی دہلی کی جگمگاتی سڑکوں پر بھاگتی رہی مجھے لگا سدھارتھ اپنی بات کہنے کی کوشش کر رہا ہے۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں سدھارتھ؟" میں نے فکرمندی سے پوچھا۔

"کہیں بھی نہیں" اس نے جواب دیا۔

"گھر جانا ہے بھائی" میں نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اور ہاں گھر ـــ پہلے ہم تمہارے گھر چلیں گے۔ میں تمہیں وہاں چھوڑ دوں گا
میں جانتا ہوں تم راما کرشنا پورم رہتے ہو"

"مگر تم ادھر کدھر جا رہے ہو؟"

"میں پہلے نروان پر بات کرنا چاہتا ہوں"

"میں کچھ سمجھا نہیں"

"بُدھ نے کئی ہزار جنم لئے تھے۔ میں تمہیں اس کے ایک جنم کی کتھا سنانا چاہتا ہوں" سدھارتھ نے کہا اور کار ایک ویران سڑک کے بائیں کنارے روک دی۔ رات کا وقت تھا۔ اندھیرا بھائیں بھائیں کر رہا تھا اور درخت سائیں سائیں کر رہے تھے......

آٹھ

کپل وستو ـــ کپل وستو ـــ میں نے پلٹ کر دیکھا۔

کپل وستو ایکا ایکی زمین میں دھنس گیا تھا ـــ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں نیوز کارنیکل میں کام کرتا تھا ـــ میں اسٹاف رپورٹر تھا۔ میری بیوی سونیا بزنس مینجمنٹ کی ڈپلوما ہولڈر تھی ـــ شادی کے بعد وہ نوکری کرنے کی خواہش مند تھی۔ مگر پہلا بچہ ٹھیک دس مہینے کے بعد پیدا ہو گیا۔ بہت پیارا بچہ تھا ـــ ہم دونوں بچے کے عشق میں مبتلا ہو گئے اس کی دیکھ بھال ٹھیک سے ہو سکے۔ لہٰذا اس نے نوکری کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ـــ گھر کے اخراجات بڑھ گئے تھے اور صرف میری تنخواہ سے گذر بسر مشکل ہو گیا ـــ پھر بھی جیسے تیسے ہم زندگی کی گاڑی گھسیٹ رہے تھے۔ اس دوران سونیا کا شادی سے پہلے کا بینک بیلنس ختم ہو گیا۔ پھر اس نے ایک ایک کر کے اپنے زیور بیچنے شروع کر دیئے۔ یہ سب وہ مجھے بتائے بغیر کر رہی تھی۔ اچانک گھر میں آرٹی فیشیل جیولری نظر آنے لگی مگر اسے سونیا کا شوق سمجھ کر نظر انداز کر گیا ـــ آخر ایک دن یہ راز کھلا۔ تب تک ڈیڑھ برس کا عرصہ ہو چکا تھا۔ مجھے سونیا کے زیور بکنے کا بہت افسوس ہوا ـــ لیکن اب کیا کیا جا سکتا تھا ـــ نیا نیا گھر بنایا تھا۔ شادی سے پہلے تنہا رہنے کی عادی زندگی گذار رہا تھا۔ بے سروسامانی کا عالم تھا ـــ سونیا چاہتی تھی کہ گھر سیٹ

جہیز وغیرہ لینے کی سب چیزیں ممنوع ہوں۔ شادی کے موقع پر میں نے سونیا کے والدین سے کسی قسم کا جہیز لینے سے انکار کر دیا تھا ـــــ سارا جہیز بہو دلہن کا آن پڑا تھا ـــــ لہٰذا ہم دونوں نے تب یہ فیصلہ کیا کہ سونیا کو کہیں نوکری کر لینی چاہیئے۔ میں اور سونیا مناسب جاب کی تلاش میں تھے ـــــ تنخواہ کے علاوہ کچھ ہو سکتی تھی۔

اچانک میری ملاقات ڈیبی روبن سے ہو گئی۔

کناٹ پیلس میں واقع ریسٹورنٹ میں صبح گیارہ بجے ایک جام سیشن لگتا ہے۔ کئی کمپنیوں کے ایجنٹ کمپنیوں والے اور وہ لوگ جن کے بغیر کام کئے مقررہ آمدنی ہے۔ وہ اس وقت وہاں جمع ہو کر بیٹھتے ہیں۔ امیر گھرانوں کی عورتیں جو کناٹ پیلس میں شاپنگ کرنے آتی ہیں وہ بھی وہاں ناشتہ کرتی ہیں ـــــ میں دفتر کے کام کے سلسلہ میں ایک روز وہاں گیا تھا۔ وہاں ایک صاحب نے ملاقات کا وقت دیا تھا جن سے اپنی اسٹوری کے لئے انفارمیشن لینا تھی۔

میں ایک میز پر بیٹھا کافی پی رہا تھا۔ اور ان صاحب کا انتظار کر رہا تھا کہ اچانک ایک لڑکی میرے قریب آ کر کھڑی ہو گئی میں نے سر اٹھا کر اجنبی کی طرف دیکھا ـــــ بڑی پرکشش شخصیت تھی۔ وہ کوئی جاب کے لئے آئی ہوئی ـــــ چہرے پر بڑی دل نواز مسکراہٹ تھی۔

اس سے پہلے کہ میں کچھ بولوں۔ اس نے بڑی خوب صورت اور میٹھی آواز میں کہا۔

"مسٹر سدھارتھ ٹنڈن ہی ہوں گے ـــــ؟"

"جی ہاں" میں نے جواب دیا۔

"مجھے روبن کہتے ہیں" اس نے اپنا دایاں ہاتھ میری طرف بڑھایا۔

ہم دونوں نے مصافحہ کیا اور وہ میرے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر اُس نے پلٹ کر بیرے کو ہدایت دی کہ اُس کا آرڈر بھی میری ہی ٹیبل پہ لے آئے ـــــ میں حیرانی سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

"مسٹر سدھارتھ...... آئی ایم سوری۔ کیا میں آپ کو آپ کے فرسٹ نیم سے پکار سکتی ہوں ـــــ؟"

"آف کورس"

"میرا اس طرح اچانک آپ کو انٹروڈیوس کرانا آپ کو عجیب لگا ہوگا ـــــ؟"

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔

• مجھے آپ سے ایک بہت ضروری کام ہے مسٹر سعادت۔ آپ نیوز کرانیکل میں کام کرتے ہیں نا۔۔۔؟

• جی ہاں

• میں یہاں ایک چھوٹی سی نیوز ایجنسی چلا رہا ہوں؟ اس نے کہا اور اتنے میں میرا وہ آدمی آگیا۔ اور میں نے اسے دروازے میں سے اپنی طرف آتے دیکھا۔ وجے موہن بھانپ گیا۔ اور فوراً ہی اٹھتے ہوئے کہا۔

• ایکسکیوز می، پھر آپ کو کانٹیکٹ کرتا ہوں۔۔۔

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور اپنے آدمی سے باتیں کرنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک ٹیبل پر بیٹھا اپنا ناشتہ کر رہا ہے ـــــ پھر اچانک جب تھوڑی دیر کے بعد میری نظر اُدھر گئی تو وہ جا چکا تھا۔

اُسی شام وجے موہن پریس کلب میں مجھ سے ملنے آگیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اپنی نیوز ایجنسی کی طرف سے کچھ میٹریل لگاتار ہمارے اخبار میں چھپوانا چاہتا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اس سلسلے میں ایڈیٹر سے بات کرنا مناسب ہوگا۔

• ایڈیٹر کو بیچ میں کیوں لاتے ہیں۔ ہماری ایجنسی آپ کو اس کام کا کچھ معاوضہ بھی دے دیا کرے گی۔ مثلاً ڈیڑھ ہزار روپیہ مہینہ؟ اس نے اپنے پتے میرے سامنے کھول دیئے۔

ڈیڑھ ہزار روپے مہینے کی ایکسٹرا انکم! میں نے سوچا۔ روپوں کی مجھے واقعی بہت ضرورت تھی۔ پھر بھی میں نے کہا۔

• مجھے سوچنے کا موقع دیجئے۔۔۔

اس شام کا سارا بل وجے موہن نے ادا کیا۔ اور مجھے اپنی کار میں میرے گھر چھوڑ دیا۔

اتوار کا دن تھا۔ میں گھر پر ہی موجود تھا ـــــ گیارہ بجے کے قریب دروازے پر گھنٹی بجی۔ نوکرانی نے جا کر دروازہ کھولا ـــــ میں اپنے بیڈ روم میں منے کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ باہر سے میرے بارے میں پوچھا گیا۔ آواز جانی پہچانی تھی۔ میں بیڈ روم سے باہر نکلا ـــــ سامنے وجے موہن کھڑا تھا۔

• آئیے، آئیے؟ میں نے رسماً کہا۔

وجے موہن مسکراتا ہوا اندر آیا اور صوفے پر بیٹھ گیا ـــــ میں نے سوچا کہ آواز

دے کر کہاں جائے بنا کر لے آئے۔

چائے کے دوران دیجے موہن نے مجھے بتایا کہ وہ چند سفارت خانوں کا ـــــــ پبلک ریلیشنز کا کام دیکھتا ہے۔ اور ان کا لٹریچر وہ ہمارے اخبار میں چھپوانا چاہتا ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ وہ ایک نیوز آئٹم لگے۔ بجو نڈا پراپگنڈہ نہیں ـــــــ

میں سمجھ گیا کہ اس کام کے لئے واقعی سٹاف رپورٹر کی ضرورت ہی ہوسکتی ہے اور اسٹاف رپورٹر بھی ایسا کہ جس کی نیوز ایڈیٹر سے گاڑھی چھنتی ہو ـــــــ اور ہمارا نیوز ایڈیٹر سونیا کا ماموں زاد بھائی تھا۔ سونیا سے میری شادی اسی نے کروائی تھی۔

لہٰذا سارا معاملہ طے ہوگیا ـــــــ اس نے پہلے تین مہینوں کا معاوضہ ساڑھے چار ہزار روپے ایڈوانس دے دیا۔ اور جیسے ہی سونیا سامنے آئی اس نے اپنی جیب میں سے سونے کا ایک لاکٹ نکالا اور اسے پریزنٹ کردیا۔ لاکٹ لیا جائے یا نہ لیا جائے۔ ہم دونوں میاں بیوی تذبذب میں پڑ گئے ـــــــ پھر مجھے خیال آیا کہ سونیا کے پاس یہی زیور اصلی سونے کا ہوگا۔ باقی تو سب مصنوعی ہیں۔ میں خاموش رہا ـــــــ سونیا نے ایک آدھ بار میری طرف دیکھا۔ میرا ردعمل جاننا چاہا۔ میں نے کہا

"بھئی...... اب میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ بہت قیمتی تحفہ ہے دیجے موہن جی سے ہمارے تعلقات بہت ہی معمولی ہیں۔"

"آپ اس کی فکر نہ کریں سدھارتھ صاحب۔ آپ کے اور ہمارے تعلقات کے سلسلے میں یوں سمجھئے کہ سائی از دی لمٹ۔"

اور وہ باہر نکل گیا۔

"تم نے انتظار حسین کا افسانہ 'زرد کتا' پڑھا ہے شاہد عزیز؟" سدھارتھ نے مجھ سے پوچھا

"ہاں..... شاید پڑھا ہے۔ جس میں ایک پیر کی درگاہ پر زرد کتا بیٹھا پایا جاتا ہے۔"

"بالکل وہی"

میں نے باہر کی کھڑکی سے سر باہر نکال کر دیکھا۔ سڑک بالکل ویران تھی۔ جگہ جگہ سڑک پر دھوپ برس کے دھبوں کی طرح دکھائی دے رہی تھی۔ سدھارتھ کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

"اس کے بعد میرے گھر کے دروازے پر دیجے موہن کا زرد کتا بیٹھ گیا ـــــــ ایک آدھ مہینے کے بعد سونیا دیجے موہن کے دفتر میں بزنس منیجر کی حیثیت سے کام کرنے لگی۔ اس کی تنخواہ تھی پانچ ہزار روپیہ مہینہ۔ یعنی میری تنخواہ سے دگنی ـــــــ

میرے گھر کے تمام امور میں وجے موہن کا حد سے زیادہ دخل ہو گیا۔

متا پہلے پہل وجے موہن کے قریب بھی نہ جاتا تھا۔ اس کے چہرے پر پھیلی اجنبیت کو حیرانی سے ٹکر ٹکر دیکھتا تھا ـــــ مگر اب حالت یہ ہے کہ وہ اپنی روزمرہ کی ضروریات اور مسائل کے سلسلے میں وجے موہن ہی سے بات کرتا ہے۔

اب یہ سلسلہ سات آٹھ برس پرانا ہو گیا ہے۔ سونیا عملی طور پر وجے موہن کی داشتہ بن گئی ہے۔ کئی پارٹیوں میں وہ مسز وجے موہن کے خطاب سے پکاری گئی ہے۔ میری حیثیت میرے اپنے ہی گھر میں ایک اجنبی سی ہو گئی ہے ـــــ سونیا اور بچے سے سرسری سی بات چیت کو بھی کئی کئی مہینے ہو جاتے ہیں۔"

مگر آپ کی نوکری کا کیا ہوا اسد حارثہ صاحب؟ میں نے اچانک پوچھا۔

"شروع شروع میں جب سونیا نے ابھی وجے موہن کی نیوز ایجنسی کو جوائن ہی کیا تھا۔ تو اس نے مجھے بتایا، کہ جو کام وہ مجھ سے اور چند دوسرے لوگوں سے لیتا ہے اور جس کے بدلے ڈیڑھ یا دو ہزار روپیہ مہینہ معاوضہ دیتا ہے۔ اس کام کا معاوضہ وہ قریباً ایک لاکھ روپے کے قریب سفارت خانوں سے وصول کرتا ہے ـــــ میں سونیا اور وجے موہن کے دن بدن بڑھتے ہوئے تعلقات کو پسندیدگی کی نظروں سے نہیں دیکھتا تھا ـــــ جیسے ہی میں آواز بلند کرتا ـــــ دروازے پر بیٹھا زرد کتا گلا پھاڑ کر بھونکنے لگتا اور میری آواز حلق میں گھٹ کر رہ جاتی۔

ایک دن میں نے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ کمپرومائزنگ پوزیشن میں دیکھ لیا۔ اس وقت میں چپ رہا۔ اس طرح ظاہر کیا جیسے میں نے کچھ دیکھا ہی نہیں ـــــ اس روز میں نے بہت شراب پی۔ میں اپنے اندر اٹھنے والے بخارات کو دبانا چاہتا تھا مگر ایک لمحہ ایسا آیا کہ سب کچھ میرے قابو سے باہر ہو گیا ـــــ

میں نے گھر آ کر سونیا سے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ سب میری برداشت سے باہر ہے سونیا نے مجھے جھٹلانے کی کوشش کی۔ مجھے شکی اور جیلس کہا ـــــ مجھے غصہ آ گیا اور میں نے سونیا کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کر دیا ـــــ اس کے منہ سے خون ابل پڑا ـــــ وہ بستر پر گر گئی۔

اگلے دن جب میں آفس گیا ـــــ تو دوپہر کے بعد مجھے ایڈیٹر نے بلایا میں اس کے کیبن میں گیا تو اس نے مجھے بتایا ـــــ کہ میرے خلاف سی۔ بی۔ آئی کی انکوائری چل رہی ہے۔ میں ایک عرصہ ـــــ [illegible] پاکستانی سفارت خانے کا ملٹری نیوز کی ڈس کلوژر میں [illegible]

اور اس طرح میں ایک پاکستانی ایجنٹ سمجھا جاتا ہوں۔ لہٰذا مجھے فوراً اخبار کی نوکری سے استعفیٰ دے دینا چاہئے۔

استعفیٰ ٹائپ کر کے پہلے ہی سے رکھا تھا۔ مجھے اس پر صرف دستخط ہی کرنا تھے۔ اس پر لکھا ہوا تھا ـــــ کہ میں ذاتی وجوہ کی بنا پر نوکری سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں۔

نوکری سے نکالے جانے سے بہتر تھا کہ میں استعفیٰ دے دوں۔ لہٰذا میں نے دستخط کر دیئے۔

میں کئی دن تک ادھر اُدھر مارا مارا پھرتا رہا۔ کئی جگہ نوکری کی کوشش کی مگر میری بدنامی مجھ سے پہلے وہاں پہونچ چکی تھی۔ اب میں ایک غیر ملکی ایجنٹ کے طور پر جانا جانے لگا۔

ایک دن میں نے اپنے اخبار کے ایڈیٹر کو دیجے موہن کی کار میں اگلی سیٹ پر دیجے موہن کے ساتھ ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں داخل ہوتے دیکھا ـــــ پچھلی سیٹ پر ایک خوبصورت عورت ـــــ انتہائی قیمتی لباس میں بیٹھی تھی ـــــ میں اسے ٹھیک طرح سے پہچان نہ سکا۔ میرے اندر کیوریسٹی پیدا ہوئی۔ میں آگے بڑھا اور ایک ایسی جگہ کھڑا ہو گیا ـــــ جہاں سے کار میں سے اُترنے والے لوگوں کو بآسانی دیکھ سکوں ـــــ وہ عورت سونیا تھی۔ میں نے اُسے آخرکار پہچان ہی لیا۔ پہچاننے میں دقت اس لئے ہوئی کہ ایک عرصہ سے میں نے اس کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ حالاں کہ ہم ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ اچانک مجھے محسوس ہوا کہ سونیا کی صورت کافی بدل گئی ہے۔ اس کے چہرے پر ملائی جیسی ڈھلک آگئی تھی ـــــ اچانک مجھے لگا کہ دیجے موہن نے مجھے دیکھ لیا ہے۔

سارا معاملہ میری سمجھ میں آگیا تھا۔ میں وہاں سے واپس آکر پریس کلب میں گیا۔ اور شراب پینے لگا ـــــ میں نے اس رات اتنی شراب پی کر وہیں گر گیا ـــــ

صبح جب میری آنکھ کھلی تو میں ایک صوفے پر لیٹا ہوا تھا ـــــ میرا سر بری طرح پھٹا جا رہا تھا ـــــ میں نے اپنی گھڑی پر وقت دیکھا۔ صبح کے ساڑھے چھ بجے تھے۔ ارد گرد کلب کا کوئی ملازم نظر نہ آرہا تھا کہ چائے منگوا سکوں۔

میں کلب کی عمارت سے باہر نکلا۔ سامنے والے اسٹال پر سے چائے پینے لگا۔ اچانک ایک کار میرے قریب آکر رکی پھر اس کا دروازہ کھلا۔ میں نے جھک کے دیکھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر دیجے موہن بیٹھا تھا ـــــ میں نے چائے کے پیسے دیئے ـــــ اور گاڑی میں جا بیٹھا۔

گاڑی میرے گھر کے باہر جا کر رکی ـــــ ہم دونوں اندر گئے۔ سونیا ڈرائنگ روم

میں صوفے پر بیٹھی تھی۔ اس کا چہرہ ویران تھا۔ بال اُلجھے ہوئے تھے اور وہ جاگی ہوئی سی تھی۔ مجھے دیکھ کر ـــــ اس نے اُٹھ کر دونوں ہاتھ اپنے ہاؤس کوٹ کی جیبوں میں ڈالے اور اندر چلی گئی۔

اس کی نظروں سے مجھے لگا جیسے میں کوئی مجرم ہوں۔

"مسٹر سدھارتھ" وجے موہن کی آواز میرے ذہن سے ٹکرائی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا ـــ وہ میرے سامنے بیٹھا تھا۔ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ وہ ایک لمحہ رکا اور پھر کہنے لگا۔

"میں نے طے کیا ہے کہ تم جو چیز جہاں ہے اسے وہیں رہنے دو۔ جو کام جس طرح سے چل رہا ہے۔ اسے ویسے ہی چلنے دو ـــــ تم چاہو گے بھی تو کچھ بدلے گا بھی نہیں۔ گیا ہوا وقت واپس کبھی نہیں آئے گا ـــ ہم بزنس ایرا میں جی رہے ہیں۔ جہاں ہر چیز کو کامرس کے پوائنٹ آف ویو سے دیکھا جاتا ہے۔ ہمیں جذبات نہیں آنکڑوں سے، اعداد کی مدد سے زندگی گزارنا ہے۔ مجھے تمہاری ضرورت تھی۔ تم سے مجھے اقتصادی فائدہ تھا۔ میں نے کیلکولیٹ کیا کہ تمہیں اپنے قابو میں کیسے رکھا جاسکتا ہے ـــ تمہیں چند روپوں کی ضرورت تھی ـــ اور وہ چند روپے کسی وقت بھی تمہیں حقیر لگ سکتے تھے۔ میں نے تمہیں خاموش رکھنے کے لئے سونیا کو نوکری دے دی ـــ جب سونیا میرے قریب آئی تو مجھے پتہ چلا کہ اس کے اور بھی کئی مصرف ہیں۔ میں نے اُن تمام چیزوں کا فائدہ اٹھایا ـــــ مگر میں کوئی لفڑا نہیں چاہتا ـــ کام چلتا رہنا چاہیئے۔ رکنا نہیں چاہیئے۔ تم میرے کام میں رکاوٹ نہ بنو۔ اس کی قیمت تمہیں دینے کو تیار ہوں۔ آج سے تمہیں خاموش رہنے کی قیمت کے طور پر تین ہزار روپیہ ماہوار ـــــ اس گھر میں رہنے کی اجازت ـــ جو باہر کھڑی ہے وہ نئی ایٹ کار بھی اور پٹرول کوپن کی کاپی ڈیش بورڈ میں رکھی ہے۔ تم جب چاہو جتنا چاہو پٹرول ڈلوا سکتے ہو۔ مل جایا کرے گا۔ ویٹ اس آل۔"

وجے موہن نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا ـــــ اس نے میرے جواب کا انتظار بھی نہیں کیا ـــــ سچی بات تو یہ ہے کہ میرے پاس کوئی جواب تھا بھی نہیں ـــــ دوسرے لمحے مجھے احساس ہوا کہ دروازے پر بیٹھا ہوا زرد کتا مجھے دیکھ کر غرا رہا ہے۔

میں کئی برس سے یہ زندگی گزار رہا ہوں ـــ نہیں میں مر چکا ہوں۔ میں اسی دن مر گیا تھا جس دن وجے موہن نے سونیا کو سونے کا لاکٹ دیا تھا۔ اور میں نے اسے قبول کر لیا تھا۔ میں نے کامرس کے عہد میں قدم رکھ دیا تھا ـــ سود و زیاں کی دنیا ـــ کے اصول قبول کر لئے تھے جہاں۔

آدمی کی نہیں سلطنت کا نصف ہے۔ جو اپنے ذہن سے نہیں اپنے ماسٹر کے ذہن سے سوچتا ہے۔
اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں سدھارتھ صاحب؟ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا
۔ اس نے جیب سے ایک کاغذ کا ٹکڑا نکال کر میری طرف بڑھایا۔ اور کہنے لگا۔
" یہ میرا سوئیسائیڈ نوٹ ہے۔ میں نے زہر کھا لیا ہے۔ بس چند منٹ اور باقی ہیں۔
گاڑی میرے گھر کے باہر کھڑی کر دینا اور یہ نوٹ میری بیوی سونیا کو دے دینا۔
میں حیرانی سے سدھارتھ کی طرف دیکھا۔ اندھیرے میں اس کا چہرہ دمک رہا تھا اس کی آنکھیں اس درخت کے پتوں کی طرح درخشاں تھیں جو ابھرنے مجھے اس پل دکھایا تھا۔ جب وقت تھم ہوا تھا۔ زمان و مکان خلا میں معلق تھے ۔۔۔

دو

" یہ شخص کون ہے؟ ۔۔۔ میں نے اپنے بہت ہی قریبی دوست سے پوچھا۔
" میں نہیں جانتا " میرے بہت ہی قریبی دوست نے کہا اور پھر کبیر کا کوئی دوہا پڑھا۔ وہ دوہا اب مجھے یاد نہیں۔ مگر اس کا مطلب کچھ اس طرح تھا کہ زندگی کے اس بازار میں کئی لوگ ملتے ہیں۔ اب کس کس کے بارے میں جانتے پھریں کہ کون کون ہے۔ وہ کہاں سے آیا ہے؟ اور اسے کہاں اور کدھر جانا ہے؟
" پھر بھی تمہاری اس سے ملاقات کیسے ہوئی؟ میرے بہت ہی قریبی دوست؟"
میں نے دوبارہ پوچھا۔
" ایک دن کی بات ہے۔ میں نے نیا نیا گھر لیا تھا۔ میں زندگی بھر گھر کے تصور اور خواہش میں جیتا رہا۔ آخر میرا خواب پورا ہوا۔ میں سب کو اپنے گھر آنے کی دعوت دیا کرتا تھا میں اپنے کام سے لوٹا تھا۔ اجنبی گھر کے بند دروازے پہ کھڑا تھا۔ مجھے لگا شاید میں اسے پہلے سے جانتا ہوں اور میں نے اسے گھر آنے کی دعوت دی ہوگی۔
میں نے دروازہ کھولا اور ہم دونوں اندر چلے گئے۔ وہ بغیر کچھ بولے بیٹھ گیا۔ میں نے بغور دیکھا اور اچانک مجھے احساس ہوا کہ میں اسے پہلے بالکل نہیں جانتا۔
" معاف کیجئے گا۔ میں آپ کا نام بھول گیا ہوں " میں نے یوں ہی مسکراتے ہوئے کہا۔
جواب میں وہ مسکرایا۔ اور آہستہ سے بولا۔

"تم بھولے نہیں — تم مجھے جانتے ہی نہیں۔ میں ایک عرصے سے تمھیں ملنا چاہتا تھا مگر تمھارا کوئی گھر ہی نہیں تھا۔ اب تمھارا گھر ہو گیا ہے تو میں تمھیں ملنے آگیا ہوں۔ بھلا مجھ جیسے آدمی کا کیا نام ہونا چاہیے؟

مجھے حیرانی ہوئی — پلٹ کر دیکھا تو میرے گھر کی کھڑکیاں ایک ایک کر کے اپنے آپ کھلنے لگی تھیں۔"

میرے بہت ہی قریبی دوست کی کیفیت کچھ ایسی ہو گئی کہ اس کے جسم کے اندر کا سارا نظام بالکل صاف دکھائی دینے لگا — اور پھر اس کی جلد پر بنے تمام نقوش مٹ گئے۔ میں دیر تک اُسے اسی طرح دیکھتا رہا — پھر اُس کی آواز بدل گئی۔ اُس نے اکبر کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا۔ اس سے اکبر کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہوا تھا۔

"مگر یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس کا نام اکبر ہے؟" میں نے مکرر پوچھا۔

"معلوم نہیں۔ میں نے اچانک اسے اس نام سے پکارنا شروع کر دیا تھا اور اس نے اس نام کو قبول کر لیا تھا" میرے بہت ہی قریبی دوست نے بتایا — اکبر کے سلسلے میں میرا تجسس اور بڑھ گیا۔

دس

عبدالعزیز ہاشمی ولد عبدالرحیم ہاشمی — جن کا سلسلہ عرب کے قبیلۂ ہاشم سے جا ملتا ہے ضلع بارہ بنکی کے موضع گھیلی کلاں میں پرکھوں سے زمیندار رہیں۔ خاندانی روایت کے اعتبار سے سنی مگر عقیدے کے اعتبار سے شیعہ ہیں۔ وہ واجد علی شاہ کی بہت قدر کرتے ہیں۔ جس نے مسلمان کو ہندوستان کا طور سیاں کی تہذیب اور فنونِ لطیفہ کو اپنی ذات اور زندگی کا عملی حصہ بنانے کی تلقین کی تھی۔

محرم کے مہینے میں عبدالعزیز ہاشمی سیاہ پوش ہو جاتے ہیں۔ مجلس میں شامل ہوتے ہیں۔ کربلا کے شہیدوں کی داستان سنتے ہیں۔ سینہ کوبی کرتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے غم کے آنسو بہانے کا ثواب حاصل کرتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ وہ حصولِ پاکستان کے حق میں تھے — اس کے لیے انھوں نے جلسوں جلوسوں میں شرکت کی تھی۔ پاکستان زندہ باد کے نعرے بھی لگاتے تھے اور قائداعظم محمد علی جناح کو اپنا لیڈر مانتا تھا۔

مگر وہ تبادلۂ آبادی کے کبھی حق میں نہیں تھے — وہ غیر مسلموں کے ساتھ رہنا پسند کرتے تھے

تھے۔ وہ ملازموں کی برتری برداشت کرنے کو تیار تھے اور نہ ہی اپنی برتری انھیں جتانا چاہتے تھے۔ لکھنؤ کی زمینوں اور واجد علی شاہ کے دربار سے ان کے جد امجد کو مرحمت ہوئی تھی۔ ان کے لئے بڑی حیثیت تھی جس میں پیدا ہونے والے دانا، چاکر کی کمان کے آباؤ اجداد زندہ رہے تھے۔ ان کے کھیت جب لہلہاتے تھے تو دولہوں کی طرح ان کی بلند منڈیروں پر جا کرتے تھے۔ اور گہری سانسیں لیتے تھے۔
ان کی حویلی کے ہر کمرے میں ان کے پرکھوں کی کوئی نہ کوئی نشانی موجود تھی۔ ان کمروں کی دیواروں پر وہ ہتھیار لٹکے ہوتے تھے جو ان کے بزرگوں نے انگریزوں کے خلاف چھوٹی موٹی جنگوں میں استعمال کئے تھے — وہ پلنگ تھے جن پر ان کے بزرگ صاحب فراش ہوا کرتے تھے۔ وہ لبادے جو وہ پہنا کرتے تھے۔

انھی کی ہر چیز انھوں نے محفوظ کر رکھی ہے۔ انھیں اپنے شاندار ماضی پر فخر ہے۔ وہ اپنی بیوی نادرہ سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔ انھیں اسی کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا پسند ہے۔ اللہ نے انھیں پانچ اولادیں دی ہیں۔ تین لڑکیاں اور دو لڑکے۔ تینوں لڑکیاں لکھنؤ ہی میں بیاہی ہوئی ہیں جن میں سے دو پاکستان میں ہیں اور ایک جمشید پور میں۔ جمشید پور میں ان کا داماد انجینئر ہے۔ چھوٹا لڑکا شاہد فرزند نئی دہلی کے ایک انگریزی اخبار میں سب ایڈیٹر ہے اور بڑا لڑکا اشفاق عزیز کراچی میں کاروبار کرتا ہے۔ اس کا کاروبار بہت پھیلا ہوا ہے

گیارہ

دہلی میں شاہد اور مستقل میں اشفاق عزیز نے اپنے کاروباری تعلقات بہت مضبوط کرتے ہیں اس کے وہ بہت بڑا سود مند رہا ہے۔ چمڑے کا سامان وہاں پر ایکسپورٹ کرنے والی ہندوستانی کمپنی "والبدعلی" [illegible] نے کھڑی کر رکھی ہے۔ اس نے اپنے وہاں کے بیوپاریوں کو یقین دلایا ہے کہ پاکستان میں بنا ہوا مال کوالٹی کے اعتبار سے بڑھیا ہے اور دام بھی کم ہیں۔ اور پھر پاکستان کے ساتھ بزنس کرنے سے روپیہ بھی ایک اسلامی ملک کو جاتا ہے۔

اشفاق عزیز جب دہلی سے پی۔ آئی۔ اے کے طیارے میں سوار ہوا تو انتہائی خوش تھا — اسے [illegible] کے آرڈر ملے تھے — اب یہ مال جلد از جلد مقررہ وقت پر سپلائی ہو جانا چاہئے۔ اسے کراچی پہنچتے ہی سب کام کرنا ہوگا۔ خام مال بہترین تھا، [illegible] اور اچھے کاریگر۔ اسے یاد آیا کہ اس کے کارخانے کی کئی مشینیں بالکل ناکارہ ہو گئی ہیں۔ مال فنش میں مار کھا جاتا ہے۔ اسے جاتے ہی جلد جاپان کو [illegible] کرنا ہوگا کہ وہ نئی جاپانی مشینیں خرید سکے۔ پھر بھی وہ [illegible]۔ اسے یہ ثابت کر دینا ہے کہ چمڑے کے سامان کی تجارت میں ہندوستان کسی طرح بھی پاکستان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی واپسی پر اس کی [illegible]

تری کامیابی پر گھر والے بہت خوش ہوں گے۔ خاص طور پر اس کی بیوی انیسہ۔

وہ انیسہ کے لئے بہترین فرانسیسی پرفیوم لے کر جا رہا تھا۔ اور بھی سب کے لئے چھوٹے موٹے تحفے تھے۔
اس کے دونوں بچے لندن میں پڑھ رہے تھے۔ اگلے مہینے وہ چند دن کے لئے کراچی آ جائیں گے۔ دونوں بچے چاہتے
تھے کہ لندن میں انھیں اپنی پرسنل ٹرانسپورٹ مہیا کی جائے۔ اب وہ انھیں ایک خوبصورت کار خرید دے گا
کہ آرام سے اپنی گاڑی پر لندن میں اِدھر اُدھر آجا سکیں گے۔

جہاز کراچی ایئرپورٹ پر اُترا۔ اشفاق عزیز دس منٹ میں گرین چینل سے باہر تھا۔
اس کے پاس کوئی وزنی لگیج نہیں تھا اور نہ ہی کچھ ڈیکلیئر کرنے کو ـــــ اس نے دور دور تک
دیکھا اسے اس کی کار اور ڈرائیور نظر نہ آیا ـــــ اس نے فوراً ہی گھر فون کیا، تو اسے معلوم ہوا کہ ڈرائیور گاڑی لیکر
نکل چکا ہے۔

اشفاق عزیز نے تھوڑی دیر انتظار کیا ـــــ مگر ڈرائیور نہیں آیا تھا۔ آخر کار اس نے ٹیکسی
لی اور کلفٹن ـــــــــ کے لئے روانہ ہوا۔

کلفٹن میں اشفاق عزیز کا شاندار گھر تھا۔ اتنا شاندار کہ ایک بار جب اس کے ابا جان نے اس
گھر کو دیکھا تو اداس ہو گئے تھے۔ بولے "بیٹا میں بہت خوش ہوں، بہت خوش ہوں میں" تو اشفاق انھیں دہلی
ایک بار ہندوستان جانا چاہتا تھا۔ وہ اماں جی اور ابا جان کے ساتھ چند دن موضع جنیلی کلاں میں گزارنا چاہتا تھا۔
اسے آموں کا باغ اور اپنے کھیت یاد آ رہے تھے۔ کراچی میں سب کچھ تھا ـــــ پھر بھی ایک کمی محسوس ہوتی تھی ـــــ
وہ ابا جان کے ساتھ لکھنؤ کے بڑے امام باڑے میں بھی جانا چاہتا تھا ـــــ جہاں بہت سے علم رکھے تھے۔ جو محرم کے
دنوں میں نکالے جاتے تھے پیچھے سوگواروں کا ایک جلوس ہوتا تھا ـــــ اسے کربلا کا سنا ہوا وہ منظر یاد آ رہا تھا جہاں
پیاسے حسینؑ کو شہید کر دیا گیا تھا۔

حسینؑ کی شہادت ان کی زندگی کا بڑا اہم واقعہ تھا۔

اشفاق عزیز سینکڑوں برسوں کی مسافت ایک لمحے میں طے کر گیا تھا اور اس کے سامنے ٹیکسی کی ونڈ
سکرین میں سے سینکڑوں آدمی ایک دوسرے پر پتھر، بم اور گولیاں برساتے نظر آ رہے تھے۔ رات کا وقت تھا ـــــ
اندھیرے میں بم پھٹنے اور گولیاں چلنے سے شرارے نکل رہے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے ڈرائیور ـــــ ؟" اس نے گھبرا کر پوچھا۔

"شاید دنگا پھر شروع ہو گیا ہے صاحب" ڈرائیور نے جواب دیا۔ اس کی آواز میں بھی خوف تھا۔

"گاڑی واپس لے لو۔"

"صاحب" ڈرامائی سے آواز بیک کرنے کی کوشش کی۔ اس اثنا میں ایک بازار میں سے سیکڑوں لوگ: "مارو مارو" کے نعرے لگاتے ہوئے نکلے اور انھوں نے ٹیکسی کو اپنے نرغے میں لے لیا۔ اشفاق عزیز کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ٹیکسی کا ڈرائیور شرما ہو گیا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر بھاگا۔ اور دوسرے ہی لمحہ اس کی ٹانگوں میں، پاؤں کے پاس ایک دھماکہ ہوا۔ اشفاق عزیز بم کی زد میں تھا اور اس کے جسم کے پرخچے اڑ گئے۔

بارہ

"کیا۔ کیا کہہ رہی ہو بھابی جان؟" شاہد عزیز ٹیلیفون ریسیور میں دھاڑا — دوسری طرف صفیہ بھابی جان کی سسک سسک کر رونے کی آواز آ رہی تھی۔

شاہد عزیز نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر آگے کی طرف جھک گیا۔ اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا "یا اللہ"

ساتھ والی ٹیبل پر کام کرتا ہوا اس کا کولیگ رگھو نندن بولا۔ "کیا ہوا شاہد بھائی — خیریت تو ہے نا — کہاں سے فون تھا۔"

شاہد عزیز نے رگھو نندن کی طرف دیکھے بغیر کہا "کراچی سے فون تھا۔ میرا بڑا بھائی اشفاق عزیز وہاں دنگے میں مارا گیا۔"

"اوہ نو" رگھو نندن چیخا اور اس نے آگے بڑھ کر اپنا دایاں ہاتھ شاہد کے کندھے پر رکھ دیا۔ شاہد عزیز پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔

تیرہ

"بابا جی تو یاد کر رہے ہیں حسین کی پیاس" عبدالعزیز ہاشمی ولد عبدالرحیم ہاشمی ساکنہ موضع جمیلی کلاں ضلع ... نے سیاہ لباس پہن رکھا تھا اور بابا جی اپنی زمینوں میں کھڑے دور دور تک دیکھ رہے تھے۔ سورج چمک رہا تھا — دھوپ نے سارے ماحول کو زرد کر دیا تھا۔ زمین سوکھی پڑی تھی اور اس کی جلد سرخ ہو گئی تھی۔ آسمان ... دور تک بادل کا کوئی ٹکڑا دکھائی نہ دے رہا تھا۔ انھوں نے اپنی گردن کے گرد ڈھلی ہوئی تسبیح ... سے اللہ ... کا ورد کرتے تھے۔ یہ تسبیح کراچی سے واپسی پر — اشفاق نے خاص طور پر ہوائی جہاز میں بیٹھتے ہوئے انھیں دی تھی — تب اس میں پاکستان کا پانی بھرا تھا۔ یہاں آ کر — انھوں نے وہ پانی ... کر دیا تھا — وہ کربلا کے شہیدوں کی پیاس کو یاد کر رہے تھے۔ وہ دو ہی دن میں ایک دم بوڑھے ہو گئے تھے۔

شاہد عزیز اس کی بیوی کلثوم ان کے دونوں بچے نعیم اور شہلا گھر پر تھے۔ انھیں اماں جی کی اچانک موت کی خبر دینے سے منع کر دیا گیا تھا۔

چودہ

شاہد عزیز اکبر کے ساتھ رات کے اندھیرے میں آگے ہی آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ سب طرف اندھیرا تھا ۔۔۔ وہ دونوں جغرافیائی حدود پار کر گئے تھے۔ اور وقت ان کے ہاتھوں سے سوکھی ہوئی ریت کی طرح پھسلا جا رہا تھا ۔۔۔ شاہد کو وہ جگہ جانی پہچانی سی لگی ۔۔۔ اسے لگا وہ اپنے آموں کے باغ میں سے نکل کر کھنڈر کے بڑے امام باڑے میں پہنچ گئے ہیں۔ وہاں سوگواروں کا ہجوم ہے۔ وہاں سے ان زمینوں میں پہنچ گئے ہیں جو واجد علی شاہ کے دربار سے ان کے جد امجد کو مرحمت ہوئی تھی۔ زمینوں کے عین وسط میں ایک درخت تھا جس کے پتوں میں سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔

شاہد عزیز کا دل اُچھلنے لگا۔

"یہ کیسا درخت ہے اکبر؟"

"یہ میں بھی نہیں جانتا۔ اسے میں نے تمہاری زمینوں سے ایک بار دیکھا تھا اور میں نے سوچا تمہیں دکھا دوں ۔۔۔ تب یہ کھیت لہلہا رہے تھے۔ مگر..... مگر آج ۔۔۔"

اکبر اپنا جملہ پورا بھی نہ کر پایا تھا کہ درخت کے پتے بجلی کے بلبوں کی طرح ایک ایک کر کے بجھنے لگے۔ پھر رات ختم ہوئی اور دن کا اجالا سب طرف پھیلنے لگا۔ آسمان پر سورج چمک رہا تھا سارے ماحول کو دھوپ کی زردی نے اپنے رنگ میں رنگ لیا ۔۔۔ اور درخت کے پتے ایکا ایکی سوکھ کر زرد ہو گئے اور ایک ایک پتہ زمین پر گرنے لگا

زمین سوکھی ماری تھی اور اس کی اوپری سطح تڑخ گئی تھی۔ ""

(شب خون الہ آباد۔ دسمبر ۱۹۸۷ تا فروری ۱۹۸۸)



فاختہ آئے گی

شروان کمار ورما

پچھلے قریباً بیس برسوں سے میں جہاں کہیں بھی رہا ہوں، خود کو ایک شہر میں گھرا پاتا ہوں جس کے چاروں طرف پراسرار سناٹا چھایا ہوا ہے۔ فضا میں خوف کا احساس مسلط ہے۔ بچے بھی چپ ہیں۔ ایسی ہی اداسی کے ہم راتیں اس عجیب پراسرار خاموشی میں کاٹتے ہیں۔ کبوتروں کا جھنڈ اب سورج مدھم پڑ رہا ہوتا ہے نہیں جاتا، شام کے دھندلکے میں سادہ ... کو بھرا رکھا ہے ... ڈوب جاتا ہے ... والا جوڑا دو دن سے لوٹ کر نہیں آیا۔ میری بیٹی کہتی ہے:

"بابا ___ انہیں بھی تو کوئی نہیں لگ گئی کہیں"

میں سوچتا ہوں ___ ہو سکتا ہے ___ میرے فلیٹ کی کھڑکی کے دوسری طرف ... دیکھے ہیں ___ جوڑا ... بالکل ... طاق میں ... دیکھتی تھی اور ... ہم سنتے رہتے ... دیتی ہے ___ وہ غٹرغوں غٹرغوں کرتے تو میری بیٹی بڑی توجہ سے سنتی، جیسے بچپن کی باتیں کہہ رہے ہو۔

"بابا ___ یہ باتیں کر رہے ہیں نا ___"

لیکن وہ دو دن سے لوٹ کر نہیں آئے۔ پانی کا برتن بھرا رکھا ہے ___ میری بیٹی کی کٹوری بھر کر رکھی ہے۔ کواڑ بالکونی صاف ہے۔ نہ بیٹھے نہ ٹنگے ___ وہ جوڑا طاق میں رہتا تو یہ خاموشی تو نہ ہوتی۔ وہ باتیں کرتے رہتے' ہم سنتے رہتے۔

میں کھڑکی سے آسمان کو دیکھتا ہوں ___ وہی دھواں پہاڑ ابر نیلا سے دور تک پھیلا ہوا آکاش ہے ___ یہ بھی کہ نہیں ... لوگ کہتے چلے گئے ہیں کہ پرندے ___ میں نے پچھلے کئی برس پہلے بھی دیکھا تھا ___ روز دیکھتا آیا ہوں ___ لیکن اب بالکل اجنبی اور ان دیکھا سا لگ رہا ہے ___ میری آنکھیں بھی دکھ گئیں ___ یہ اب سمجھ میں کیا گیا ہے

"ترڑ ترڑ ترڑ تراخ ___ تڑاخ۔"

وسط ایشیا کا خالی آسمان اداس ۔ سرمئی سمندر
پہاڑیوں پر دھند کے گھروں پہ پانی کی سلوٹیں پر خالصتانی جھنڈا
لہرا رہا ہے ـــــ وعدے ٹوٹے ہیں پر ریت کی دیواریں
سوچ بنائے گئے ہیں ـــ ٹوٹے ہیں پر نئے خالصتانی جھنڈے
جھول رہے ہیں ـــــ اندر سے آنے والی ایک گولی نے
ایک منڈیر کو چھلنی کر دیا ہے ـــــ ہم پریس میں ہتھیار
رکھ سکتے ہیں، مورچے بنا سکتے ہیں، قتل اور ریپ کر سکتے
ہیں ـــــ حکومت دخل نہیں دے سکتی ـــــ مندر کی
مریادا بھنگ نہیں کر سکتی ـــــ جب اچانک پولیس کا
ایک جوان اندر سے آنے والی گولیوں سے زخمی ہوا تھا تو اس
گولی نے کہا تھا ـــــ ہمارا دھرم سیاست سے الگ نہیں:

• تم ایک لاکھ دو ـــــ کمرہ نمبر ۴۷ میں آؤ •

• تمہاری بیٹی ہمارے جرنیل کو پسند آگئی ہے •

• اس شہر میں کوئی لاش نہیں ہے •

کشمیر پاکستان کا حصہ ہے اور دہلی کا نام خوشونت نگر
ہے ـــــ •

• پریس میں کوئی آتنک وادی یا ہتھیار نہیں ہیں:

• مندر میں رہنے والوں کی چادر تلاش لی جا سکے
پر ہیرا گورو جی کا فتویٰ دیتا ہے ـــــ پنتھ کے لیے خطرہ ہے •

میں اخبار پڑھنا چاہتا ہوں ـــــ مگر رکھ دیتا
ہوں، اخبار باقاعدگی سے آ رہے ہیں ـــــ پنجابی اخبار
لکھتا ہے ـــــ

جسم میں نفرت کی آخری بوند تک دھرم کے لیے
ایک چاہیے سبھا ـــــ کہ [illegible] کا دھرم ـــــ ہے
انگریزی اخبار [illegible] دہشت گرد نہیں کہتا، ہندی اخبار [illegible]

• آتنک وادیوں نے ایک ہی پریوار کے نو افراد کی
بے رحم ہتیا کر دی۔ مرنے والوں میں دو سال کی معصوم
بچی بھی شامل۔ دیہاتوں سے ہندو پریوار پلائن کر گئے:

زیادہ مہذب لوگوں کے لیے ملک کا ایک کثیر الاشاعت
انگریزی اخبار چھاپتا ہے۔ اس نے جرمنی سے جدید قسم کی
مشینری امپورٹ کی ہے ـــــ اس کا ہر نامہ نگار ہر مرحلے
میں مرکزی حکومت کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے ـــــ سب اخبار
نعرہ دہرا چکے ہیں ـــــ

ہم سیکولر ہیں۔
ہم جمہوریت پسند ہیں
ہم امن پسند ہیں۔

اس دھرتی میں سب کو آئینے کے چہرے میں دیکھنے
کی آزادی ہے ـــــ

میں بہت دنوں سے اپنے گھر میں قید ہوں ۔ یہ
گمان نہیں کہ اس بار اس مدینے کے بعد کوئی ایکشن [illegible]
واقع ہو جائے ـــــ گلی کا دروازہ بند ہے ۔ باہر پولیس کا
پہرہ ہے۔ سرکاری ریڈیو اعلان کرتی پھرتی ہے کہ کرفیو آرڈر کی
خلاف ورزی کرنے والے سے سختی سے نپٹا جائے گا۔

• بات سنو [illegible] شام کے لیے [illegible]
[illegible] ـــــ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کتاب [illegible] ہے۔ میں کہتا ہوں ـــــ
• [illegible] ـــــ

'میں پوچھتا نہیں کب آیا ___'

میں پھر چلنے لگتا ہوں۔ میری بیوی ادھر سے پکار کر چلتی ہے ___ میں کہتا ہوں ___ سر زمین آج نہیں کل ___ وہ غالباً جانتی ہے اور میں بھی کہ کل کو وہ مسئلہ پھر اٹھائے گی اور میں ___ میں اس وقت بچتا ہوں ___ شاید اسے لگتا ہے کہ میں پریشان ہو رہا ہوں ___ گاؤں کی سڑک پار کر کے چلا جاتا ہوں ___ پھر سوچتا ہوں وقت تو کٹ ہی جاتا ہے گزر ہی جاتا ہے۔

گلی میں بچوں کی چیخیں گونج رہی ہیں۔ کمال کی کہانیاں اس کی گلی سے اٹھ کر جاتی ہیں۔ [illegible] کی بے چینی [illegible] ہے' وہ درد اور خوف سے [illegible] بچے اس کے پیچھے ہیں [illegible] ٹھیکیدار [illegible] آواز گونجتی ہے۔

'چپ کرو حرام زادو ___'

'مرغی سیہاں' [illegible] حرام زادہ نہیں کہتا ___ یہ تو [illegible] ہیں ___ ' رتی [illegible] کر دیں [illegible] ہے۔ شاید [illegible] تھی

'ہاں ہاں ___ کوئی [illegible] نہیں ہو سکتی ___!'

رتی [illegible] ہے۔ اسے شاید معلوم نہیں کہ [illegible] کتیا اور [illegible] مکان کی [illegible] اس مرتبہ وہ [illegible] دیتا ہے۔

'[illegible] سب کو گرا دیں'

دیا دوں گا۔'

'آؤ [illegible] رتی والا لگتا ہے اور [illegible] سر پر [illegible] گیا ہے ___ سمجھ کے ہو تو سب ___ بول کر نہیں آئی تھی ___ وہی [illegible] رہتا ہے۔ ایک دم [illegible] ٹھیکیدار سے پوچھتا ہے۔

'مرغی سیہاں' کچھ پتہ چلا بشنو کا ___'

'وہ بابا صاحب میں کوئی دلچسپی ہو ___'

'[illegible] مت جا [illegible] ___ کبھی [illegible] نہیں پڑھتا ___ بچے گھر سے کہیں ___'

میری بیوی دو باسی روٹیاں گلی میں پھینک دیتی ہے۔ دراصل یہ روٹیاں اس نے [illegible] کے لیے [illegible] شاید اس کی طرف سے [illegible] ہر [illegible] کا خیال آگیا تھا ___ آدمی کتنا چالاک ہے ___ ہر بات میں اپنا فائدہ تلاش کر لیتا ہے ___

کتیا روٹیاں [illegible] کشمیری لال نے [illegible] کچھ بندھی بوریوں کے [illegible] میں جا بیٹھتی ہے۔ [illegible] کشمیری لال کا [illegible] سبزی [illegible] اور [illegible] بیچتا ہے [illegible] رکھتا ہے ___ وہ شاید کتیا اور پلوں کو نکالنے کے لیے آتا ہے۔ پھر کچھ سوچ کر لوٹ جاتا ہے ___ شاید [illegible] کا خیال۔ میری بیوی کہتی ہے ___ کشمیری لال سے آلو پیاز [illegible] اس کے پاس ضرور [illegible] ہو گا ___ میں نیچے جاتا ہوں۔ وہ اپنے مکان کی ڈیوڑھی میں اداس اور پریشان سا بیٹھا ہے ___ اس کی بیوی شانتی [illegible] سی رہی ہے۔

'آؤ وکیل صاحب ___' وہ اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔

• آؤ بھیا! آ جاؤ [illegible] ___

• کسی دن کی بات ہے [illegible] کہاں گئے تھے ___ آپ نے بتایا ہی نہیں ___

میرے اندر بہتر گفتگو سے [illegible] کہیں جاگ اٹھا ہے۔ یہ شخص ہماری بیوی کا فائدہ اٹھانے سے زیادہ پیسہ چاہتا ہے۔ میں دھیمے لیکن پر اعتماد لہجے میں کہتا ہوں۔

• زیادہ بھاؤ لگاؤ ___

• کیسی بات کرتے ہیں جی ___ ایک تو آپ پڑوسی [illegible] ان حالات میں [illegible] لیں گے ___ آپ اندر آ کر دیکھیے

میں اندر نہیں جاتا۔ لوگ حالات کا فائدہ اٹھانے ہی آئے ہیں۔ کشمیری لال [illegible] ہے۔ نہیں دینا چاہتا تو نہ سہی، دال اور اچار تو ہے ___ مگر نہیں جائیں گے ہم آگے [illegible] ___ میں اپنے مکان میں داخل ہونے لگتا ہوں تو درشن سنگھ آواز دے لیتا ہے۔ میں اس کے پاس جا بیٹھتا ہوں۔ اس کے ہاتھ میں پرانے تاش کی گڈی ہے ___ وہ [illegible] بانٹتا ہے ___ میں [illegible] پتّے اٹھا لیتا ہوں ___ میں تاش کھیلنا شطرنج میں وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔ میرا خیال ہے یہ کھیل سپاہیوں اور پولیس کے لیے بنائے گئے ہیں، [illegible] لگا دو۔

• بھائی! یہ سب [illegible] ختم ہو گا ___ • درشن سنگھ کی بیوی پوچھتی ہے۔

• [illegible] کا کنارہ [illegible] ___ مکان بند بھی نہیں [illegible] ___ [illegible] ___ آگے تو [illegible] کسی کی نیت [illegible] پتہ کب بدل جائے ___ کچھ تو سوچ سمجھ کر نہیں آتی۔

• [illegible] اور دھرم [illegible] رہے ___ • اس کی بیوی بتاتی ہے ___ • [illegible] ___

• کچھ نہیں ہوتا ___ • [illegible] خود کشی [illegible] ___ [illegible] سب ٹھیک کرے گا •

میں محسوس کرتا ہوں اسے خود اپنے پر یقین نہیں ہے

• بھائی جی، [illegible] ___

• نہیں ___ [illegible] گرمی بھی تو بہت ہے ___ میں پتّہ اٹھا دیتا ہوں۔

درشن سنگھ اعتراض کرتا ہے [illegible] کہتا ہے وہ [illegible] پھینک دیتا ہے۔

• میں کہتا ہوں [illegible] سارے شہر میں [illegible] ہو جائے۔ یہ [illegible] ہے ___ [illegible] ___

• بھائی، سال بھر سے اوپر ہو گیا ہیں [illegible] سب نے کہا تھا [illegible] لیکن یہ نہیں گئے۔ [illegible]

مجھے یاد آیا کہ وہ چار ماہ [illegible] کی ترقی کی [illegible] سے ۵۰ ہزار روپیہ [illegible] تھا ___ [illegible] ___ اور [illegible] ہو گیا تھا۔

[illegible] گھر [illegible] آتا ہے۔ [illegible] دروازہ تو [illegible] ___ [illegible] مکان کے باہر [illegible] رکھ کر گیا ہے۔ [illegible] کے نیچے [illegible] ہے۔ [illegible] استعمال [illegible]

[illegible] ہے

[illegible] ہے ___ شاید

[illegible] نہیں [illegible] خیال

[illegible] ہے۔

[illegible] ___ [illegible]

[illegible] ہے۔

میں کچھ نہیں [illegible] شاید کچھ کہنے کو رہ بھی نہیں

گیا ہو ___ میں سوچتا ہوں کہ ہم [illegible] ہیں

[illegible] نہیں ___ میں

[illegible] ___ [illegible]

ہے ___ [illegible]

[illegible]

[illegible] ___ میں کہہ رہا ہوں۔

کیا سوچ رہے ہو [illegible] ___؟

کچھ نہیں ___۔

[illegible]

[illegible] ___ [illegible]

[illegible] ___

[illegible] ہے ___ وہ [illegible]

[illegible] ہے ___ [illegible]

نہیں کر سکتے۔

کوئی اس کی بات کا جواب نہیں دیتا وہ آگے [illegible]

جاتی ہے

[illegible] سکھ کی بیوی

کہتی ہے ___ اس [illegible]

[illegible] تھا ___۔

[illegible] ___ آج [illegible] صاف نہیں کی [illegible]

[illegible] ___ [illegible]

[illegible]

[illegible] ہے

[illegible]

[illegible] یہاں [illegible]

کیا ہو گیا بچو [illegible] ہے ___ یہ

لوگ یہاں مزدوری کرنے لگے ہیں تو کیا ہوا [illegible]

[illegible] ہے ___

انہیں وہاں سے کوئی نکال دے تو ___ یہ یہاں آ کر [illegible]

[illegible] مزدوری [illegible] کرتے ہیں نا ___ مت

اس [illegible] کے پیچھے پڑی رہا کر ___ کیا کہتا ہے مجھے ___۔

کچھ نہیں صاف کی آج اس نے ___۔

[illegible] بیٹا [illegible] ہے، [illegible] دن سے صفائی

کرنے والے بھی تو نہیں [illegible] ___ چلا گیا

[illegible] ہے:

تو سب کی [illegible] شاید [illegible]

[illegible] ___ [illegible]

ماہ پاشا ... کی ... رہتی ہے۔
"ہم ... کوئی حیثیت کی نہیں ... [illegible]
[illegible] ... ہم ___ ہم تو
[illegible]
یہ ... [illegible] ... تو ___ وہ ایک
[illegible]
[illegible]

ایک دم ... ہو جاتی ہے۔ ... کی گھر
[illegible]
[illegible] ... دیکھتا ہے۔
"... [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ... میری بیوی
[illegible] ... پریشان ہے
کیا بات ہے؟ ... ہے۔
"... [illegible] ... چائے ... رہے
... [illegible] ... گی ___ ۔"

میری بیوی ... [illegible] ... ہے ... [illegible]
پاکر کہتی ہے۔
"کل سے ہی چائے پتی ... ختم ہے۔"
میں سوچتا ... ہے۔ چار ... [illegible]
[illegible] ... لیکن میری بیوی ... [illegible]
[illegible] ___ [illegible]
کہیں سے ... ___ [illegible]
کشمیری لال کی بیوی چلی گئی ہے تو میری بیوی ... [illegible]
بیچاری سی آواز میں کہتی ہے۔
"بچے اندر جا بیٹھو تو لے جاؤ۔"
"نہیں جی ___ کشمیری لال کی بیوی چلی گئی ہے۔"
وہ ... [illegible] ... آئی ہے
میں نہ جانے کیوں کہتا ہوں:
"اندر آجاؤ ___۔"
"کس سے باتیں کر رہے ہو" میری بیوی ... ہے۔
وہ ... [illegible] ... ادھر دیکھتی ہے۔ پھر ...
مجھے دیکھتی ہے۔ میں مسکرا دیتا ہوں

آر کے ... دہلی ... [illegible]



علی امام نقوی

بازگشت

آگ کے شعلوں سے بستی روشن ہوئی تو اس نے معنی خیز انداز میں اپنے جوان بیٹوں کے چہروں پر موجود پریشانیوں کے سائے کچھ بڑھتے ہوئے دیکھے۔ کنکھیوں سے بچوں کے باپ ہزارہ سنگھ کے چہرے پر نظر ڈالی جو کسی گہرے تفکر میں ڈوبا ہوا تھا۔ دوسرے ہی پل اس کی نگاہوں کا زاویہ تبدیل ہو کر سولہ برس کی بیٹی کے چہرے کو اپنے حصار میں لے آیا۔ وہ مکان کے سب سے اوپری حصے میں گرو جی کی بیڑ کے سامنے ہاتھ جوڑے من ہی من میں سب کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔ سب کو ہراساں دیکھ دل ہی دل میں وہ مسکرائی۔ پھر کچھ سوچ کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے زینوں کی طرف بڑھ گئی۔ ہزارہ سنگھ نے تفکر کے کنویں سے سر ابھار کر اس کو دیکھا اور اپنے بڑے بیٹے سے بولا۔

"پُت کرا ای انصاف دی گل نئیں اے۔ اک بندے دی سزا۔۔۔۔"

"تسی بھُل رئے ہو باؤ جی۔"

بیٹے نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے معنی خیز انداز میں جواب دیا تو ہزارہ اپنے بیٹے کو گھور کر رہ گیا۔ باپ اور بیٹے کے درمیان دو جملوں کی گفتگو اس نے بھی سنی۔ ان کے اضطراب نے اس کے اپنے دل کا دریچہ کھول دیا تھا۔ دل میں قید مسکراہٹ چھلانگ لگا کر اس کے ہونٹوں پر براج گئی۔ وہ مکان کی چھت پر پہنچ چکی تھی اور اطمینان سے ادھر ادھر سے اٹھتے ہوئے آگ کے شعلوں کا رقص دیکھ رہی تھی۔ قرب و جوار سے ابھرنے والی امدادی صدائیں جوں ہی اس کی سماعت سے ٹکرائیں تو اس کے ہونٹوں پہ براجی مسکراہٹ کچھ اور پھیل گئی۔ ٹھیک اسی وقت ہوا کا جھونکا اپنے دامن میں جلتے جسموں کی چراند کا بھبکا لیے اس کے نتھنوں سے ٹکرایا اور اس کی مسکراہٹ ہنسی میں تبدیل ہو گئی۔

"ہاں جی۔ تسی کہتے ہو:"

سولہ برس کی ہرجیت کور کو مخاطب کرتے پریاس نے پلٹ کر اس کے سراپے کو دیکھا۔ ہرجیت کے پورے وجود پہ کپکپی طاری تھی اور اس کی آنکھوں میں خوف کے تنکے بلبلے پھوٹ رہا تھا۔

"بی بی.... تسی کتھے ہو.... ویکھو... ساڈے پاسے آگ لگی اے۔"

"ہوں"

"ہوں کی بی جی؟"

"تھکی تھکی۔ نڈھال سی سینتیس برسوں کے بن باس سے لوٹتے ہوئے دیکھ رہی ہوں.... تو.... تو نیچے جا.... بھائیوں کے پاس۔"

"تھلے۔"

"ہاں۔ کیہر اور چھوٹے کے پاس۔"

"تسی اتے کی کر رئی ہو... تسی وی تھلے آؤ۔"

"تو جا ہرجیت۔"

اس کے تھکانہ لہجے کی کرختگی محسوس کرتے ہی ہرجیت زینوں کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے اپنے جسم کے بالائی حصے کو اک ذرا سا جھکانے کے بعد نیچے صحن میں سر جوڑے بیٹھوں اور بزاروں شکھ کو دیکھا پھر زینے اترتی ہرجیت کو جو حسرت اور بے چارگی سے اسے دیکھتے ہوئے بے دلی سے زینے طے کر رہی تھی۔ اس نے اپنے خمیدہ وجود کو سیدھا کیا اور پھر ایک مرتبہ جلتے ہوئے مکانوں کو دیکھنے لگی۔ فضا آہوں، کراہوں اور چیخوں سے اٹی پڑی تھی۔

رینگتی ہوئی ٹرین ایک جھٹکے سے رکی تو کمپارٹمنٹ میں بیٹھے ہوئے مردوں کے ذہنوں میں موجود تشویش نے جھنجھلاہٹ اختیار کر لی تھی۔ جہاں گاڑی کے رکتے ہی مستعد ہو گئے ان میں سے بیشتر نے پل بھر کی خاطر کمپارٹمنٹ کے بند دروازے کو دیکھا اور دوسرے ہی پل اپنے عزیزوں کو۔ یکایک وہ سب ہی چونک پڑے تھے۔ ایک دم سے بہت سی آوازوں نے کمپارٹمنٹ کے دروازوں اور کھڑکیوں پر حملہ کر دیا تھا۔ کمپارٹمنٹ میں بیٹھا شخص بھرے مسافروں نے اپنی اپنی خوف زدہ نظروں سے کھڑکیوں کے اس پار چمکتی ہوئی کرپانوں کو دیکھا۔ بوڑھی اور ادھیڑ عورتوں نے کم سن اور جوان ہوتی ہوئی بچیوں کی پنڈلیاں چھاتیوں سے لپٹالیا۔ اس اضطراری فعل سے وہ اپنے دلوں کے خوف پر قابو پانے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں یا پھر

کہ حواس بندھا رہی تھیں۔ صدر دروازہ پیٹا جا رہا تھا اور ہر طرف گھبراہٹ کی فضا سے
لپٹے دلوں پر محسوس کر رہی تھیں۔

دفعتاً ایک فائر ہوا۔ سب نے چونک کر دیکھا۔ ایک جوان نے اپنی خوبصورت بہن کو
چھاتی میں گولی داغ دی تھی اور وہ دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دے رہا تھا کہ ایک اور
دھماکہ ہوا کمپارٹمنٹ کا دروازہ کھلا۔ گولیاں چلیں اور وہ جوان تیورا کر گرا جس کے ہاتھ میں
ریوالور موجود تھا۔ عورتوں کی چیخیں بلند ہونے لگیں۔ گرتے گرتے بھی اس جوان نے اپنا ریوالور
حملہ آوروں پر خالی کر دیا تھا ادھر بھی تین چار گرے تھے۔ اور
دوسرے ہی پل نیزوں کی انیاں جوانوں کے سینوں کو برمانے لگیں۔ کرپانوں نے مردوں
کے گلے کاٹ لیے۔ ان کے پیٹ چاک کئے۔ ایک کے بعد ایک دل خراش چیخ ابھرتی، اور کسی کی
چیخ میں معدوم ہو جاتی۔ عورتیں جبراً اتاری جانے لگیں، جن عورتوں نے اپنی بچیوں کے تحفظ
کی خاطر کوشش کی انھیں ذبح کر دیا گیا۔ ان کے بعد ایسی عورتوں اور لڑکیوں کو، جنہوں نے اپنی چھوٹی
بہنوں کی مدافعت کی رتی بھر بھی کوشش کی۔ خود اس کی اپنی بہن بھی اس کے سامنے دیوار سے لگی کھڑی
تھی اور اس کے سامنے ایک جوان ہاتھوں میں سنگین لگی بندوق تھامے کھڑا تھا۔ موت سے دونوں
بہنوں کے سامنے تھی اور جوان کے روبرو تھر تھر کانپتی دو بے یار و مددگار لڑکیاں۔

"باجی"
اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔ بہن نے جرأت کا ذرا سا مظاہرہ کیا اور جواب میں اس
کی باجی کی دل خراش چیخ ابھر کر رہ گئی۔ اس کے اور حملہ آور جوان کے درمیان موجود دیوار گر چکی
تھی۔

"کی سوچ میں گم اے بزرا اے"۔
"ویکھ۔ کی چیز اے۔ ماں دے خصم اے نوں اُٹھ کے لے جارے ہو مسے"۔
"توڑا ای وچار اے"
"اے نوں میں گھر لے جاواں گا"
"مسلی نوں"
"آ پھر .... ویکھ تسی .... کُڑی تیں سٹے دا گلاس اے"۔
"پیٹ پھاڑ اور ختم کر اے نوں"۔

"اوئے تے۔ کی گل کر دا لئے:"

ہزارہ واقعی اسے اٹھا کے لے گیا تھا۔ ساتھیوں کے منع کرنے کے باوجود بس۔ گھوڑی کر اس نے بار بار اس کی عزت لوٹی۔ پھر تو اس کی آبرو ہزارہ کی خواہش کی پابند ہوتی چلی گئی۔

سارا ہنگامہ ختم ہو چکا تھا۔ جنون کا دریا اتر جانے کے بعد ہزارہ نے اس کا دل جیتنے کی بھی کوششیں کی تھیں لیکن اس نے تو اپنے ہونٹ سی لئے تھے۔ اکثر ہزارہ اس سے پوچھتا۔

"تو اتاں نوں کدوں بھلا دیں گی؟"

مگر۔ اس کے پاس ہزارہ کے سوال کا ایک ہی جواب تھا۔ خاموشی۔ بس۔ گہری خاموشی۔ شروع شروع ناشتہ پانی کا انتظام ہزارہ نے ہی کیا تھا۔ پھر چولہا چوکا خود اس نے سنبھال لیا۔ اپنے پر گزر جانے والی قیامت کے اعصاب شکن احساسات کے اثرات زائل کرنے کی خاطر ہی اس نے مصروفیت کا سہارا لیا تھا اسی قیامت کے عذاب کو بھلانے کی خاطر اس کی کوکھ نے بھی جانیں اگل دی تھیں۔ بیٹا کہر سنگھ، چھوٹا کرم جیت سنگھ اور ایک بیٹی ہر جیت کور۔

وقت پر لگا کر اڑتا رہا۔ ہزارہ کے بچے بڑے ہونے لگے۔ تب اسے خیال آیا کہ گاؤں کی زندگی اس کے بچوں کو بہتر مستقبل فراہم نہ کر سکے گی۔ اپنی زمین فروخت کرنے کے بعد وہ دہلی منتقل ہو گیا۔ راجہ عالی پہنچ کر اس نے پرچون کی دکان کھولی۔ کاروبار کے ترقی پاتے ہی دکان بڑے بیٹے اور ملازم کے سپرد کر کے اس نے موٹر سائیکل کے پرزوں کی ایجنسی لے لی۔ ترقی نے یہاں بھی اس کے قدم چومے اور ۔۔۔ آج ہزارہ کی بچی ہر جیت اسی دہلیز پہ کھڑی تھی جہاں سے خود اس کی اپنی زندگی میں انقلاب آیا تھا۔

جلتے ہوئے مکانوں کی آگ کی روشنی اس کے چہرے پہ پڑ رہی تھی اور نیچے گلی میں کھڑا ہزارہ اس سے مخاطب تھا۔

"اوئے تسی تھلے آجا ۔۔۔ اتے کی کر رئی ایں۔"

چھت کی کگار پر ہتھیلیاں ٹیک کر اس نے سر جھکا کر نیچے دیکھا۔ پھر نگاہیں کو اس سے پہلے کہ وہ ہزارہ کی بات کا جواب دیتی۔ بلوائیوں نے مکان پر دھاوا بول دیا۔ ہر جیت ڈر کے مارے کمرے میں بھاگی۔ پل بھر میں ہزارہ کے کرم جیت کا دھڑ کٹ کر دیکھا۔ پھر گھٹنوں پہ گئی

بولا کرپال کی آنکھوں میں آنکھیں ہی کچھ فیصلہ ہوسکے وہ اس سے پہلے کہ کرپال اس کی طرف بڑھے
دروازہ توڑ کر کمرے میں گھس گیا۔ دیکھا کہ جلتے ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں۔ لاشیں اور چند
دوسرے ہی لمحے تب ایک ہاتھ بڑھا کر جیسے کیسر کی سمت سردار ہزارہ کی طرف بڑھا کر کرم
جیت کی طرف بڑھا تو ایک بھالا اس کا پھر اس کے پیٹ میں اتر گیا۔ ہزارہ سنگھ گرا اور آگے بڑھا دوسرا
بھالا نے اچھالا اور اس کے سینے پھینک دیا اور ٹرگر پر اپنی انگلی کو دباتے ہوئے گولی دینے
لگا کرم جیت دہشت زدہ اب سمجھا اس کی گرفت میں تھا ایک نے اس کا کام بھی تمام کر دیا تب کسی
نے چیخ کر سب کو مخاطب کیا۔

"ایک عورت اور ایک لونڈیا اور ہوگی اس مکان میں۔"

وہ سنبھل گئی۔ اس نے اپنے سارے وجود سے جتنی مجبوریں اور صحت ہے سمیٹ کر
گئی چند ثانیوں کے لئے تمام حملہ آوروں پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اندر کا سے کرلے جائے ایک
بھالا نیچا کئے۔ ڈال پھر کر کرم جیت اور ہزارہ کی لاشوں کو دیکھتے ہوئے قدم کی طرف بڑھا

"سوچو کیا ہو۔ ختم کرو۔"

"اور لونڈیا کو اٹھالو۔"

"بی جی —— ہر جیت کی کانپتی ہوئی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"بابی —— کہیں —— بہت دور سے خود اپنی آواز بھی اس نے سنی۔

"بی۔ جی —— ہر جیت نے اسے پھر پکارا۔

"بابی —— خود ہی آواز۔ اب اس نے بہت قریب سے سنی۔"

"بی . . . . جی —— ہر جیت ہڑبڑا کر کمرے سے نکل آنے کی حماقت کر بیٹھی۔

"سوچو کیا ہو۔ ٹھکانے لگا اسے۔ اور اٹھالو۔ لونڈیا کو۔

اس نے دیکھا ایک بندوق بردار اس کا نشانہ لے رہا تھا۔ پل بھر میں اس نے ایک
فیصلہ کیا۔ سرعت سے مڑ کر اس نے ہر جیت کو اپنے سے الگ کیا۔ لپک کر کرپان نکالی اور آن واحد
میں وہ کرپان ہر جیت کے پیٹ میں اتار دی۔
وہ جو نشانہ لے رہا تھا۔ بندوق اس کے ہاتھوں میں لڑکھڑا گئی۔ اٹھی ہوئی لاٹھیاں جھک
گئیں۔ مشعلوں میں روشن آگ کچھ اور بھڑک چلی تھی۔ فرش پر ہر جیت آخری سانسیں لیتے ہوئے تڑپ
رہی تھی اور مشعلوں کی روشنی میں ماں اور بیٹی۔ دونوں کا چہرہ تمتما رہا تھا۔

(الفاظ علی گڑھ افسانہ نمبر ۱۹۸۰)

گربچن سنگھ

بھیڑیا

گرسا رات اُس کے ساتھ ہی سویا تھا پر سویرے جب اُس کی آنکھ کھلی تو دیکھا، وہ چارپائی پر نہیں تھا۔

وہ روز دیر سے سو کر اُٹھتا تھا۔ اُٹھنے کے بعد بھی کافی دیر تک بیٹھا اُونگھتا رہتا اُسے بہت نیند آتی تھی۔ دن بھر وہ گھر کے آنگن میں کھیلتا رہتا۔ شاید اس لئے وہ بہت تھک جاتا تھا۔

گرسا اس کا چھوٹا بھائی تھا۔ جب وہ بہت چھوٹا تھا تو وہ اُسے گود میں لئے پھرتی تھی اب وہ کچھ بڑا ہو گیا تھا۔ اب وہ اُسے گود میں لینے کی بجائے اس کی اُنگلی پکڑ کر اسے گھمایا کرتی تھی گرسا اُنگلی تھامے ایک دو گھروں کے سامنے سے ہو کر پھر واپس اپنے گھر لوٹ آتا۔

گاؤں بڑا نہیں ہے۔ یہی آٹھ دس گھر ہوں گے ——— گاؤں والوں میں سے کسی کسی کے پاس تھوڑی بہت زمین ہے۔ اس میں کب کیا کیا پیدا ہو گا، کب نہیں، کوئی کچھ بتانے سے قاصر ہے۔ ہاں یہاں سوکھی گھاس دیکھنے کو مل جاتی ہے۔ جس پر جانور منہ مارتے رہتے ہیں۔

گاؤں کے پاس ایک چھوٹی ندی ہے۔ اُس پار ایک جنگل ——— گاؤں کے لوگ اُس جنگل میں پتے توڑنے اور لکڑیاں کاٹنے چلے جاتے ہیں۔ اِدھر گاؤں سے کہیں دور جا کر لکڑیاں اور پتے بیچ آتے ہیں۔ کچھ بڑی عمر کے لڑکے، لڑکیاں، عورت مرد، نہانے کے لئے ندی کی طرف جاتے ہیں۔ پینے کے لئے پانی بھی وہیں سے لاتے ہیں۔ چھوٹے بچے اس طرف نہیں جانے دیئے جاتے کیوں کہ ندی کے اس پار جنگل کے بھیڑیوں کا ڈر لگا رہتا ہے۔

کچھ دن پہلے سکری اپنی ماں کے ساتھ ندی سے پانی لانے گئی تھی۔ گرسا کو ساتھ نہیں لیا تھا۔ ندی کا پانی کچھ اُجلا اور صاف تھا۔ نیچے ریت دکھائی دیتی تھی۔ اُس پار جنگل ہرا بھرا سا دکھائی دے رہا تھا۔ اسی جنگل میں تو بھیڑیئے رہتے ہیں ——— پر دکھائی نہیں دیتے۔

ماں بھیڑیئے دکھائی کیوں نہیں دیتے..... وہ اُس نے ماں سے پوچھا تھا۔

"وہ چھپ جاتے ہیں۔ رات کے وقت جھاڑیوں سے باہر نکلتے ہیں۔"

"کیا انہیں رات کے اندھیرے میں بھی دکھائی دیتا ہے؟"

"ہاں ان کی آنکھیں دیکھا کرتی ہیں۔"

"کیا تم نے بھیڑیے دیکھے ہیں؟"

"دیکھے ہیں.....؟"

سن کر سکری کانپ گئی تھی۔ ماں سے پوچھا تھا!

"ماں! بھیڑیوں کو دیکھ کر تمہیں ڈر نہیں لگا تھا؟"

"نہیں.....!" "کیوں؟"

"وہ مرے ہوئے تھے ان کی آنکھوں میں چمک نہیں تھی....."

گرسا کہاں ہے.....! کہیں رات کو کوئی بھیڑیا اسے اٹھا کر تو نہیں لے گیا.....!

اس کا دماغ پھر اسی سوچ میں الجھ گیا تھا۔ وہ ماں کے پاس گئی ـــــ ماں آنگن
ں بیٹھی کے درخت تلے، لکڑی کو اس نظروں سے اُن پیڑوں کو دیکھ رہی تھی جو مرجھاتے ہوئے اپنی
ں کے تھن چوس رہے تھے ـــــ شاید بکری کے تھنوں میں دودھ نہیں تھا۔

سکری آگے بڑھ کر ماں کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔ اس نے دیکھا ماں کی آنکھوں سے
دو آنسو لڑھک کر اس کے گالوں پر ڈھلک آئے ہیں۔

"ماں گرسا گھر میں نہیں ہے.....؟"

ماں نے شاید اس کی آواز نہیں سنی ـــــ وہ خاموش تھی۔

"ماں..... گرسا.....!"

ماں خیالوں میں کھوئی سی چونک اُٹھی۔

"گرسا.....! ہاں، اپنے بابا کے ساتھ گیا ہے۔"

"کہاں گیا ہے ماں؟" "..... جنگل اس پار....."

اُسے ماں کی بات کا یقین نہیں ہوا۔ بابا تو جنگل اس پار لکڑی کا پشتارا بیچنے جاتے ہیں۔
اکیلے تو، کبھی گاؤں والوں کے ساتھ۔ گرسا کو کبھی ساتھ نہیں لے جاتے۔"

"ماں! بابا گرسا کو اپنے ساتھ کیوں لے گئے ہیں؟"

"وہ بیمار ہے۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں۔"

"یہ بھی جھوٹ ـــــ کل ڈگرسا اچھا بھلا تھا ـــــ دن بھر اس کے ساتھ کھیلتا رہا تھا ـــــ ہاں ایک جھونٹے نے اسے کاٹا تھا، پیر سے خون نکل آیا تھا۔ وہ رونے لگا تھا۔ اس نے اُسے گود میں اٹھانے کی کوشش کی تھی۔

ماں نے اس سے کہا: "جا جھاڑیوں کے پیچھے جا کر جھاڑا کر لے۔ منہ ہاتھ دھولے۔ پھر موڑی کھانے کو دوں گی۔"

وہ بے دلی سے جھاڑیوں کی طرف چلی گئی۔

اُسے یاد آتا ہے، کچھ دن پہلے جب اندھیری رات کے بعد چاند نکلنے لگا تھا اور چاند کی روشنی اندھیرے کو کھانے لگی تھی، تو ایک رات دو پرائے آدمی خونخوار بھیڑیوں کی پروا کرتے ہوئے، جنگل اس پار سے اُس کے ہاں آئے تھے ـــ وہ گھر کے باہر پرانے مچان میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے تھے۔ ماں دروازے کے پاس کھڑی ہو کر ان کی باتیں سننے کی کوشش کر رہی تھی۔ ماں، بابا اور آنے والے وہ ناواقف آدمی ـــــ یہ سب کیا ہو رہا ہے، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ بلکہ کچھ تعجب ہو رہا تھا۔ گرسا اس رات سو رہا تھا۔

اس درمیان بابا اس کے پاس آیا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر بولا تھا:

"سکری چل تو میرے ساتھ۔"

جوں ہی بابا اسے ساتھ لیے دروازے تک پہنچا ماں راستہ روک کر کھڑی ہو گئی تھی:

"میں اسے نہیں لے جانے دوں گی۔"

"وہ دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"میں نہیں دیکھنے دوں گی۔"

"بغیر دکھائے بات کیسے بنے گی۔"

"نہیں، بیٹی گھر پر ہی رہے گی۔"

یہ باتیں بہت آہستہ آہستہ ہوئی تھیں، جنہیں شاید وہ آنے والے آدمی نہیں سن پائے تھے۔

"ٹھیک ہے تو رکھ اپنی بیٹی کو سنبھال کر ـــ میں انہیں واپس بھیج دیتا ہوں ـــ"

کہتا ہوا اُس کا باپ اُن آدمیوں کے پاس چلا گیا تھا۔

ماں نے اُسے پچکار کر کہا "جا میری بیٹی جا کر سو جا۔"

ماں کی آواز بھاری تھی۔ مہوا کے تیل سے جل رہے چراغ کی مدھم سی روشنی میں وہ صرف یہی کچھ دیکھ سکی تھی۔

تھوڑی دیر بعد بابا پھر اندر آیا تھا اور سوئے ہوئے گرسا کو گود میں اٹھا کر باہر لے جانے لگا تو ماں نے اسے پھر ٹوک دیا تھا "کیا کر رہے ہو؟"

"اب مجھے مت روکو۔"

"میرا دل گھبراتا ہے۔"

"دل پر پتھر رکھنا پڑے گا۔"

"تمہیں کیا، سب اچھا لگتا ہے؟"

"میں نے آنکھوں پر پٹی باندھ لی ہے۔"

"پٹی کھول کیوں نہیں دیتے؟"

"باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔" کہتے ہوئے اس کا باپ گرسا کو گود میں لئے الف ننگے آدمی باسیوں کے پاس چلا گیا تھا۔

ماں رونے لگی تھی۔ تب اس کی آنکھوں میں بھی آنسو اتر آئے تھے۔ اس نے محسوس کیا تھا اس سے ایک بھول ہو گئی۔ اسے چاہیئے تھا وہ بابا کے پاؤں سے لپٹ جاتی۔ گرسا کو پرائے آدمیوں کے پاس نہ لے جانے دیتی ——— پر یہ سب کیا ہو رہا ہے اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"ماں استھان میں جو لوگ بیٹھے ہیں وہ کون ہیں؟"

ماں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"تم نے مجھے ان کے پاس کیوں نہیں جانے دیا؟"

"جاؤ سو جاؤ۔" ماں کا جواب تھا۔

پھر گرسا اور بابا کے لوٹ آنے کے انتظار میں کب اس کی آنکھ لگ ——— گئی تھی اسے یاد نہیں۔

سویرے جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے گرسا کو ہمیشہ کی طرح اپنی بغل میں سوئے ہوئے نہیں پایا۔ اسے شک ہوا تھا، شاید گرسا استھان میں بابا اور ان آدمیوں کے ساتھ سو رہا ہوگا۔ اس نے استھان میں جھانکا تو وہاں اسے کوئی دکھائی نہیں دیا۔ سو کہی گھاس پر جو ہے ———

بھوک سہہ رہے تھے۔

کچھ دنوں پہلے کا واقعہ ہے ـــــ اُس کا بابا بھوکے پیٹ گھر سے باہر چلا گیا تھا۔ شاید جنگل سے لکڑی کاٹنے یا پتے توڑنے کے لئے۔ جب وہ گھر لوٹا تو اُس کا منہ سوکھا ہوا تھا۔ آنکھیں سرخ دکھائی دے رہی تھیں۔ پیٹھ پر چوٹوں کے نشان تھے۔ ہاتھ پاؤں میں کہیں کہیں خراشیں ـــ تھیں۔ اُن سے خون کی لالی باہر جھانک رہی تھی۔

"کیا ہوا.....؟" ماں نے پوچھا تھا۔ "کیا کسی سے جھگڑا ہو گیا.....؟"

"نہیں! یہاں کون کس سے جھگڑے گا؟ جھگڑنے کی قوت کس میں ہے ـــ سب تو بھوک پیاس کے مارے ہوئے ہیں۔"

"کیا پیڑ پر سے گر پڑے؟"

"نہیں پیڑ پر چڑھتا ہوا پکڑا گیا تھا۔ جنگلات کے محکمہ کے لوگ تھے۔"

"تب انہوں نے تمہیں مارا پیٹا ہوگا۔"

"ہاں.....!" "اب لکڑی چرانے کا دھندا چھوڑ دو۔"

تو کیا آج بابا پھر کہیں لکڑی کاٹنے گیا ہے ـــ نہیں اگر لکڑی کاٹنے جاتے تو گرسا کو اپنے ساتھ نہ لے جاتے۔

پچھلی رات ماں نے گھر میں اناج نہ ہونے کی وجہ سے سوہنجنا کے پتے اُبال دیئے تھے ـــ جسے اُس نے اور نہ ہی گرسا نے منہ لگایا تھا۔

یہ کچھ نیا نہیں تھا۔ اکثر رات کے وقت انہیں بنا کھائے سو جانا پڑتا تھا۔ پہلے ماں انہیں کچھ کھلانے کے لئے بہلایا کرتی تھی ـــ کبھی کوئی لالچ دے کر، تو کبھی یہ کہہ کر کہ گھر میں فلاں چیز بنے گی ـــ وہ آئے گا وہ آئے گا۔ اور وہ ماں کی باتوں کا یقین کر لیتے تھے کیونکہ اس کا کہا سچ نکلتا تھا۔

ماں ایک مرتبہ اُس سے بولی تھی ـــ سکری دیوتا ناراض ہیں رے۔ دھرتی ماتا بھی ناراض ہے۔ وہ آسمان سے پانی برستا ہے نہ زمین سے بیج پھوٹتا ہے۔ بیج نہیں اُگے گا تو اناج کہاں سے پیدا ہوگا ـــ کھائیں گے کیا؟ کال پڑ گیا ہے۔ خزاں آ گئی ہے۔"

"ماں! اکال کیسا ہوتا ہے؟..... دکھائی کیوں نہیں پڑتا.....؟"

"بڑے بھیانک ہوتا ہے۔ بھیانک! بیٹا کہیں دکھائی دیتا ہے کیا؟ وہ تو ـــ

نیچے جا اگر وہ بچ لیتا ہے۔

کچھ کچھ اُس کی سمجھ میں آگیا تھا کال پڑنا اسی کو کہتے ہیں۔ سارے گاؤں ہی کو اُس کی مار سہنی پڑ رہی تھی۔ لوگوں کو کھانا نہیں ملتا۔ بھوک نہ مٹا سکنے کی وجہ سے سب کمزور ہو گئے ہیں۔ سب کو بھیڑیوں کا ڈر ہے۔ خاص کر بچوں کو۔ بھیڑیا اکثر رات کے وقت آتا ہے اور کسی نہ کسی کو اُٹھا کر لے جاتا ہے۔

اُسے یاد ہے، ماں نے ایک دن کہا تھا:

• سنکری سے ایک دن بھیڑیا ہمارے یہاں بھی آئے گا۔۔

• اسے مت آنے دو ماں۔ آئے تو مار کر بھگا دو۔۔

• وہ ایسے نہیں جائے گا۔ کسی کو ساتھ لے کر جائے گا۔۔

سن کر بڑا ڈر لگا تھا اُسے!

• اچھا ماں لو، اگر وہ مجھے اور تیرے بابا کو اُٹھا کر لے جائے تو......!

• نہیں ماں! میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔ بابا کو بھی نہیں۔۔

• دیکھ! اگر ہمیں بھیڑیا اُٹھا کر لے جائے تو تو گرسا کا خیال رکھنا۔۔

تب سے وہ گرسا کے تئیں اپنی ذمہ داری کچھ زیادہ محسوس کرنے لگی تھی۔

دوپہر ہو گئی۔ بابا اور گرسا ابھی تک گھر نہیں لوٹے تھے۔ ماں نے کچھ پکایا بھی نہیں تھا۔ اُسے بھوک لگی ہوئی تھی۔ وہ ماں سے کچھ کھانے کو مانگے تو کیسے، ماں کا چہرہ اُداسی میں ڈوبا ہوا تھا جانے وہ کیا سوچ رہی تھی۔ تبھی شاید ماں کو کچھ خیال آیا اور وہ بولی:

• چل میرے ساتھ چل.....!

• اُس نے ماں سے نہیں پوچھا وہ اُسے کہاں لے جانا چاہتی ہے۔

اُس کی انگلی پکڑ کر بولی: "چلو ماں!"

اُس نے سوچا ماں اُسے جنگل کی طرف اُس راستے پر لے جائے گی جس پر سے ہو کر گرسا اور بابا کے لوٹنے کی امید ہے۔ لیکن نہیں۔ وہ اُسے منکی کے گھر کی طرف لے گئی۔

منکی کو اُس نے پچھلے چھ دنوں سے نہیں دیکھا تھا۔۔ وہ اُس کی سہیلی ہے۔

منکی آنکھیں بند کئے چت فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ اُس کی ماں اُس کے قریب بیٹھی ایک میلا کپڑا ہلا ہلا کر اُس پر سے مکھیاں اُڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔

منّی بھی اُس کے ساتھ لیٹی ہے۔
ماں نے اُس سے چپ چاپ لیٹے لیٹے اشاروں میں پوچھا۔
منّی کی ماں نے شکستہ آواز میں جواب دیا:
"میں اسے اپنے جسم کا ماس ہی کاٹ کر کھلا سکتی ہوں، اور کچھ نہیں ہے گھر میں کھلانے کو کچھ نہیں ہے۔"
"اس کے بابا گھر نہیں لوٹے؟"
"جانے کہاں مر کھپ گیا۔ میرا تو بکری بیچنے گیا تھا لگتا ہے کسی نے اس سے جانور چھین کر اُسے بھی راستے میں ختم کر دیا ہے۔"
"میں نے کہتی تھی تم خود ہی کاٹ کر کھا لو۔"
"کاٹ تو لیتے پر منّی ایسا نہیں کرنے دیتی تھی۔ اسے اُن سے بہت لگاؤ تھا۔ کاٹ بھی دیتی تو منّی نہیں کھاتی۔"
"منّی کو کیا ہوا ہے ماں؟" سکری نے اپنی ماں سے پوچھا۔
"بیمار ہے۔"
"اسے بھوک لگی ہوگی۔ بیمار نہیں ہے۔ ماں مجھے بھی بھوک لگی ہے۔"
ماں اس کی بات اَن سنی کر کے منّی کی ماں سے بولی:
"صرف ہمارے گاؤں کے لوگ ہی نہیں، آس پاس کے سارے علاقے کے لوگ بھوک سے مر رہے ہیں۔ ایسا کال پہلے کبھی نہیں پڑا تھا۔"
"میں نے کبھی نہیں دیکھا۔"
"اچھا اب چلتی ہوں۔ خاص بات ہو تو خبر کرنا۔"
منّی کی ماں پھٹی پھٹی آنکھوں سے منّی کی طرف دیکھتی ہوئی بولی:
"اسی گھڑی کا تو انتظار ہے۔"
ماں سکری کو پکڑ کے لے آئی۔ سکری نے کہا:
"ماں! مجھے کھانے کو دو۔۔۔"
"تیرے بابا آئیں گے تو دوں گی۔"
"بابا کب آئیں گے، وہ کب آئیں گے ....؟"

"مجھے کھانے کو نہیں دو گی تو میں بھی منّی کی طرح بیمار پڑ جاؤں گی۔"

"نہیں.... اسماں کا گلا بھر آیا۔ اُس نے اُسے گلے سے لگا لیا۔

ایک مرتبہ یوں ہوا کہ گرسا بہت بیمار پڑ گیا تھا۔ نہ وہ کچھ سن سکتا تھا نہ بول سکتا تھا وہ گھٹنوں پر بھی نہیں ہل سکتا تھا۔ گودڑی میں ٹٹی پیشاب کرتا تھا۔ تب ماں سارا دن اُس کے سرہانے بیٹھی رہتی تھی۔ وہ جھاڑ پھونک کے لئے آیا تھا۔ بابا جی بھی پریشان رہتے تھے۔

"ماں مجھے بھوک لگی ہے۔" وہ اونچی آواز میں بولی۔

ماں نے اسی طرح اونچی آواز میں جواب دیا: "تو مجھے کھا لے!"

اُس نے ماں کی طرف غور سے دیکھا ——— ماں کے ہونٹ سوکھے ہوئے تھے کناروں پر سفید سی جھاگ جمی ہوئی تھی۔ آنکھیں پیلی نظر آ رہی تھیں جیسے اُسے بھیڑیے نے کاٹا ہو۔

وہ سونی آنکھوں سے ماں کی طرف دیکھتی رہی۔ اُس نے محسوس کیا ماں کے پیٹ میں بھی جیسے کچھ جل رہا ہے۔

"ماں! کیا تمہیں بھی بھوک لگی ہے؟"

ماں نے اُس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا اور بولی:

"آ میری بغل میں لیٹ جا۔"

ماں نے اُسے کھینچ کر اپنے پاس لٹا دیا۔

ماں کے جسم کی حرارت سے اُس کے جسم میں بھی گرماہٹ آ رہی تھی۔ اُسے بھلا لگا اور وہ

ماں نے کروٹ بدل کر اسے اپنی بانہوں میں باندھ لیا اور آنکھیں موند لیں۔

بکری کا بچہ بالکل ماں کے تھن کو منہ میں لے کر بچوں کی طرح چوستے۔ لیکن وہ اس قدر جلدی الگ ہو جاتے کہ انھیں منہ لگانے کو جی نہیں چاہتا۔

باہر پیڑوں کے سوکھے پتوں کے پر مار کر گرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ غور سے سننے لگی ——— شاید اس شور میں کسی بچے یا کسی جانور کے چلنے کی آواز سنائی دے۔

کچھ دن پہلے کچھ چڑیاں قابو میں آگئی تھیں۔ ماں نے انھیں بھون کر اُسے اور گرسا کو کھلایا تھا۔ شاید چڑیوں نے اب ڈر سے ادھر آنا بند کر دیا ہے ——— یا وہ ختم ہو گئی ہیں۔

بھوک کے مارے لوگوں نے کچھ بھی تو نہیں چھوڑا ——— نہ جنگلی پیڑ، بکری یا خرگوش

تیز پنجے و نشتری نہیں لاتے۔ لیکن گیدڑ اور بھیڑیے بوڑھے ہو گئے ہیں۔ کوئی انہیں مارتا ہے ہنکاتا ہے بلکہ وہی موقع پا کر گاؤں والوں کو کھا جاتے ہیں۔

رات اُتر آئی تھی۔ سارے علاقے میں دور دور تک خاموش اندھیرا چھایا ہوا تھا ــــــ خنک ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تھی۔ گاؤں کے چاروں سمتوں سے اور خاص کر ندی اور جنگل کی طرف سے گیدڑوں کی ہوا ہو کی آوازیں آنے لگی تھی۔ یوں لگ رہا تھا، اس میں رونے کی آواز بھی شامل ہے۔

سکری نے ماں سے پوچھا:

"ماں! کون رو رہا ہے؟"

باہر باڑی میں کھڑکھڑاہٹ ہوئی۔ ماں گھر سے باہر نکلی۔ سکری کا باپ سسکتا ہوا روتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ تنہا تھا۔ گرسا اس کے ساتھ نہیں تھا۔

سکری کا باپ گھر کے برآمدے میں قدم رکھتے ہی رونے لگا۔ ماں بھی رونے لگی۔ سکری بھی گئی تھی، چونکہ گرسا ساتھ نہیں تھا، اس لئے وہ رو رہے ہیں۔ وہ کبھی ماں اور کبھی اپنے باپ کے منہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ شاید گرسا کا ذکر چھڑیں۔

تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح روتے رہے۔ پھر بابا نے اسے گود میں اُٹھا لیا اور روتی ہوئی آواز میں بولا:

"بیٹی! تیرے بھائی کو بھیڑیا کھا گیا۔"

وہ اپنے باپ کے کندھے پر سر ٹیک کر رونے لگی۔

ماں گلوگیر آواز میں بولی:

"میں نے کہا تھا، اُسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔"

سکری کا باپ بولا ــــــ "اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ یہ غلطی مجھ سے ہی نہیں ہوئی اوروں سے بھی ہوتی ہے۔"

"مگر سارا دن تو نہیں تھا.....؟"

"اسے انہوں نے کچھ کھلا کر گہری نیند سلا دیا تھا۔ شاید نیند ٹوٹنے کے بعد روئے" کہتے ہوئے سکری کا باپ رونے لگا۔

"ماں بولی: تم نے اسے ان بھیڑیوں کے حوالے کر دیا۔"

سکری اپنے باپ کی گود سے اتر گئی اور دروازے پر لیٹ گئی۔ اُسے اپنے باپ کے لیے بڑا افسوس ہو رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ماں اُس کے پاس آئی اور بولی:

۔ سکری! کچھ تو کھا لے۔ تیرے لیے کھانا گرم کر لائی ہوں۔۔

اس نے ماں کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا:

۔ میں نہیں کھاؤں گی۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔۔

اس نے کروٹ بدل کر منہ پھیر لیا اور آنکھیں موند لیں۔

تھوڑی دیر بعد اُسے دور سے آتی ایک آواز سنائی دی جیسے کوئی اُسے پکار رہا ہو۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

باہر ہوا کے جھونکوں سے درختوں کے سوکھے پتے کھڑکھڑ کرتے ہوئے منتشر ہو رہے تھے۔ اس نے دیکھا چھپر کے ایک کونے میں لالٹین کی پھیکی روشنی میں اُس کا باپ اور ماں لالٹین کے پاس رنگین کپڑے لیے بیٹھے ہیں۔

۔ ابا! اپنا مسور سنبھال کر رکھو۔۔

۔ نہیں تم ہی رکھو۔ ان سے خون کی بو آرہی ہے۔۔

۔ ابھی رکھو سکری کی ماں، دو دن پھر لگے ہیں، پھر سال کو واپس گھر لے آؤں گا۔۔

۔ دیکھو دو دن پھر لگے ہیں۔ نہ جانے کب لوٹ کر آئے گا۔ ایک دن سکری بھی اسی طرح ہاتھ سے چلی جائے گی۔ ماں پھر رونے لگی تھی۔ اُسے بھی روتا دیکھا جائے گا۔۔

سکری بھی رونے لگی۔

سکری کو روتے دیکھ کر اس کا باپ بھی رونے لگا۔ اُن کے رونے کی آواز سن کر، اس کے گھر کے باہر جمع گیدڑ اور کتے آوازیں ملانے لگے تھے۔

۱۔ ([illegible] ۸۸)

مرزا حامد بیگ

اندھی گلی

وہ دن اکتاہٹ، بے چینی اور مایوسی کے تھے۔

میں بے روزگار تھا اور بھرے پرے شہر میں اکیلا۔ میرے لئے رات اور دن ایک تھے۔ راتوں کو جاگتا اور دن کو سوتا رہتا تھا۔ میرے ساتھ شہر کے تمام فٹ پاتھ، تفریحی پارک اور دن رات کھلے رہنے والے چائے کے کھوکھے شدید اکتاہٹ، بے چینی اور مایوسی میں ڈوبے ہوئے تھے۔

اوائل جوانی کی ان اُدھ گھسی ہوئی شاموں میں سے ایک شام میرا گزر اندرون شہر کی ایک تنگ و تاریک، نیم روشن گلی میں سے ہوا۔ میں چلا جا رہا تھا اور گلی کہیں ختم ہونے میں نہ آتی تھی۔

اس روز میں کئی راتوں سے جاگا ہوا تھا اور اس نہ ختم ہونے والی گلی میں سے گزرتے ہوئے اپنے وجود کو بڑی مشکل سے گھسیٹ رہا تھا۔ ایسے میں کئی بار میں نے واپسی کا سوچا، لیکن جانے کب سے چلا آتا تھا اور میرے لئے دوبارہ اتنی مسافت طے کرنا ممکن نہ تھا ——— اس لئے آگے، اور آگے چلتا گیا۔

وہ گلی اس قدر تنگ تھی کہ سامنے سے آنے والوں کے لئے دیوار کے ساتھ لگ کر راستہ بنانا پڑتا تھا۔ ایسے میں یکایک یوں محسوس ہوا کہ جیسے میرے بہت آہستہ چلنے کے سبب پیچھے سے آنے والوں کو مشکل پیش آ رہی ہے۔ اس خیال نے مجھے اور زیادہ بوجھل کر دیا۔ لیکن کر بھی کیا سکتا تھا۔ اس سے زیادہ تیز چلنا میرے لئے محال تھا۔

میں نے دو ایک بار رک کر راہگیروں سے پوچھا بھی کہ یہ گلی کہیں ختم بھی ہوگی یا نہیں لیکن شاید وہ بہت جلدی میں تھے اور میں ہانپ گیا تھا۔ پھر میں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا تھا اور شاید اپنے وجود کو زیادہ دیر تک اپنی تھکی ہوئی ٹانگوں پر نہ سنبھال سکنے کے باعث اس نیم تاریک گلی میں بیٹھتا چلا گیا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ اس گلی میں سے تو جنازے کی چارپائی گزرنا بھی مشکل ہے۔ اس خیال نے میرے حواس بحال کر دینے کے ساتھ ساتھ کسی قدر توانائی کا احساس

ذہن بھی منجمد کر دیا اور میں ایک بار پھر اپنے وجود کو آگے کی سمت گھسیٹنے کے قابل ہو سکا۔

میں اس طرف کیوں نکل آیا تھا۔ یہ سوچ کر سخت پشیمان تھا کہ یک لخت اس اندھی گلی کے ایک بند دروازے کے پیچھے سے ڈھولک کی گھٹی گھٹی آواز سنائی دی، پھر پھڑ پھڑا مار کر جیسے چڑیاں نکلتی ہیں، اس دروازے کے پیچھے سے جوان لڑکیوں کا جھنڈ نکلا اور میرے سامنے سے ہو کر آگے نکل گیا۔ لڑکیوں نے اپنے ہاتھوں میں روشن ہنڈے اور لالٹینیں تھام رکھی تھیں اور ان کے معصوم قہقہوں کی باڑ پر میں بہتا چلا گیا تھا۔ مجھے اس تنگ و تاریک گلی میں پہلی بار زندگی کا احساس ہوا تھا اور میں پشتم پشتم زندگی کے پیچھے ہو لیا تھا، شاید اس کی زد میں تھا کہ یک لخت گلی ختم ہو گئی۔

سامنے پُر شور سڑک تھی، جس پر دو طرفہ ٹریفک رواں تھی۔ اسکوٹروں، موٹر رکشوں اور بسوں کی لمبی قطاروں اور برقی قمقموں کی چکا چوند میں موت فراٹے بھرتی گزر رہی تھی اور کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ وہ لڑکیوں، چڑیوں کا جھنڈ پھر اُمار کر جانے کس طرف کو اُڑ گیا، کچھ پتا نہ چلا۔ مجھے اس اچانک تبدیلی کے احساس نے حیران کر دیا تھا۔

گلی کے اختتام پر سیاہ دیکھا بھالا ایک نیم تاریک چائے کا کھوکھا اس تنگ گلی اور پُر شور سڑک کے درمیان جیسے ایک پل تھا اور اس پل پر سے ہو کر ہی دوسری سمت نکلا جا سکتا تھا۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ اس چائے کے کھوکھے پر میری اکثر بے زار شامیں گزری تھیں لیکن اس اندھی گلی کی طرف میرا دھیان اس سے قبل کبھی نہ گیا تھا۔ اس شدید حیرانی کے احساس سے نبرد آزما ہونے کے لئے مجھے کچھ وقت درکار تھا اور میں حسبِ معمول کھوکھے کے سامنے جھولتی ہوئی ایک کرسی پر گر گیا تھا۔

"چائے۔" میں بمشکل تمام کہہ پایا تھا، لیکن مجھے یقین ہے کہ اس وقت میری آواز گلے تک پہنچنے سے پہلے ہی کہیں کھو گئی تھی۔

مجھے کرسی میں دھنستے دیکھ کر کھوکھے کا ادھیڑ عمر مالک، غنودگی کے عالم میں چلتا ہوا میرے سامنے چائے کا مگ رکھ کر واپس اپنی نشست پر جا بیٹھا۔ میں نے اپنے دائیں بائیں نگاہ کی اور برقی قمقموں کی تیز روشنی اور دو طرفہ ٹریفک کی یلغار کے باوجود میری آنکھیں مندتی چلی گئیں۔

میں جانے کتنی دیر سے اس جھولتی ہوئی کرسی پر بے سدھ پڑا رہا تھا۔ جب آنکھ کھلی۔ تو صبح کے آثار نمایاں تھے۔ چائے کے اس کھوکھے کے گرد اگرد بدحواس مردوں کا بہت بڑا ہجوم تھا اور سامنے والی تنگ گلی سے عورتوں کے رونے اور بین کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں ـــــ

"چائے ویسی کی ویسی پڑی رہ گئی" کھوکھے کا ادھیڑ عمر مالک میرے سامنے رکھی ٹھنڈی چائے کی پیالی اُٹھاتے ہوئے بڑبڑایا۔

" بابا ـــــ عورتیں کیوں رو رہی ہیں ؟ "

میں نے گہری نیند سے بیدار ہوتے ہوئے سوال کیا۔

میرے سامنے رکھے ہوئے اسٹول پر جھاڑن پھیرتے ہوئے اس نے تامل کیا پھر صرف اتنا کہا، " اللہ کے کام ہیں بیٹا۔ "

" لیکن بابا ـــــ میں نے تو اس گلی سے ڈھولک کی تھاپ خود سنی ہے۔ بڑی زندگی تھی یہاں کل رات ـــــ یہ کیا ہو گیا بابا ؟ "

اب میں پورے ہوش و حواس میں تھا اور مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

" بابو جی ـــــ جس لڑکی کی شادی تھی نا ـــــ وہ بغیر کسی کو بتائے اپنی ایک سہیلی کے ساتھ بازار گئی تھی اپنی پسند کی چوڑیوں کا انتخاب کرنے یا شاید کوئی اور بات تھی ـــــ ایک کار اُسے کچلتی ہوئی نکل گئی ـــــ وہ تو بے چاری کہتی رہی کہ مجھے گھر لے چلو ـــــ گھر لے چلو، لیکن لوگ باگ اسے ہسپتال لے گئے۔ حالت بہت خراب تھی اس کی۔ ہسپتال میں مر گئی۔ "

" مر گئی ؟ "

" ہاں بیٹا سب اُوپر والے کے کام ہیں۔ "

مجھے اُس کی آواز کسی گہرے کنوئیں سے اٹھتی ہوئی محسوس ہوئی تھی اور اُس کے بعد میں وہاں زیادہ دیر نہیں رکا تھا۔ چائے کے پیسے ادا کر کے اٹھ آیا تھا۔

بہت پرانی بات ہو گئی۔

میں اِس واقعہ کو تقریباً بھول بھال گیا تھا کہ آج بیس برس بعد اپنے بیوی بچوں کو ریلوے اسٹیشن چھوڑ کر گھر واپس آتے ہوئے، میں نے خود کو اُسی تنگ و تاریک گلی میں ہانپتا ہوا محسوس کیا۔ جہاں سے جنازے کی چارپائی گزرنا بھی محال تھی۔ دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہوئے اور گلی میں ڈھیلے ہوتے ہوئے، میں نے ایک راہگیر سے پوچھا، " یہ گلی کہیں ختم بھی ہو گی یا نہیں ؟ "

منچلے راہگیر نے شرارت سے آنکھیں جھپکائیں اور بولا، " یہ تو پیدل چلنے والوں سے پوچھو ـــــ میں تو فراٹے بھرتی ہوئی گاڑی پر سوار ہوں۔ " اُس نے اتنا کہا اور زور زور سے پیڈل مارتے ہوئے، سائیکل پر یہ جا وہ جا ـــــ

کتنی حیران کن بات ہے کہ آج میں اپنی گاڑی کی آرام دہ نشست پر تھا اور طویل مدت بعد وہاں سے گزرتے ہوئے اُسی تنگ گلی میں سے گزرنے کا گمان ہوا تھا۔ بچوں کو اسکول کی چھٹیاں تھیں اور وہ اپنی ماں کے ساتھ کچھ دن کے لئے گاؤں چلے گئے

تھے۔ میں ہر سال ان دنوں میں اُن کے ساتھ خود بھی گاؤں کا چکر لگا لیتا تھا لیکن اس بار کچھ اسلام آباد کے کام ایسے تھے کہ ان کے ساتھ نہ جا سکا تھا۔ سو میں اکیلا تھا اور اسٹیشن سے واپسی پر بلکہ یونہی بے کار سڑکوں پر بھٹکتا پھر رہا تھا۔

کئی برس گزر گئے۔ میں اندرون شہر کی زندگی سے کٹ کر رہ گیا تھا۔ جانے کیا سوچ کر میں پرانے شہر کی طرف نکل گیا۔ پرانے شہر کی گلیوں میں جہاں میں نے بے روزگاری کے دن گزارے تھے گاڑی ایک طرف کھڑی کر کے تادیر پیدل چہل قدمی کرتا اور خواہ مخواہ دکانیں جھانکتا پھرا۔

پرانی آبادی کے ایک دکان کے باہر پرانے گھڑیال لٹک رہے تھے۔ برسوں سے رُکے ہوئے، سوئیوں اور پنڈولم کے بغیر گھڑیال۔ بچپن میں کتنی خواہش تھی پنڈولم کے ساتھ چلتے ہوئے گھڑیال کو دیکھنے کی۔ ان میں سے کسی ایک کو تو ٹھیک کروایا جا سکتا ہے، میں نے دل ہی دل میں سوچا۔

دکان کے اندر قدرے تاریکی تھی۔ میں نے جھک کر اندر دیکھا تو وہاں گھڑی ساز کے بجائے حجام ایک لڑکے کے بال تراش رہا تھا جب کہ مجھے گھڑی ساز کی تلاش تھی۔

حجام بولا: بابو جی ——— اندر آجائیں۔"

میں نے کہا۔ مجھے بیٹھنا نہیں ہے بھائی۔ کیا تم گھڑی ساز بھی ہو؟

"نہیں ——— بال کاٹتا ہوں: حجام نے جواب دیا۔

"تو پھر یہ گھڑیال کیوں لٹکا رکھے ہیں باہر؟ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"تو اور کیا لٹکاؤں بابو جی؟ بال کاٹتا ہوں۔ گھڑیال ہی لٹکیں گے باہر۔"

مجھے کچھ سمجھ میں نہ آیا اور بوجھل قدموں کے ساتھ وہاں سے چل دیا۔ ریلوے اسٹیشن سے واپسی پر عجیب لایعنی واقعات پیش آتے رہے تھے۔ میں جھنجلا کر دوبارہ گاڑی میں جا بیٹھا۔ اب میں گھر لوٹ جانا چاہتا تھا۔ لیکن ابھی بڑی سڑک پر آ کر پہلا موڑ ہی کاٹا تھا کہ سرخ جوڑے میں سجی سجائی ایک جوان لڑکی اچانک سامنے آگئی۔ میں اگر بروقت بریک نہ لگاتا تو وہ نیچے آگئی تھی بلاشبہ وہ بچ گئی تھی۔ اس لیے کہ جب میں غصے میں بھرا نیچے اُترا ہوں تو وہ سڑک کے بیچوں بیچ سخت زخمی حالت میں پڑی تھی۔

میں گھبرا گیا اور اُسے سہارا دے کر پچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔ میں اسے جلد از جلد ہسپتال پہنچانا چاہتا تھا اس لیے تیزی سے نکلا ہوں۔ جب میکلوڈ روڈ کا موڑ کاٹنے لگا تو اس نے اُدھر جانے سے منع کر دیا۔ وہ اُکھڑے ہوئے سانسوں کے ساتھ اندرون شہر لے جانے کا تقاضا کر رہی تھی۔ سو میں گھبراہٹ میں اس کے بتائے ہوئے راستے پر چل دیا۔

اس نے جس جگہ گاڑی رو کنے کو کہا وہ علاقہ میرا دیکھا بھالا تھا۔ گلی کے نکڑ پر چائے کا ہوٹل اب بھی موجود تھا اور اس کے سامنے کرسیوں پر جھومتے ہوئے نوجوان اب بھی اونگھ رہے تھے۔ میں نے لڑکی کو سہارا دے کر نیچے اتارا، وہ خون میں لت پت تھی۔ گلی کا موڑ مڑتے ہوئے وہ بغیر دستک دیئے ایک گھر میں گھس گئی اور میں باہر کھڑا انتظار کرتا رہا۔

میرے طویل انتظار کے بعد بھی جب گھر سے کوئی نہ نکلا تو میں نے دروازے پر دستک دی۔ دوسری بار دروازہ کھٹکھٹانے پر کھانستا کھنکارتا ہوا ایک بڈھا باہر نکلا تو میں نے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے لمبی تمہید باندھی، لیکن وہ لاتعلق سا کھڑا رہا ساری بات سن کر وہ مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے اندر کی طرف مڑ گیا۔

میں کانپتے ہوئے قدموں کے ساتھ اندر گیا ـــــ گھر میں موت کا سکوت تھا۔ مختصر سا صحن الانگھ کر ہم دونوں ایک کمرے میں پہونچے ہیں، جہاں دیوار کے ساتھ ایک پرانی آئل ـــــ پینٹنگ لٹک رہی تھی۔ تصویر میں ایک نیم تاریک چائے کا کھوکھا تھا اور اس کے سامنے ایک نوجوان کرسی پر اونگھ رہا تھا۔ میں بھونچکا رہ گیا۔ وہ یقیناً میری جوانی کی تصویر تھی۔

بڈھے نے مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں تجھے پہچان لیا ہے بیٹا ـــــ اس کی شادی ہم نے بچپن سے طے کر رکھی تھی۔ مجھے کیا پتہ تھا بیٹا ـــــ اس کی ماں جو نہیں تھی، باپ سے کیسے کہتی ـــــ شادی سے دو دن پہلے اپنی ایک سہیلی کے ساتھ چوڑیاں چڑھانے نکلی تھی یا شاید کوئی اور بات تھی ـــــ میں نے اسے خون میں لت پت ہسپتال میں دیکھا۔ وہ تو بے چاری کہتی رہی کہ مجھے گھر لے چلو گھر لے چلو، لیکن لوگ باگ اسے ہسپتال ـــــ خیر جانے دو۔ مل کر چائے پیتے ہیں۔ تمہارے پاس وقت ہے نا؟"

بڈھے نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں کو قمیص کی آستین سے پونچھتے ہوئے تیل کے چولہے پر چائے کے لئے پانی چڑھا دیا۔

اس سیلن زدہ کمرے میں بہت سی تصویریں جا بجا بکھری پڑی تھیں۔ سامنے کی دیوار پر جھولتی ہوئی تصویر میں چائے کے نیم تاریک کھوکھے کے سامنے کرسی پر میں تھا جو اونگھ رہا تھا ـــــ یہ ان دنوں کی تصویر تھی جب میں بے روزگار تھا اور بیچھے کی طرح وال بنانا تھا۔ اکثر کرسیوں میں بھی میرے گلے کے گرد مفلر لپٹا رہتا۔ اس تصویر میں بھی یقیناً جاڑے کا موسم نہیں تھا ـــــ میرے گلے میں بندھا مفلر جھول رہا تھا۔ [illegible]

محمد منشا یاد

فرار

زیرِ بحث کمرہ ہوٹل کا ہے۔ ایک کشادہ مگر سامان سے تقریباً خالی کمرہ ہے۔ کمرے میں ایک میز ہے جس پر ایک ماڈرن آرٹ کی تصویر کا فریم رکھا ہے۔ دوسرے کونے میں ایک پلنگ ہے جس پر اجلا سا بستر بچھا ہے۔ موزیک کے چمکدار اور پھسلواں فرش پر احتیاط سے چلنا پڑتا ہے۔ دروازے سے نیلگوں روشنی کی ... دیواروں سے ایملشن پینٹ کی باس آ رہی ہے۔ اسی میز پر جس پر تصویر رکھی ہے میں نے تھوڑی دیر پہلے رات کا نہایت پر تکلف کھانا کھایا ہے۔ ضرورت کی ہر چیز کمرے میں گھنٹی کا بٹن دبا کر وہاں منگوائی جا سکتی ہے لیکن کسی آشنا چہرے نے دوبارہ اندر جھانک کر نہیں دیکھا۔

ہوا بند ہے اور حبس سے دم گھٹتا جاتا ہے مگر وہ دو خوبصورت اعلیٰ لباس زیب تن کئے کندھے سے کندھا ملائے کھڑے ہیں اور ہر دیکھنے والے پر ہنستے اور پھبتیاں کستے ہیں۔ کھڑکی بند ہے لیکن پردے کا کچھ حصہ ہٹا ہوا ہے جس سے بالکونی پر رکھے گملے کا ساکت پودا نظر آتا ہے۔ پودا اصلی اور خوبصورت ہے مگر اس پر پلاسٹک کا بنا ہونے کا گمان گزرتا ہے۔ اس حبس زدہ پر تکلف اور اجنبی ماحول میں میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔ میں رہ رہ کر سوچتا ہوں کہ میں کہاں یہاں آ پھنسا ہوں۔ اس سے کہیں اچھا تھا میں کسی ہوٹل یا مسافر خانے میں رات بسر کر لیتا یا کسی پارک کے بنچ پر پاؤں پسار کر لیٹ جاتا۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔

اٹھ کر کمرے میں چکر لگاتا ہوں۔ کھڑکی کھول کر باہر نکلنے یا فرار ہونے کا راستہ تلاش کرتا ہوں۔ مگر فرار کی کوئی راہ سجھائی نہیں دیتی۔ کھڑکی کے باہر نہایت مضبوط گرل لگی ہے اور بالکونی سے آگے

طاری ہے۔ پیچھے کی منزل سے ریڈیو پر طربیہ گیتوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔ میں تھک ہار کر بستر پر لیٹ جاتا ہوں اور بتی بجھا دیتا ہوں۔ بتی بجھنے سے تپش میں قدرے کمی آ جاتی ہے مگر گھٹن اور حبس کم نہیں ہوتا۔

نصف شب کے قریب اچانک مجھے ایک چور راستہ دکھائی دیتا ہے میں اندھیرے میں دبے پاؤں چلتا اس ویران سنسان اور جہنم کی طرح تپتے ہوئے کمرے سے باہر آ جاتا ہوں۔ پھر بلند بالا عمارتوں اور پُر پیچ گلیوں سے گزر کر ایک لمبی چمکیلی اور دُور دُور تک پھیلی ہوئی سڑک پر آ جاتا ہوں۔ یہ سڑک میرے لئے نئی ہے میں اس پر پہلی بار چل رہا ہوں۔ یہ ایک خوبصورت کشادہ اور پختہ سڑک ہے مگر بیچ بیچ میں کہیں ناہموار اور ٹوٹے پھوٹے ٹکڑے بھی آ جاتے ہیں۔ اس وقت یہ جس علاقے سے گزر رہی ہے وہاں اس کے دونوں جانب ہرے بھرے کھیت ہیں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر درختوں کے جھنڈ اور باغات نظر آتے ہیں اور پرندوں کا شور سنائی دیتا ہے۔ کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی جھیلوں ایسے تالاب ہیں جن میں کنول تیرتے ہیں اور جن پر مرغابیاں منڈلا رہی ہیں۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے اور بادل کا ایک ٹکڑا سایہ کئے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ سڑک پگڈنڈیوں، پلیوں اور نشیب و فراز سے گزرتی ہوئی کبھی سیدھی اور کبھی بل کھاتی دکھائی دیتی ہے۔ دیکھنے والے اپنی اپنی زندگی کی شاہراہ کو بھی دھیان میں رکھیں، چونکہ مخالف سمت سے اب تک کوئی شخص یا سواری آتی دکھائی نہیں دی اس لئے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں ٹریفک یکطرفہ ہے۔ الٹی سمت کو سفر کرنا ممنوع ہے نیز ایک سائن بورڈ سے پتہ چلتا ہے کہ اس پر چلنے کی رفتار یکساں اور متعین ہے اس کا مطلب ہے جو لوگ آگے ہیں وہ آگے ہی رہتے ہیں اور پیچھے والے پیچھے۔ پھر میری نظر کچھ اور سائن بورڈوں پر پڑتی ہے جن پر لکھا ہے۔

"سڑک سے اترنا منع ہے۔"

"پلٹ کر دیکھنے سے پرہیز کریں۔"

"تیز رفتاری ممکن نہیں ہے۔"

مجھے یاد آتا ہے ہم گھر سے ایک ساتھ چلے تھے اور ہمارا ایک ساتھ سفر ہونے کا وعدہ بھی ہوا تھا لیکن اب معلوم ہوتا ہے وہ کسی وجہ سے پیچھے رہ گئی کیا پتہ وہ [illegible] چلی آتی ہو۔ اسی خیال کے آتے ہی میں سڑک کے ضابطوں کی خلاف ورزی پر خود کو مجبور پاتا ہوں اور

بیٹھ کر دیکھتا رہتا ہوں لیکن جو چیز مجھے بہت حیران کرتی ہے وہ حیرت کی انتہا تو یہ ہے کہ نیچے دیکھو تو ہے
کہ وہی وہ بکرا اور نہ وہ سڑک۔ مثلاً جس میرے سامان کے پیچھے سے شروع ہوتی اور حد نظر
تک آگے چلی جاتی ہے۔ پیچھے دھند اور غبار ہے اور میں نے جتنا راستہ اب تک طے کیا ہے
وہ مٹ چکا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے میں ایک ایسے تالاب پر چلتا آیا ہوں جو میرے گزرنے کے
بعد پھر اسی طرح ہموار ہوتا جا رہا ہو۔ میں گھبرا جاتا ہوں اور ضابطے کی خلاف ورزی کرنے اور
پیچھے مڑ کر دیکھنے پر پشیمان ہوتا ہوں۔ پھر مجھے خیال آتا ہے کہ اگر وہ پیچھے نہیں ہے تو ضرور آگے
نکل گئی ہوگی۔ لڑکیاں ویسے بھی سبک رفتار ہوتی ہیں۔ خصوصاً آغاز سفر میں۔ خوبصورت مناظر
اور تازہ فضا دیکھ کر اُن کے اندر اُڑنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے پھر اُن کے پر نکل آتے
ہیں اور وہ اُڑنے لگتی ہے۔ (ریشمہ اور اسے ہمارے ایک فراک پہنے اور اپنے اپنے بچپن کی ان لڑکیوں
کو یاد کر رہا ہوں ان کے ساتھ کھیلتی اور گڑیوں کے بیاہ رچاتی تھیں لیکن پھر اُن کے تعلیم مکمل کرتے
کرتے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہوتے ہوتے وہ کئی کئی بچوں کی مائیں بن گئیں۔)

میں چلتے چلتے رُک جاتا ہوں سوچتا ہوں ایسے سفر کا کیا فائدہ؟ مگر یہ دیکھ کر حیران ہوتا ہوں
کہ سڑک نہیں رُکتی برابر چلتی رہتی ہے مگر الٹی طرف کو۔ اور اس کا اتنا حصہ مخالف سمت کو میرے پاؤں
کے نیچے سے سرک جاتا ہے جتنا حصہ میں چلتے رہنے کی صورت میں طے کر سکتا تھا۔ میں گھبرا جاتا
ہوں صاف ظاہر ہے کہ یہاں چلنے یا رُک جانے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اس سفر سے مفر
نہیں اور یہ بہر حال در پیش ہے۔ میں سڑک کے اسرار جاننے کے لئے پھر سے میل پتھروں
اور سائن بورڈوں کو پڑھنے لگتا ہوں۔

سڑک پر ٹریفک کے تمام ضروری سائن بورڈ موجود ہیں جن سے علم ہو سکتا ہے کہ آگے کس
طرح کا کہاں نہایت خطرناک موڑ ہے کہاں ڈھلوان ہے کس نہر یا دریا کا پل ہے یا کوئی دوسری
سڑک یا ریلوے لائن نیچے اوپر یا پہلو کراسنگ سے گزر رہی ہے لیکن عجیب بات ہے کہ میل
پتھر کوئی خاص رہنمائی نہیں کرتے ہر دس میل کے بعد پھر پہلا میل شروع ہو جاتا ہے یوں لگتا ہے
جیسے سڑک بنانے والوں کو دس سے زیادہ گنتی نہ آتی ہو یا وہ اس کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہوں
کہ مسافت سے شمار چلنے والے میلوں اور فاصلوں کا کوئی حساب کہیں درج اور محفوظ رکھا جائے۔
ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ میل پتھروں پر کسی بستی کا نام یا کسی منزل کا نشان بھی تحریر نہیں ہے

جس سے واضح ہو سکے کہ کہیں کوئی منزل یا پڑاؤ موجود ہے اور کتنی دور ہے۔ ہر آن بدلتے مناظر اور لینڈ سکیپ کی خوبصورتی کے باوجود سڑک کی اسی پُراسراریت سے ایک خوف سا ذہن پر سوار ہو جاتا ہے کہ پتہ نہیں سڑک کب اور کس موڑ پر ختم ہو جائے۔ کسی جنگل یا صحرا میں گم ہو جائے یا کسی سمندر کے کنارے پہنچ کر اچانک دم توڑ دے۔

چلتے چلتے دن سہ پہر ہو جاتی اور ہوا کا مزاج بدل جاتا ہے۔ اور دھوپ ہر چیز کو جھلسانے لگتی ہے جگہ جگہ گرد باد دکھائی دینے لگتے ہیں۔ شیشموں کے سائے ان کے تنوں کی طرف سمٹ آتے ہیں۔ چند پرندے آشیانوں اور گھنی جھاڑیوں میں پناہ لے لیتے ہیں۔ میں اپنے سائے کو تلاش کرتا ہوں وہ سکڑ سکڑ کر نہایت مختصر ہو گیا ہے اور تیز دھوپ سے بچنے کے لئے میری اوٹ میں چھپ پھرتا ہے۔

مجھے اس کا خیال آتا ہے اگر وہ پیچھے نہیں ہے کہ پیچھے کچھ ہے ہی نہیں تو یقیناً آگے ہی ہوگی۔ سڑک ختم ہو جانے پر جنگل شروع ہونے یا سمندر کا کنارہ آ جانے پر کسی مقام پر حیران پریشان کھڑی میرا انتظار کرتی ہوگی۔ معاً میری نظر کنارے کے درختوں پر پڑتی ہے شیشموں کی محراب اونچے اونچے سفیدے کے درختوں نے لے لی ہے شاید کوئی بستی قریب ہے میں کسی نئی بستی کے تصور سے خوش ہوتا ہوں کیونکہ میری ہمیشہ سے خواہش رہی ہے نئی نئی بستیاں دیکھوں اجنبی دیاروں میں جا کر قسمت آزمائی کروں۔ مجھے تھکن اور سفر کی صعوبت بھول جاتی ہے اور میں نئے ولولے سے آگے بڑھتا ہوں۔

سڑک سیدھی ایک خوبصورت بستی میں داخل ہو جاتی ہے یہ بستی میرے لئے اجنبی اور نئی ہے اس میں سڑکوں کا جال بچھا ہے لیکن میری سڑک اپنے کناروں سمیت ان کے درمیان یاد رہے تیرتی ہوئی گزرتی چلی جاتی ہے۔ بازاروں میں لوگ چل پھر رہے ہیں خرید و فروخت اور کام کاج کر رہے ہیں۔ شاید بہت سے اپنے اپنے گھروں میں سستا بھی رہے ہوں گے۔ ایک جگہ لوگوں کا ہجوم دیکھ کر میں بھی کچھ قریب جا کر دیکھتا ہوں ایک خوبصورت کنیز کو نیلام کیا جا رہا ہے تمام تر کسی عورت کی ڈری سہمی ہوئی ہے جسے زرق برق لباس اور قیمتی زیورات سے سجایا گیا ہے میں اس پر ایک نظر ڈالتا ہوں میں نے اتنی حسین عورت کا کبھی تصور نہیں کیا۔ حاضرین میں حضرات اپنی اپنی بولی اور خواتین اپنے اصلی یا فرضی حسن کا حقہ کر رہی ہیں میں اس پر دوسری بار نظر ڈالنا چاہتا ہوں لیکن سڑک نہیں رکتی اور میں آگے نکل جاتا ہوں۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ آسمان سے بہت سے گلے نکل آتی ہے اور لوگ : ہاتھوں اور
تمام جیل کی سب کو ... ہے ... ہوتا ہے ۔ پیچھے رہ جانے والے ...
کہاں چلی جاتی ہیں وہ سوال ہے میرا اور گھنٹوں پریشان کرتا رہتا ہے ۔ اچانک سڑک کے
بیچ ... ایک ... اُبھرتا ہے ۔ وہ سڑک یہاں ختم ہو تی ہے ۔ ... ہوتا
ہوں مگر ... نہیں رکتی اور ... سا ... نکل جاتی ہوں ۔

گھر میں سے کچھ کمروں میں ... نہیں ... کے ... اندر ... میں
... ہے ۔ میں اپنے ... اور ... سے اشیاء کا ... کیا جاتا
ہوں مگر میری ... کھل جاتی ہے ۔

کچھ دیکھتا ہوں کہ کمرہ جو ہے دیکھنے کی دیواریں اور دروازوں کے رنگ اور روشنی کچھ ۔
... کو کھول کر اس کے سامنے رکھا ہوا ملتا جس میں بیسیوں کا پیدا ساکت ہے ...
کا بنا ہوا لگتا ہے ۔ مگر کمرے کی حالت تبدیل ہو چکی ہے ۔ اس میں بیش قیمت قالین بچھا ہوا ہے ۔
میز پر رنگ دار گلدان میں تازہ پھول سجے ہیں دیوار پر ایک بڑے سائز کی پینٹنگ لگی ہے کمرہ زیبائش
کی بہت سی چیزیں ... اسکو خوبصورت اور نفیس چیزوں سے آراستہ ہے ۔
ایک کونے میں ... رکھا ہے جس کی خوشبو ہوا سے کمرے میں پھیلی ہوئی ہے یوں
لگتا ہے جیسے میں ساری رات ... کمرے سے باہر رہا ہوں اور میری عدم موجودگی میں بندھا
ہوا سامان کھول کر ... سجا دیا گیا ہے تو کیا میں ... رات بھر باہر
رہا اس ... ۔ میں ابھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا کہ ایک غیر مانوس سی
آواز سنائی دیتی ہے ۔

"ناشتہ تیار ہے"

میں دروازے کی طرف دیکھتا ہوں ... سے ... ایک چہرہ دکھائی دیتا
ہے ... اچانک بدل جاتا ہے ... کی طرح ... ہے اور
دیکھتے ہی دیکھتے کمرہ ... اور ... سے بھر جاتا ہے ۔ میں جلدی جلدی تیار ہو کر ناشتہ
کرتا اور سامان اٹھا کر سٹیشن پہنچ جاتا ہوں ستانہ ہوا اور آزاد فضا میں اطمینان بھری لمبی
سانس لیتا ہوں اور کسی سواری کا انتظار کیے بغیر ... چل پڑتا اور ... سے
روانہ ہو جاتا ہوں ۔

(ادبیات اسلام آباد اپریل جون ۱۹۸۸ء)

نروان

سید الطاف احمد

[illegible]

[illegible] سے ملنے کا اتفاق ہوا تھا [illegible]
[illegible] محسوس کر سکا۔

میں یہ دعویٰ تو نہیں کرتا کہ [illegible] اپنے ساتھ [illegible] میں
[illegible] نہیں ہوتا۔ اگر یہ بات بھی
[illegible] کی جنگ [illegible]
[illegible] شادی [illegible]
[illegible] کسی شہر میں رہتا تھا،
[illegible] یہاں بہت بڑی بندرگاہ تھی جس
[illegible] کے ساتھ تھا:

[illegible] کی خوش تھی،
[illegible]
[illegible] اس کا جنرل وقت [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible] اس کی تعریف
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

اس نے [illegible] شروع کر دی۔ میری نظر اس کے گلے [illegible] پر پڑی جس پر ایک تصویر [illegible]
[illegible] اس طرح بنی ہوئی تھیں کہ ان کی دم ایک دوسرے کو کراس کر رہی تھی جب کہ ان کے [illegible]
[illegible] ایک دائرہ بناتے ہوئے تھیں۔ ان کے درمیان [illegible] ہی اس طرح [illegible]
[illegible] کہ ایک [illegible] کی شکل بنتی تھی۔

برادر تھورے نے پھرتی سے پنکھ نکال کر صاف کئے۔ ان کے دوبارہ لگنے پر کار اسٹارٹ [illegible]
[illegible] میں نے برادر تھورے کے بازو والی تصویر کی طرف پھیری۔ مگر وہ اس بارے میں کوئی معقول جواب نہ دے سکا۔
[illegible] اس نے [illegible] کے زمانے میں دوسروں کی دیکھا دیکھی یہ تصویر گدوائی تھی۔ مگر [illegible] کی تشریح سے [illegible]
اسے یہی یاد تھا کہ تصویر کہاں پر گدوائی گئی تھی۔

ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ [illegible] آگیا۔ ہم نے [illegible] اور تھورے کو کانونٹ کے سامنے اتارا تو اس نے ہمیں کانونٹ کو دیکھنے
کی دعوت دی۔ کانونٹ میں ہمارا استقبال گرمجوشی کے ساتھ کیا گیا۔ اس کی وجہ یقیناً برادر تھورے کی وہاں پر مقبولیت تھی۔ ہم کو [illegible]
ایک [illegible] کے بعد روانہ ہونے [illegible] ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ [illegible]
ہماری منزل ایک ہی تھی۔ صرف ایک روز بعد [illegible] پہاڑی کی چوٹی پر [illegible] گرجا گھر میں [illegible]
[illegible] والا تھا۔ برادر [illegible] نے اس میں شامل ہونے کی [illegible] دی تھی۔

برادر [illegible] بہت دلچسپ اور خوش مذاق آدمی ثابت ہوا۔ وہ کانونٹ کے [illegible] برادر تھورے کی [illegible]
[illegible] مجھے اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کا شوق تھا۔ اس کی کار کو درست کرنے کی [illegible] مرعوب [illegible]
[illegible] یہ ہنر کیسے آتا تھا۔

برادر تھورے تو پیدائشی مکینک ہے۔ برادر [illegible] نے کہا۔ اس وجہ سے وہ کانونٹ میں بہت مقبول ہے [illegible]
[illegible] کی مرمت کرنے کے لئے بلوایا جاتا ہے تو کوئی دوسری کانونٹ اپنی کاروں یا سائیکلوں کی دیکھ بھال اور
مرمت کے لئے اس کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دے دیتی ہے۔

کیا اس کو باقاعدہ طور پر اس کی تربیت دلائی گئی تھی؟ میں نے پوچھا۔

"ہمیں اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں آنے سے پہلے اس نے مکینک کا پیشہ سیکھا ہو۔"

"ہمیں تو برادر تھورے نے بتایا تھا کہ اس نے جب سے ہوش سنبھالا تھا وہ کانونٹ میں رہ رہا تھا۔"

"اس کی بات [illegible] درست ہے مگر [illegible] برادر تھورے کانونٹ میں [illegible]
[illegible] اس سے پہلے وہ کہاں [illegible] تھا [illegible] کوئی نہیں [illegible] برادر تھورے اس بارے میں [illegible]
[illegible] ساری بات آپ کی سمجھ میں آ سکے گی۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کے [illegible] کے [illegible] کی [illegible]
[illegible] تھا کہ اس کے [illegible] ساتھ اس کے [illegible] کہ [illegible]
[illegible] کے ساتھ [illegible] سے [illegible] اس [illegible]
[illegible] کے [illegible] کے [illegible] تھا

جہاں تک اس کی قوم کا تعلق تھا اس [illegible] کی [illegible] اس کی [illegible]
[illegible] کی [illegible] اور [illegible] کے [illegible]
[illegible] نے [illegible] کے [illegible] کے [illegible]
[illegible] اس کی قوم کے [illegible] کے [illegible] اس کے اس طرح
[illegible] کی وجہ سے [illegible] اس [illegible] نے [illegible] کے [illegible]
کا سرمایہ [illegible] کر [illegible]

پھر چونکہ اس معاملے کی تہ میں جانے کا شوق تھا اس لئے [illegible]
[illegible] کی بیوی، اس کے بیٹے اور اس کی قوم سے [illegible] حاصل کر سکے۔
[illegible] کی [illegible] کے [illegible]
[illegible] کی [illegible] میں [illegible] کی [illegible]
[illegible] اس کا بیٹا تھا جس کا نام [illegible] تھا [illegible]
کے بیٹے [illegible] سے اپنا [illegible] کر دیا اور [illegible] اس نے [illegible]
[illegible] کی [illegible] کے [illegible]
کی [illegible] تھی۔ یہ درست تھا کہ اس نے [illegible] کے [illegible] تھا [illegible]
اس نے [illegible] کی [illegible] کے [illegible]
[illegible] کے [illegible] کی قوم کو [illegible] کے [illegible]
[illegible] اس کی [illegible] اس کی [illegible]
[illegible] کے ساتھ [illegible] کے [illegible]
[illegible] اس [illegible]
[illegible] اس [illegible] کی [illegible]
[illegible] کر [illegible] تھی۔

[illegible] نے [illegible] کی [illegible] کی [illegible]
[illegible] اس کی [illegible] کے
[illegible] کے [illegible]
[illegible] کے ساتھ [illegible]
[illegible] کی [illegible] کے [illegible] سے [illegible]
[illegible] کے [illegible]
[illegible] کے [illegible]

[illegible]

[illegible] دونوں بہنوں کو [illegible] ان کے کام کو بھی سراہا تھا۔

[illegible] کئی سال گزرنے کے بعد جب [illegible] تصویر [illegible] کا تھا [illegible] سال [illegible] کے قصے سنا کر [illegible] اس وقت [illegible] کر بتانے میں

[illegible] سال [illegible] کو کوئی راہ [illegible] کی بیکر زی [illegible] کرنے [illegible] صرف اس بات [illegible] اس کے مرنے [illegible] کی بات [illegible]

[illegible] کی حیات [illegible] خود بھی [illegible] زندگی [illegible] کے بعد [illegible]

[illegible] زندگی [illegible]

[illegible]

[illegible] ہو چکا تھا۔

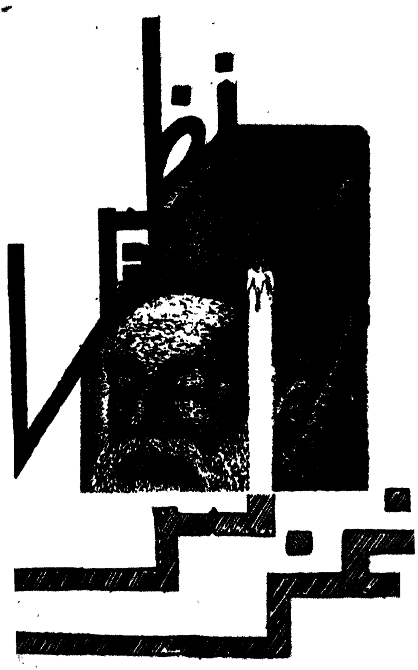
اس کے بعد [illegible] اس کے [illegible]
[illegible] کے ساتھ [illegible] تھی۔ وہ اس کے ہمراہ [illegible]
[illegible] وقت سے بالکل [illegible] کا کوئی آثار باقی نہیں ہے۔

اس گفتگو کے بعد میں نے [illegible] کے بارے میں [illegible]
[illegible] کی کوشش [illegible] نہ ہوئی تھی۔ [illegible] کے بیٹے، اس کی
[illegible] کا ذکر کیا۔ [illegible]
[illegible] اس کی [illegible] واپس [illegible] کے لئے تیار نہ تھا۔ (قومی [illegible])

(اکتوبر۔نومبر ۸۸)

ہماری مطبوعات

[illegible]



اختر لکھنوی

جوئے خوں آنکھوں سے یوں پہلے کبھی جاری نہ تھی
زندگی کے نام پر گھر گھر عزاداری نہ تھی

اب رگوں میں جیسے ہوں شیشے کے ریزے موجزن
سانس لینے میں کبھی ایسی تو دشواری نہ تھی

جو بھی ملتا ہے عطا کرتا ہے تازہ زخم دل
اس قدر تو عام پہلے رسم غمخواری نہ تھی

ساقیا تیری نگاہ مست کو کیا ہو گیا
بادہ خواروں میں کبھی ایسی تو بیداری نہ تھی

وہ بھی باتیں کیں کہ جن سے ہم ہوئے ہیں دربدر
ہم تھے پابند وفا یا ہم میں خودداری نہ تھی

اس سے جب بچھڑے تو ہم خود پہ ہنستے رہے
زندگی میں ہم نے بازی اس طرح ہاری نہ تھی

(اوراق لاہور، [illegible] سالنامہ ۸۸ء)

[illegible]

[illegible] گئے
[illegible] گئے

[illegible]
[illegible] گئے

[illegible]
[illegible] گئے

[illegible]
[illegible] گئے

[illegible]
[illegible] گئے

[illegible]
[illegible] گئے

[illegible]
[illegible] گئے

[illegible]
[illegible] گئے

([illegible] نومبر ۸۷ء تا اکتوبر ۸۸ء)



اختر ہوشیارپوری

چہروں کے ہرنے بھی راستے میں بھٹکے گا
ایسی سمت بادل ہیں کون گھر سے نکلے گا

موسموں کی تصویریں چشمِ تر سے بنتی ہیں
صرف سادہ کاغذ پر عکس کا ترسے گا

کیسی کیسی آوازیں شام سے نکلتی ہیں
کون ہو کے جنگل میں آ کے بیچ شہر سے گا

بلبلیں [illegible] چمن کا زیور ہیں
وہ کبھی اوس سے یک دن آفتاب ابھرے گا

اپنا گھر بنا ہے اپنی راہ خود ڈھونڈو
دوسروں کی راہوں پر جو چلے گا بھٹکے گا

دیپ کا جلا تا کیا دیپ بجھ کے جلتے ہیں
صبح شب جانے کا رات کو جو بھٹکے گا

اب کہاں کسے بجھنے میں عمر چاہیے بجھ کر
چہرہ اس سے جدا ہے پیر ہی میں [illegible]

فیصلوں میں قدر آیا تو [illegible] کیا لے گے
موسموں کی راہ سے کب ہوا میں چمکے گا

مدتوں سے [illegible] پتہ سا ہے
شہرِ زندگی میں جو میری راہ روکے گا



ادا جعفری

دکھ اٹھیں کسی خواب کی دکھی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
کسی ایک [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اقبال ساجد

جہاں بھی خیال دبیاد فیصل ودر میں رہتے ہیں
بھلا جو صلہ دیکھو ہم ایسے گھر میں رہتے ہیں

دکھاوے کے لیے خوشحالیاں لکھتے ہیں کاغذ پر
ہم اس دھرتی پہ ورنہ رزق کے چکر میں رہتے ہیں

کبھی بیداریاں قسمت تھیں اب نیندیں مقدر ہیں
جدا کیا ہے ہم تو شہر خواب آور میں رہتے ہیں

ہوئے جو اشکال تھیں وہ دیواریں نہیں اپنی
یہی محسوس ہوتا ہے، پرائے گھر میں رہتے ہیں

وہ خوشبو دار چہرے جو نگاہ و دل کا مرکز تھے
خدا جانے بچھڑ کے ہم سے کس محور میں رہتے ہیں

مزہ مل جائے گا تجھ کو بھی سنگ راہ بننے کا
تیرے جیسے تو میرے پاؤں کی ٹھوکر میں رہتے ہیں

خدا کے باغ میں ہر وقت شاخ زخم پھلتی ہے
ازل سے یہ شجر قرب ثمر آور میں رہتے ہیں

کوئی شہکار فن تکمیل کا دعوے نہیں کرتا
ادھورے پن کے دکھ ساجد ہر اک پیکر میں رہتے ہیں

(دستاویز لاہور)

آسمانِ سبز کی خواہش بہت مہنگی پڑی
وقت پڑنے پر تہی دامن بہت مہنگی پڑی

بادلوں کیا تاپ کر لوؤں سے دھواں اٹھنا
سبز رت میں آگ کی گرمی بہت مہنگی پڑی

مہر کی سیڑھی پہ چڑھ کر چھوئے ہے آفتاب
پھول سے چہروں کو یہ کوشش بہت مہنگی پڑی

تند خو موجوں نے ساجد چاند ساحل کھا لیے
کو شب میں امیوں کی کوشش بہت مہنگی پڑی

○

جب ثبوتی ملنے شماری سبھی صادق ٹھہرے
ایسے ہم نکلے کر جو بستی میں منافق ٹھہرے

شہر کے باغ میں ہو جائے ملاقات تو پھر
ان گلیوں میں سے کون پس چق ٹھہرے

آج کے دن بھی مرا رزق نہ مجھ پر اترا
آج کے دن بھی پڑوسی مرے رازق ٹھہرے

گردشِ خوں ہے جب گردشِ دوراں کا اثر
کیسا ساجد تجھے لاعلمی تعجب ہو تو ٹھہرے

(نقوش لاہور دسمبر ۸۸)

اکبر حمیدی

جلتے رہتے تھے ہر اک سمت سے آتے تری جانب
ہم کبھی نہ کبھی راستہ بھولے تری جانب

اس بار تو موسم کی بھی تقسیم ہوئی ہے
گرچے تو مری سمت ہیں بہتے تری جانب

اس شوق میں اب بھٹکائیں مری آنکھیں
قسمت کا ستارا کبھی چمکے تری جانب

یہ سوچ کے راہوں میں بہت خاک اڑائی
شاید کہیں رستہ کوئی نکلے تری جانب

جادو ہے بہت راہنماؤں کی زباں میں
قسمت سے مسافر کوئی بھٹکے تری جانب

اکبر کو وہی کھٹکے ترے چاہنے والے
جو لوگ جو دیوار سے اترے تری جانب

یہ اہلِ ہوس تو صفِ دشمن میں تھے شامل
جب ہم سرِ میدان گھر لے تھے تری جانب

اس شعر پہ اکبر کو یہاں بار ملا ہے
محفل میں رہے اور نہ دیکھے تری جانب

(مجموعہ آفتاب غزل ۱۹۸۸)

اکبر کا شعر

○

خوں تو میرا ہے جو افلاک پہ لہراتا ہے
اُفق تا بہ اُفق سرخ نظر آتا ہے

آفتاب اپنے زمانے کی صداقت کے حضور
شام کے وقت جھکائے ہوئے سر آتا ہے

کتنے الفاظ خیالوں میں تڑپتے پاؤ
جب فسانہ کوئی احساس میں در آتا ہے

ایک تصویر سی آنکھوں میں اترتی دیکھو
اک دھواں ہے کہ مرے سینے میں لہراتا ہے

ایسے لمحات بھی آتے ہیں کبھی انساں پر
آنکھ جب خود سے ملاتے ہوئے گھبراتا ہے

کاملی تو نے یہ دیکھا ہے کبھی آخر شب
ٹوٹتا ہے جو ستارا وہ کدھر جاتا ہے

(نقوش لاہور دسمبر ۸۸)

امجد اسلام امجد

ایک آزار ہوئی جاتی ہے شہرت ہم کو
خود سے ملنے کی بھی ملتی نہیں فرصت ہم کو
روشنی کا یہ مسافر ہے، رہِ جاں کا نہیں!
اپنے سائے کو بھی چھونے کی وحشت ہم کو
آنکھ اب کس سے تحیر کا تماشا مانگے
اپنے ہونے پہ بھی ہوتی نہیں حیرت ہم کو
اب کے امید کے شعلے سے بھی آنکھیں نہ جلیں
جانے کس موڑ پہ لے آئی محبت ہم کو
کون سی رُت ہے زمانے ہمیں کیا معلوم
اپنے دامن میں لیے پھرتی ہے حسرت ہم کو
زخم یہ وصل کے مرہم سے بھی شاید نہ بھرے
ہجر میں ایسی ملی اب کے مسافت ہم کو
داغِ عصیاں تو کسی طور نہ چھپتے امجد
ڈھانپ لیتی نہ اگر چادرِ رحمت ہم کو

(افکار کراچی مئی ۱۹۸۸)

انجم صہبائی

جب پہاڑوں سے اُترتے بادلوں کو دیکھتا
سبز چادر سے لپٹتی کھیتیوں کو دیکھتا
دور تک چھینٹے ہوا کے ہیں زمیں کے جسم پر
دھوپ اُترے تو شفق کے دشت کو رنگیں دیکھتا
جب گرے سورج اندھیری شام کی گہرائی میں
دل میں گھستی آس کی ان مشعلوں کو دیکھتا
رات بڑھتے ہی کہیں گے گھونسلوں کو خیرباد
پھر مسافت پر رواں ان طائروں کو دیکھتا
یہ ترستے ہیں پہاڑوں کی چمکتی برف کے
بستیوں کی سمت آتے پانیوں کو دیکھتا
ریت کے ٹیلے [illegible]
دھوپ کی شدت میں جلتے جانوروں کو دیکھتا
جس گھڑی ظاہر کرے اورا کی اپنا وجود
کوہساروں کے چھلکتے چشموں کو دیکھتا
اُمڈے غاروں میں کہیں [illegible]
روشنی کے اس سفر میں رہبروں کو دیکھتا

(ادبِ لطیف لاہور سالنامہ ۸۸)

انور جلال پادری



نہ بام و در، نہ کوئی سائبان چھوڑ گئے
عجیب بزرگ کھلا آسمان چھوڑ گئے

تمام شہر کے بچے یتیم بھی تو نہیں
کھلونے والے جو اپنی دکان چھوڑ گئے

نہ جانے کون سی وہ سلطنت کے قیدی تھے
چلا کے تیر جو اپنی کمان چھوڑ گئے

سجا کے تختیوں پہ اپنے کاغذ پر
عجیب لوگ تھے اک داستان چھوڑ گئے

وہ جس کو پڑھتا نہیں کوئی بولتے سب ہیں
جناب میر بھی کیسی زبان چھوڑ گئے

یہیں کہیں کسی ہے انور تو ... سے
جو لوگ خوف سے ہندوستان چھوڑ گئے

(دوستانہ ... ۱۹۸)

... سلیم

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

([illegible])

بشیر سیفی

○

ایک چہرا جو تری یاد کی پروائی سے...
دل میں اک آگ لگا دی غمِ تنہائی نے

بارہا میں نے یہ سوچا ہے میں زندہ ہوں...
مجھ کو دہ زخم دیے ہیں مری بینائی نے

اے خدا تیری شراکت کا کسے دعویٰ تھا
نام صدق کا اچھالا تری یکتائی نے

لطف یہ ہے کہ مرا اس سے تعارف ہی نہیں
آج بدنام کیا جس کی شناسائی نے

جانے کیا لوگ تھے ہم سے کہ سمندر میں ڈوبے
ہم کو مایوس کیا جھیل کی گہرائی نے

(ادبِ لطیف لاہور سالنامہ ۸۸)

پنہاں

...پنے ہی دل میں خود رہی ہُوں میں
...یات اک جیسے ان کہی ہُوں میں
میری پہچان تو محبّت ہے
جو محبّت کرے وہی ہُوں میں
...دوستی کی طلب کسی سے نہیں
اپنی دشمن تو آپ ہی ہُوں میں
دائرہ دائرہ ہے یاد کی جھیل
چاندنی میں نہا رہی ہُوں میں
پھول ہی پھول ہے مرا احساس
اور اک زخمِ آگہی ہُوں میں
میں تو پنہاں ہُوں اپنے شعروں میں
آنسوؤں میں کہاں بھی ہُوں میں

(نقوش لاہور دسمبر ۸۸)

جاوید اختر

ہوا کا نام نہ لے، راستہ بدلنے دے
سفر پسند طبیعت ہے، سنبھلنے دے

خدا مزاج ہوں، تنہائی، تیرا بھروسہ
ہماد مان، مجھے روشنی میں ڈھلنے دے

یہ کیسی شام ہے، گرتی ہے بکھرا سمندر میں
بھنور کی گود سے ابھر کر نکلنے دے

زمانوں کا تقاضہ ہے، ابھی جاں سب
مگر وہ خواب بچا ہے تو بدلنے دے

یہ کیسی دھوپ ہے جس کا کوئی مزاج نہیں
یہ کیسی چاندنی ہے [illegible]

لپٹ کے سوئے ہیں بدن پہ گلاب [illegible] کے
لبوں میں آگ کا موسم ہے، باغ جلنے دے

([illegible] مالیگاؤں [illegible])

جعفر عسکری

○

سب تو ہیں اصیل حق اہل شہزاب کون ہے
محفلِ لوح و قلم میں معتبر اب کون ہے

جس کے لب پر رواں ہوتی ہیں غزل کی ندیاں
اُس سپاہ قاتلاں سے بے خبر اب کون ہے

اک فضائے خشک تر ہے ہر طرف چاروں طرف
باغ ہستی میں ثمر آور شجر اب کون ہے

ہو چکے سب پر عیاں دیدہ وروں کے طنطنے
واقعی دیدہ وروں میں دیدہ ور اب کون ہے

رفتہ رفتہ شہر سے ہم آشنا ساقی اٹھی
روشناسوں میں خلیق و بے ضرر اب کون ہے

سب ہیں جعفر طالبانِ منصب و جاہ و حشم
شہر میں اپنے سوا آشفتہ سر اب کون ہے

(ادب لطیف لاہور سالنامہ [illegible])

جمیل ملک

○

میں آپ اپنا ہی قاتل بھی ہوں قتیل بھی ہوں
فرات کرب جسیں اور وہ سبیل بھی ہوں

میں جیسے پیاسا ہوا خشک، پیاسے صحرا
جو اپنی ذات میں سیراب وہ جمیل بھی ہوں

شکست ہے مرا رشتہ زمیں والوں سے
میں پاگراں بھی ہوں اور سنگ میل بھی ہوں

طویل اور اندھیری سیاہ راتوں میں
ستارہ بار اجالے کی سلسبیل بھی ہوں

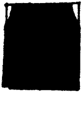
ہے دوستوں کی محبت میں میرا دل دریا
میں دشمنوں کے لیے آہنی فصیل بھی ہوں

میں اپنی ذات میں گم ہو کے رہ نہیں سکتا
میں کائنات کی پہچان بھی، دلیل بھی ہوں

مرے وجود میں موجود ہیں کئی صدیاں
میں مختصر سی حکایت بھی ہوں، طویل بھی ہوں

جمالِ شعر کی تخلیق ہے مرا حصہ
کہ دورِ زر میں بھی رہتا ہوں اور قتیل بھی ہوں

(نقوش لاہور، دسمبر ۸۸)



حسن رضا

[illegible] منظر بنائے ہیں
پھر اس [illegible] بنا کر بناتے ہیں

بنیاد اپنے گھر کے گرد ہم شیشے کی [illegible]
پھر اپنے ہاتھ خود ہی گرا کر پتھر بناتے ہیں

پہلے [illegible] بنا کر
پھر [illegible] منظر بناتے ہیں

جب [illegible]
[illegible]

ہم اپنی خواہشیں کہیں [illegible]
جو [illegible] اور [illegible] بناتے ہیں

●

کل شب تمہارا [illegible] لگا ہمیں
اک [illegible] اندر لگا ہمیں

[illegible]
[illegible] لگا ہمیں

[illegible]
[illegible] لگا ہمیں

تیرا فراق اتنا بڑا سانحہ تھا
لیکن یہ [illegible] لگا ہمیں

کل [illegible]
[illegible] باہر لگا ہمیں

(دو ماہی [illegible] اکتوبر ۸۸)

حکیم منظور



اے دوڑتی سڑک کبھی لینے دے دم ذرا
اک دو سوال پوچھ لیں خود سے کبھی ہم ذرا
بارش کے دیوتا! نہیں بارش اگر نصیب
آندھی چلے کہ دھوپ کی شدت ہو کم ذرا
شاید یہ تجربہ ترا سمت سفر بنے
مانوس راستوں سے کبھی ہٹ کر قدم ذرا
زخمی تھے جتنے ہاتھ، تھے اس بات کا ثبوت
چاہا بہت گیا تھا، وہ پتھر ہو نرم ذرا
ہم دیکھتے کہ کون سے کردار خام تھے
کرتا اگر وہ اپنا فسانہ رقم ذرا
گلشن پہ موسموں کے تغافل کی داستاں
میری مدد پہ آ، مرے رنگیں قلم ذرا
منظور اپنے شعر کی قدر جانتا ہے خوب
کیوں صاحبو کی بات کا ہو اس کو غم ذرا

([illegible]) جون ۱۹۸۸ء

حمایت علی شاعر

○

وہ میری آنکھوں میں یوں بسا ہے کہ صبح دیکھوں تو شام دیکھوں
اسی کی باتیں کروں ہمیشہ، اسی کا چہرہ مدام دیکھوں

وہ اپنے تکیے پہ سر ٹکائے مرے تصور میں گم ہو شاید
میں اپنے سینے پہ اس کی سانسوں کا لہلہاتا خرام دیکھوں

وہ اپنی سج دھج میں اپنے ذوقِ جمال کا آئینہ ہے لیکن!
میں اس کی آرائشوں میں اپنی نگاہ کا التزام دیکھوں

کبھی کبھی ایسا خواب دیکھوں جو حد سے آگے نکل گیا ہو
تو اس کے کردار کے مقابل میں اپنا کردار خام دیکھوں

گھنے سمندر میں ڈوب کر بھی عجیب عالم ہے تشنگی کا
میں خود کو بھی تشنہ کام پاؤں اور اس کو بھی تشنہ کام دیکھوں

وہ اپنے گھر کے حسین آنگن میں اپنے بچوں کے درمیاں گم
میں ایسے عالم میں جب بھی دیکھوں اسے بصد احترام دیکھوں

(تخلیق لاہور ۸۸)

حمید الماس

[illegible] کر گیا
[illegible] کر گیا

[illegible]
[illegible] کر گیا

[illegible]
[illegible] کر گیا

[illegible]
[illegible] کر گیا

[illegible]
[illegible] کر گیا

[illegible]
[illegible] کر گیا

[illegible]
[illegible] کر گیا

([illegible] نومبر ۸۸ تا [illegible] ۸۸)

راسخ عرفانی

[illegible] کیا تھا
[illegible] کیا تھا

[illegible]
[illegible] کیا تھا

[illegible]
[illegible] کیا تھا

[illegible]
[illegible] کیا تھا

[illegible]
[illegible] کیا تھا

[illegible]
[illegible] کیا تھا

[illegible]
[illegible] کیا تھا

(افکار کراچی ستمبر ۸۸)



انا کی اوٹ میں آفاقیت کا راز ہوں میں
ترے وجود کا منھ بولتا جواز ہوں میں

ستم ظریف تناسخ بھی میرے پیچھے ہے
یہی نہیں کہ عناصر کی ساز باز ہوں میں

مری شکست کی آواز بس یہی، یعنی
ہوا کے دوش پہ لرزاں شکستِ ساز ہوں میں

تھکی تھکی سی یہ راہ انتظار کی آگ
وہی سوال کا عقدہ کہ نیم باز ہوں میں

میں منتظر ہوں [illegible]
[illegible] ہوں میں

[illegible] وہ آئینہ جس میں
[illegible] ہوں میں

[illegible]

رشید نثار

[illegible]

[illegible] یاد آگیا

[illegible]

[illegible]

[illegible] ذرا تری تصویریں
[illegible] گلیوں میں ماضی کی سبھی تحریریں
[illegible] اب کوئی چہرہ دکھے [illegible] کے غم
[illegible] میں یادوں کی سبھی زنجیریں
[illegible] کے سمندر سے نکل آئے ہم
ساحل [illegible] رقصاں ہیں نئی تنویریں
[illegible] اب تک
[illegible] ساتھ حسیں تعبیریں
ان [illegible] کی حالت رفتہ
[illegible] دکھیں پاؤں کی سب زنجیریں

[illegible]



[illegible]

[illegible] دیکھے
[illegible]

[illegible] دیکھے

[illegible] دیکھے

[illegible] دیکھے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

رفعت سلیم

قطرۂ آب جو دستِ سمندر دیا گیا
پیاس [illegible] منظر دیا گیا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(ماہنامہ [illegible] نومبر ۸۸)

فرخ امروہوی

دل کو احساس کی شدت [illegible]
[illegible]

[illegible]

●

سفر میں کوئی [illegible] نہیں [illegible]
[illegible]

[illegible]

([illegible] مارچ ۸۸)

شمس سیوانی

وقت تھا ایک دن جو آپ سے ملنا ہوا
ہر گھڑی ہر موڑ پر اب بات کا چرچا ہوا

دشمنوں کے درمیاں ہم کس قدر محفوظ تھے
دوستوں میں آ گیا تو جان کا خطرہ ہوا

کوئی المیہ، حادثہ، کوئی تماشا کچھ تو ہو
یوں ہی دیکھیں ہم کہاں تک وقت کا ٹھہرا ہوا

پھر تجھے بھی زندگی کا حوصلہ مل جائے گا
عشق کا تجربہ کر عشق لاحق ہو تو اچھا ہوا

بے خیالی کس قدر وجہ سکون قلب تھی
جب خیال آیا تو میں اور بھی تنہا ہوا

عہد حاضر کا قصیدہ بھی تو پڑھتے جائیے
نقش ہر دیوار پہ ہے خون سے لکھا ہوا

کیا زمانہ تھا کہ کیسے لوگ تھے اس حال
آج کا انساں ہے اپنے آپ سے الجھا ہوا

آئینے بھی کس دن اپنا عکس سے [illegible]
سوزنِ دل کو [illegible] ہوا

(ماہنامہ [illegible] ۸۸)

ساگر [illegible]

سر بہ کف جو زنجیر کے ہی سبز سمندر لایا ہوں
میں تو دنیا بھر کے منظر آنکھوں میں بھر لایا ہوں

جنگل تھے [illegible] لوگ پرانے سوگ [illegible] کر سوتے تھے
ایک [illegible] کے خواب سے اپنی جان چھڑا کر لایا ہوں

میں اتنا نادان نہیں ہوں تو اتنا مایوس نہ ہو
آج بریدہ چشم نہیں [illegible] کی چادر لایا ہوں

صرف فسادات انگیز فضا میں لہجہ کی تہذیب ہوئی
دیکھو اپنے زخموں کے ظلم [illegible] کے لایا ہوں

ساگر [illegible] کی [illegible] سے جیتا [illegible] خون ہے
[illegible] کی فصلیں کاٹ کے [illegible] لایا ہوں

(شاعر دہلی ۸۹)

شاہد نقوی

جب سرِ شاخ کوئی پھول مہکتا دیکھا
زندگی اور ترا حسن نکھرتا دیکھا

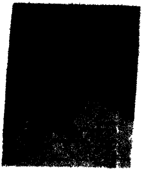
یہ عجب بات کہ ہم دونوں اسی شہر میں تھے
پر کسی نے نہ کسی کا کبھی رستا دیکھا

غمِ تنہائی سے کچھ اور فزوں عشق ہوا
اپنے ہی گھر میں جو ویرانے کو بستا دیکھا

اُس گھڑی ساعت کے قصے کو بیاں کیا کیجے
ایک دریا تھا جسے چڑھتا اُترتا دیکھا

خود کو پہچانا بھی آخر تو وہ کس منزل پہ
ریزہ ریزہ سا جو پیکر کو بکھرتا دیکھا

(افکار کراچی ستمبر ۸۸)



شاہد ساگری

بہت تو ہیں جنوں ہو، ہمیں منظور نہیں
ورنہ یہ ہاتھ گریباں سے کوئی دور نہیں

دل دکھاتے ہیں، آپ کے جلوے ہر دم
دل کا ممنون ہوں میں آپ کا مشکور نہیں

اُس کو نزدیک سے گر پاؤ تو دیکھے ہیں
دیکھتا ہی میں تو نظروں سے کوئی دور نہیں

وہ تو ہر سمت نظر آتا ہے ہر کوچے میں
ذہن کے بوجھ تو ہمالیہ بھی اتنا نہیں

ایک مدت کو سنے شاید یہ زبانی حالت
کون سا زخم جگر ہے جو بنا ناسور نہیں

(نخلستان بہاولپور مارچ ۸۸)

شمس الرحمٰن فاروقی

شعلہ بہار رنگ ہے بھڑکی ہوئی ہے آگ
دل ہو نہ دردمند تو کس کام کی ہے آگ
اب کے دھوئیں ہیں خون کی مستی کا رنگ ہے
پوروں کی نسوں میں بھی لگی رہی ہے آگ
شعلہ سرا ہے دل سے جلانے کا اب پہ رنگ
شب کی فضاؤں سے خانہ بہ خانہ لگی ہے آگ
فرمان والے شہر کی ہو اک نگاہ کرم
اس عشق خانہ ناد کے دل میں لگی ہے آگ
پہلے کہوں کہ داغ جگر کا نشان ہے
پہلے کہوں کہ تم ہو تو گھر بھر لگی ہے آگ

شب خون [illegible] ۱۹۹۰

شوکت راز

ادھر وہ کام کی کوئی دوا آنے نہیں دیتا
مسیحا خود مریضوں کو شفا آنے نہیں دیتا

مجھے ہی قید کر رکھا ہے جیسے جسم میں کس نے
دریچے بند ہیں باہر ہوا آنے نہیں دیتا

میں چاروں سمت سے محبوس ہوں اپنے مکانوں میں
مری جانب کوئی ٹھنڈی ہوا آنے نہیں دیتا

بڑی مدت سے لے رکھا ہے سورج کو حراست میں
اندھیروں کی طرف کوئی ضیا آنے نہیں دیتا

سفر سب کا اسی کے گھر پہ جا کے ختم ہوتا ہے
مری جانب وہ کوئی راستہ آنے نہیں دیتا

مجھے ہے سخت نفرت مانگنے سے بھی تو شوکت
لبوں پہ اپنے کوئی التجا آنے نہیں دیتا

(اوراق لاہور جون جولائی ۱۹۸۹)

شہپر رسول

جو لہو وطن میں جذبۂ جہاد لے کے آئے گا
کہ موسمِ فکر کی فصیل استوار کر کے آئے گا

[illegible]
تو آئے گا تو بس گلہ دلوں کی یاد لے کے آئے گا

میں شہر کا [illegible]
غنیم بھی تو کچھ نیا اعتماد لے کے آئے گا

حصولِ رزق پر کبھی نثار کر یہ شاعری
یہ شاعری [illegible] لے کے آئے گا

[illegible]
یہ [illegible] لے کے آئے گا

[illegible]
یہ شاعروں میں کیا نیا اجتہاد لے کے آئے گا

شہزاد احمد

اب کسی کو نہیں معلوم کہ کیا ہوتا ہے
ایک سے کو بچھڑ کر بھی تو جدا ہوتا ہے

میں تو اس شخص کو آنکھوں میں لئے پھرتا ہوں
جس کی تقدیر میں [illegible] ہوتا ہے

ور تو منزلِ مقصود سے ہم بھی آ گے
اور ابھی [illegible] کھڑا ہوتا ہے

ابھی جنگل میں [illegible] اندھیرے کی طرح
ابھی [illegible] کر دیا ہوتا ہے

چھپا پھرتا ہے [illegible]
اس سانے کو [illegible] ہوتا ہے

رہِ گم کردہ مسافر کی طرح کھو جاتا
حاصلِ عشق نہ ملنا نہ بچھڑا ہوتا ہے

وہ جو بکھرا ہے تو [illegible] نہیں جیتا جاتا
اور ابھی سارے زمانے کو [illegible] ہوتا ہے

دل محبوب [illegible] کیا کرتے ہیں
ابھی [illegible] کیسی [illegible] ہوتا ہے

اے خدا [illegible]
وہ [illegible] نہیں [illegible] ہوتا ہے

ساری دنیا [illegible]
اور [illegible] کیا ہوتا ہے

[illegible]
کوئی ایسا نہ [illegible] کیا ہوتا ہے

(جواز مالیگاؤں نومبر ۸۷ تا اکتوبر ۸۸)

([illegible] ۸۸)

شیر افضل جعفری



(دل دوست کے عقدے)

زجاجِ ناامیدی کر رقصاں رہی ہے
بجوں پہ مجیب تر قمری چھا رہی ہے
وطن دم دلا سے دیئے جا رہی ہے
ورا تا تو ادا کر جھما رہی ہے
جہاں جاں کی بجلیاں گا رہی ہے
رگِ جاں بقا بازیاں کھا رہی ہے
نزت کار بخشوں کی نزکتی روانی
اُٹا کر رضا منت فرما رہی ہے
تنِ عید قرباں کہے کے مبارک
سرہانے مرے فاتحہ گا رہی ہے
اداسے فردوسی غزل مسکرا کے
لبِ جلوۂ عرش ترسا رہی ہے
ترسنے لگے خشک آنکھوں میں آنسو
پیا پیاس اشکوں میں لہرا رہی ہے
صبا ایک ہجراں ولادے کی جانب
خدا کا بلاوا لئے آ رہی ہے
سجل موت کے ساز کی سندریں سے
نئی زندگی کی اذاں آ رہی ہے

(تخلیق لاہور ۸۸)

صبا اکبر آبادی



دائروں میں جو بٹ گیا ہوں میں — اپنے مرکز سے ہٹ گیا ہوں میں
بڑھ گئی جس قدر مری قیمت — وزن میں اتنا گھٹ گیا ہوں میں
عشق کی شکل ہو گئی باطل — جب گرا ہوں اچٹ گیا ہوں میں
پہلے طوفان روک لیتا تھا — اب ہوا سے پلٹ گیا ہوں میں
کوئی تیز اشارہ تھی اس نے — رگِ جاں سے کٹ گیا ہوں میں
مجھ سے ناراض کیوں نہ ہو محفل — پاس آ کر پلٹ گیا ہوں میں
گھر بناتا تھا آپ کے دل میں — اس لئے خود سمٹ گیا ہوں میں
ذکرِ حسینوں کو سن سن کر — دل بیچارا اچٹ گیا ہوں میں
چھینٹے دے کر سنبھال لے ساقی — پیتے پیتے الٹ گیا ہوں میں
زندگی کے معاملات نہ پوچھ — اپنے ملبے میں اٹ گیا ہوں میں
جس پہ احسان تھا زمانے کا — ان نگاہوں پہ ڈٹ گیا ہوں میں
شاید اب تم بھی سمیٹ نہ سکو — اتنے حصوں میں بٹ گیا ہوں میں

میری تصویر تھی درست صبا
آئینے میں الٹ گیا ہوں میں

(افکار کراچی ستمبر ۸۸)

ضمیر جعفری

قسمتوں سے درد کی دانائی کم ہوتی نہیں
انجمن میں بھی مری تنہائی کم ہوتی نہیں

تیرے رخساروں کے پیچھے پی میں کیا کچھ ہے
پھول کھلنے سے مگر زیبائی کم ہوتی نہیں

شاداب دریاؤں کے ساحل ہیں کہ رُت آ گئی
مدتوں سے پانیوں پر کائی کم ہوتی نہیں

دل میں ہیں موجود سالم منظروں کی صورتیں
بند ہیں آنکھیں مگر بینائی کم ہوتی نہیں

اک بیاباں جان میں رکھتے ہیں ہم آوارگاں
شہر میں بھی بادیہ پیمائی کم ہوتی نہیں

چاندنی تیری نظر ہی میں نہیں ورنہ کبھی
زندگی کی دیدنی رعنائی کم ہوتی نہیں

حادثہ دامن ناکس ہے جب تک ہے سر میں
آدمی کی فاتحہ دانائی کم ہوتی نہیں

بات اُن وحشتوں کی ہے جو دامن پڑ گئے
چہرہ دھو لینے سے تو رسوائی کم ہوتی نہیں

ہمی ہے آدرش اپنا بھی مگر ہم کیا کریں
دشمنوں کی حوصلہ افزائی کم ہوتی نہیں

رنگ دے جاتی ہیں وہ فرمائیاں بھی جیب کو
خفا کر کے سے تو گویائی کم ہوتی نہیں

شکر ساقی کا ۔ ذکسی اور دشمنوں کے باوجود
میری درویشانہ بے پروائی کم ہوتی نہیں

(ادب لطیف لاہور سالنامہ ۸۸ء)

طالب چکوالی

ہر اک سے بالا ہر سینے کو طور ہے
ہر اک شجر میں ذاتِ خدا کا ظہور ہے

جب تک بپا یہ سازِ کیف و سرور ہے
دل بے نیازِ غمزہ عقل و شعور ہے

اس کو بھی دیکھ لیں گے جب آئے گا سامنے
وہ رخ ابھی تو میرے خیالوں سے دور ہے

ہر فعلِ ناروا کا بھی ہوتا ہے کچھ جواز
ایسے ہوس خیال کی بنیاد نور ہے

غم کی صلیب ہو گئی اب تو وبالِ دوش
سستا لوں کہیں نہ یوں مری منزل تو دور ہے

میں مسائلاتِ زیست کو ہنس کر نہ سہہ سکا
تم ہی کہو تو اور یہ کس کا قصور ہے

کس درجہ ناسپاس ہے طالب ترا مزاج
ہر وقت شکوہ سنج دلِ ناصبور ہے

طالب چکوالی
۲۹ مئی ۸۸

ظہیر صدیقی -

موتی اچھال کر جو تہہ آب کھو گئے
بے درد ساحلوں کی بھی پلکیں بھگو گئے
ماتم گسارِ دانش پہ اس طرح رو گئے
قاتل کی آستینوں کے نشانات دھو گئے
روشن ورق ورق ہے مقدر چراغ ہے
ہم ہی کمال کتاب پہ سر رکھ کے سو گئے
اشکوں سے سینچتے رہے اشجارِ بے ثمر
اسلاف کشتِ ذہن میں وہ بیج بو گئے
خوابوں میں جاگ ابھرتے رہے آنکھ کے
وہ ظلمتوں میں نورِ سحر یوں پرو گئے
ایسے شناوروں سے ہوا سابقہ ظہیر
ڈوبے خود آپ اور ہمیں بھی ڈبو گئے

(ایوانِ اردو دہلی اگست ۸۸)

عارف عبدالمتین

★

میں ایسے [illegible] بلا کے مجھے
کہ لے جائے گی آخر ہوا اُڑا کے مجھے
میں سنگ بستہ رہا، سنگِ میل تھا لیکن
ہر ایک شخص گیا ٹھوکریں لگا کے مجھے
میں خود تمام [illegible]
چلا [illegible] جلا کے مجھے
سفید پوش [illegible] ازل سے تا بہ ابد
کبھی تو دیکھ سمندر میں تو بہا کے مجھے
تو آئینے کی طرح میرے سامنے آیا
[illegible] دکھا دکھا کے مجھے
مرے خلوص کا کشف اس کو کر گیا حیران
تو ابتدا میں بڑا آپ کہا کے مجھے
عجیب حال [illegible] سے جب بچھڑا
[illegible] کوئی حرف [illegible] کے مجھے
تو [illegible]
زمیں سے [illegible] اٹھا کے مجھے

[illegible] ۱۹۸۸ء

عاشور کاظمی

خرد، گماں کی وادی میں محوِ فکرِ عمیق
جنوں، یقیں کی منزل پہ ذات کی تصدیق

یہ کس مقام پہ لے آئی جستجو تیری
زباں فکر کی ساتھی، نہ ذہن دل کا رفیق

دعائے نیم شبی، آہِ صبح گاہی
کے نصیب ہو تو مجھے بھی دے توفیق

ابھی اسیر ہے نفس و فریب و زہد و شعر
ابھی نظر سے ہی پوشیدہ کتنے ہی دقیق

خدا کو شک ہو [illegible] حیرت ہے
جہاں [illegible] کر [illegible] پہ کرے تحقیق

[illegible] ۱۹۸۸ء

عبدالرحیم نشتر

وہ جو دستِ قضا ہجر کو پھاڑنے آیا
مرے بستے گھر پہ ہوا سر اٹھانے آیا
[illegible]
[illegible]
کھلی جو آنکھ تو ساکار ہو گیا سپنا
[illegible]
یہ کون لوگ ہیں [illegible]
میں کس بہار [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

عبدالعزیز خالد

بارِ ناکامی اٹھائیں، رنج نومیدی سہیں
کس جنم کی کس خطا کی یہ سزا ہے کیا کہیں!
موجِ طوفاں نے گرفتارِ تلاطم سے کہا
پیچھے ساحل پہ دبی جو ساتھ دھارے کے بہیں
آدمی کی تھاہ لینا کھوجنا پاتال کا
بے تہ ہے لوگوں کی بھی ہوتی ہیں کتنی ہی تہیں
قادرِ مطلق کے کام آئیں نہ مطلق فہم میں
کیا کریں مجبوراً آمَنّا وَصَدَّقنا کہیں
اہلِ دل کے واسطے زندان و زنجیر و رسن
اہلِ حق کے واسطے لعنت کدے عشرت گہیں
کیوں زباں شکوہ کھولیں کیوں کریں خود کو سبک
جھیلنا ہے جو بھی جھیلیں جو بھی سہنا ہے سہیں
بن ہمارا بھی خدا تو اے رسولوں کے خدا
تیرے بندے قید و بندِ خوف میں کب تک رہیں

[illegible] صدی نئی دہلی [illegible] ۱۹۸۸ء

عرش صہبائی

یاد ماضی جو ستائے تو مجھے خط لکھنا
زندگی راس نہ آئے تو مجھے خط لکھنا
[illegible]
[illegible] تو مجھے خط لکھنا
[illegible]
[illegible] تو مجھے خط لکھنا
[illegible]
[illegible] تو مجھے خط لکھنا
[illegible]
[illegible] تو مجھے خط لکھنا
[illegible]
[illegible] تو مجھے خط لکھنا

([illegible] ۱۹۸۸)

عرفان صدیقی

[illegible] ہوں میں
[illegible] ہوں میں
[illegible]
[illegible] ہوں میں
[illegible]
[illegible] ہوں میں
[illegible]
[illegible] ہوں میں
[illegible]
[illegible] ہوں میں
[illegible]
[illegible] ہوں میں

[illegible]

علی آصف

تم بھی سنے پاس کچھ تحسین بلا الفاظ
پھر جا کے سماعتوں کو چھونے بلا الفاظ
جو چپکے کہا دیکھ یاس آ یہ جھلائیں گے
تصویر کوئی بھی تو سدا کی بنا الفاظ
کم ہو سکے دوجر سے ہیں کب لفظ و معانی کے
الفاظ سے انھیں جو سمجھ پائیں سے الفاظ
کوئی تو سنے صورت خاموش کرۂ دل کی
گلشن جو خزاں بنا ، صحرا کی بنا الفاظ
یہ لفظ کے مارے ہوئے یہ صبح گزیدہ
سب ہائے الفاظ
اس دور میں جینا ہے تم کو جو علی آصف
قرطاس و قلم ... بے الفاظ

علیم اللہ حالی

آواز جرم ہے تو خموشی سے کام لیں
کہہ دیں جبھی ... ٹھہرے میں انتقام لیں

ہے مار بستیاں ہیں مقدر میں ہیں مرے
بک جاؤں کیوں کسی سے تو کیا اس سے دام لیں

نیزوں پہ چڑھ کے تپتے ہیں لوگ اپنے قد
بیٹھیں کہاں پہ جرم ہیں غیر کیا انتقام لیں

چھوٹی نہیں ہے ہم سے ابھی دشتِ کربلا
ہر دوست بھی کرتا ہے تو سب دشمنی کا نام لیں

آجائے وقت تیرۂ قسمت میں گر کبھی
وہ ساتھیں طلب کروں وہ صبح و شام لیں

غلام ربانی تاباں

زندگی درد ہی درد میں لذت تو ملی
سر کو سودا تو ملا دل کو جراحت تو ملی

رائیگاں شغلِ کوہ نوردی نہ گیا
دامنِ شوق کو پھر گردِ ملامت تو ملی

زلف کی چھاؤں کہ دیوار کا سایہ کچھ تھا
دو گھڑی راہ میں دم لینے کی فرصت تو ملی

بام و در کے زنداں سے رہائی پائی
گھر کے آنگن کو کسی دشت کی وسعت تو ملی

رکھ لیا دوریِ منزل نے مسافر کا بھرم
رہگزاروں سے بڑی دیر رفاقت تو ملی

جو گزرنا ہے وہ اب کام ہے بیگانے
تشنہ ہونٹوں کو بزرگوں کی وراثت تو ملی

دیدۂ شوق رہینِ گل و گلزار رہی
یہ بھی کیا کم ہے کہ اک خواب کی جنت تو ملی

اہلِ دل کے لیے موسم سے تقاضا تاباں
کم سے کم ابر کی ... کو ضیافت تو ملی

([illegible] ۸۸ء)

فردوس گیاوی

بنے تھے ہم بھی تو قسمت کی کہکشاؤں میں
چھپا دیا ہے مگر وقت نے گھٹاؤں میں

یہ حق کی بات ہے اپنے ہوئے کھنڈروں تک
کہ حرف حرف ہو شامل مری صداؤں میں

کوئی نہیں ہے جو بتلائے مزاروں کے سوا
صدا کہ گونجتی رہتی ہے جن خلاؤں میں

ہوا یہی کہ مجھے سمندروں نے گھیر لیا
میں بھٹک کے رہ گیا مصروفیت کے خلاؤں میں

یہ کہہ گئے ہیں حسینانِ گلستاں فردوس
کوئی کشش نہیں [illegible]

نخلستان ۲۴ مارچ ۸۸ء

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(نقوش لاہور [illegible])

[illegible]

قتیل شفائی

[illegible] جل رہا ہے
[illegible] جل رہا ہے

[illegible]
[illegible] جل رہا ہے

[illegible]
[illegible] جل رہا ہے

[illegible]
جس گھر میں چراغ جل رہا ہے

[illegible]
[illegible] جل رہا ہے

[illegible]
[illegible] جل رہا ہے

[illegible]
[illegible] جل رہا ہے

[illegible]
[illegible] جل رہا ہے

([illegible])

قیوم طاہر

اُجالا ہو کے دریچے لگے اپنا گھر پھر سے
بُلا رہا ہے مجھے دوریوں کا سفر، پھر سے

کہاں بسیں گے پرندے، ہجرت کر کے
ہوائے تیز! دِکھا دے کہیں شجر، پھر سے

میں آشنا کے جہاں میں [illegible]
پڑے ہیں پیچھے مگر عکس تو اُبھر پھر سے

گھلا ہوا ہے رقابت کا زہر لہروں میں
لرز رہے ہیں جزیرے کے بام و در پھر سے

اُس ایک یاد کا آئینہ دل میں کیا ٹوٹا
[illegible] کی طرح [illegible] نوحہ گر پھر سے

دھواں سا ہجر کی شبوں کا [illegible] تمام
سنہری دھوپ بھرے صحن میں اُتر پھر سے

(افکار کراچی مئی ۸۸ء)

کرشن ادیب

بے صدا دیوار و در ہیں، بولتا کوئی نہیں
شہر سارا سو گیا ہے، جاگتا کوئی نہیں

شام، سورج اور سائے ہیں سبھی بھاگے ہوئے
ہیں وہ تنہا رات، جس کا آشنا کوئی نہیں

پشت پر قاتل کا خنجر، سامنے اندھا کنواں
گاؤں کو جاؤں کس طرف، اب راستا کوئی نہیں

دُور ساحل، تند موجیں اور طوفانی ہوا
غرق ہوتی کشتیوں کا ناخدا کوئی نہیں

وہ جو میرے ذہن و دل پر آج بھی ہے [illegible]
اُس کو دیکھے سال گزرے، رابطہ کوئی نہیں

کتنے تشنہ ہیں میرے، ایک دل پہ [illegible]
[illegible] ہیں زخم کتنے، جھانکتا کوئی نہیں

(ماہنامہ [illegible] ستمبر ۱۹۸۸ء)

محسن احسان

حرف کیوں بہت سا بچا ہے وہ نہیں کہتے
بات دعا جو کچھ بھی ہم ... ہیں کہتے

شوقِ اظہار میں چند خوش گماں مال
شاید ہے شکر بھی بے ثمر نہیں کہتے

امتحانِ دنیا میں دین بھی نہ کام آیا
اہلِ حق بھی حرفِ حق بے خطر نہیں کہتے

صرف چار دیواریں اور اک تعلقِ دل
یہ مکان بستے ہیں ان کو گھر نہیں کہتے

سیلِ بادوباراں سے اٹھنے والی چڑیا کو
ہم وطن کہتے ہیں، دشت پر نہیں کہتے

ایک بار بھی دن میں جو فلک سے ٹکرائے
ہم اس دعا کو بھی بے اثر نہیں کہتے

بے ضمیر لوگوں کا یہ اصول ہے محسن !
دیکھتے تو سب کچھ ہیں، کچھ مگر نہیں کہتے

عکس آسمانِ ہجر شکستہ بہت سے ہیں
ہم کو نہیں ہے شہر میں رستہ بہت سے ہیں
دنیا کی [illegible]
[illegible] ملے سب جدا بہت سے ہیں
[illegible] کی راہ اپنے سراغ سے
ہوا میں [illegible] کب پا بہت سے ہیں
[illegible] شہر کے گلے پہ ہیں اتر گئے
تنہا بہت سے ہیں [illegible] تو تنہا بہت سے ہیں
چہرے [illegible] تو سب نے سجائے ہیں گلستاں
لیکن [illegible] میں سرا بہت سے ہیں
[illegible] نہیں [illegible] تو کیا
محروم [illegible] بہت سے تھا
محسن [illegible] شہر میں کہیں کہ شہر میں
تیرے سوا بھی قافلہ پیا بہت سے ہیں

(نقوش لاہور [illegible] نمبر ۱۸)

[redacted]

محمد خالد

[redacted]

بہت وقفِ دیارِ آرزو ہونا نہیں ہم کو
متاعِ خواب کو اس راہ میں کھونا نہیں ہم کو

مسلسل یک کارِ رفتگاں کی ہی اسیری کیا
جسے ہم کاٹ آئے ہیں وہی بونا نہیں ہم کو

ابھی حسنِ فریبِ رہگذر رہرو سے کہتا ہے
کہ ایسا صاحبِ اکرام بھی ہونا نہیں ہم کو

نہ جانے کب طلوعِ مہر کی ساعت چلی آئے
بہت بیدار رہنا ہے ابھی سونا نہیں ہم کو

ابھی دو چار دن سیلِ عناصر سے الجھنا ہے
ابھی خالد نصیبِ خاک تو ہونا نہیں ہم کو

(ادبیاتِ اسلام آباد اپریل تا جون ۸۸)

محمد علوی

کبھی ان کا مکاں اچھا لگا ہے
وہاں سے آسماں اچھا لگا ہے

چلی تو ناؤ دل کش ہو گئی ہے
کھلا تو بادباں اچھا لگا ہے

کئی یادیں ہیں وابستہ گلی سے
گلی کا ہر جواں اچھا لگا ہے

کبھی دہلا دیا ہے بادلوں نے
کبھی ابرِ رواں اچھا لگا ہے

کبھی خود سے بھی ہم اکتا گئے ہیں
کبھی سارا جہاں اچھا لگا ہے

گراں گزرا ہے اک آنسو کبھی تو
کبھی جی کا زیاں اچھا لگا ہے

ہمیں سگرٹ سے نفرت سی رہی ہے
مگر اس کا دھواں اچھا لگا ہے

ہے رستے میں اکیلا پیڑ علوی
اور اس پر آشیاں اچھا لگا ہے

شب خون
۱۵۲، جولائی، اگست ۱۹۸۸ء



سفینہ بن کر رہی نا پانی سے نکلوں گا
نشانِ صبح ہوں موج کی پیشانی سے نکلوں گا

اندھیرے شہر کے ایسے کریں گے رہنما میرا
میں ایسی شان سے ایسی درخشانی سے نکلوں گا

حدوں میں قید رہنا میری فطرت کے منافی ہے
مثالِ بوئے صبا ہر ایک وادی سے نکلوں گا

بھروسہ ہے مجھے اپنے خدائے کارساز کا
کٹھن منزل ہو کیسی بھی میں آسانی سے نکلوں گا

پریشانی کو کیسی ہو جائے گی لاحق پریشانی
کچھ اس انداز سے دامِ پریشانی سے نکلوں گا

ذرا ٹھہرو [illegible]
اچھلتا کودتا دریا روانی سے نکلوں گا

جبینِ وقت پر [illegible]
کسی آندھی سے [illegible] سے نکلوں گا

محمد شفیع الرحمٰن خاں [illegible]
ہندوستانی [illegible]

محمود سعیدی

عجیب شہرِ تعلق ہے جس میں ہم کو جدا رہنا
تو خوابوں میں کبھی کبھی آ کے خیالوں میں بھی یکجا رہنا
بلا کے خواب، پلکوں سے جھٹک دو سوچتے کیا ہو
مقدر خشک پتوں کا ہے شاخوں سے جدا رہنا
شجر زخمی امیدوں کے ابھی تک لہلہاتے ہیں
انھیں بھی پت جھڑ کے موسم میں کبھی آتا ہے ہرا رہنا
گلی سنسان شب کے صحیفوں پہ ہے حسن کیا
کسی پتھر کا بھی رستے میں پڑا رہنا
کبھی گزرے گا ان گلیوں سے اک سیلِ بلا
پرندو تم تو اڑ جاؤ گے سب، ابھی کیا رہنا
سنہری دھوپ آنکھوں میں حسرت بھر کر پلکوں کی
کہاں اب ان کی لرزتے عکس سا رہنا
عجب تھا سرپھرا اک پل تھی آگ بستی میں
اسے منظور تھا لیکن شعلوں میں جا رہنا
کبھی اہرمن اور جو تم اپنے حصاروں سے
ملے گا در مرے دل کا کھلا واپس گھر میں آ رہنا
عجب کیا ہے اگر ستم پر یورشیں ختم ہے
ہواؤں کی کرامت ہے چراغوں سے خفا رہنا

(بیسویں صدی کا دہلی اپریل ۱۹۸۹ء)

مشیر جھنجھانوی

مخمل کے فرش نے مری رفتار چھین لی
آسائشوں نے جرأتِ اظہار چھین لی
یوسف نہیں تو کوئی خریدار بھی نہیں
اک خوش نظر نے گرمیِ بازار چھین لی
پختہ عمارتوں سے تو ٹکرا کے رہ گیا
سیلاب نے مگر مری دیوار چھین لی
ہم ایک لفظ کا بھی اضافہ نہ کر سکے
پابندیوں نے قوتِ افکار چھین لی
حالات مختلف ہوں تو ملاح کیا کرے
موجِ ہوائے تند نے پتوار چھین لی
ترکِ تعلقات کا یہ بھی اثر رہا
تنہائیوں نے طاقتِ گفتار چھین لی
پاس آتا ہے اور نہ خودداریِ نفس
دستِ طلب نے غیرتِ انکار چھین لی
پگڑی سنبھالنے کا زمانہ تھا میر تک
اس دور نے ہر ایک کی دستار چھین لی
پیشِ حریف میں بھی سپر بن گیا مشیر
جب دوستوں نے ہاتھ سے تلوار چھین لی

(جدید فکر و فن شمارہ ۱۷ / ۱۹۸۸ء)



مظفر حسین رزمی

تمہارے چشم و ابرو کا اشارہ کون سمجھے گا
اٹھاتے ہو سرِ محفل جو فتنہ کون سمجھے گا

تمہاری ذات سے بالکل یہاں بے جا نہیں
تمہیں۔ پناہ سمجھے تو ذرا پتا کون سمجھے گا

اگر وحشی رہی ملنے پہ جانِ جاں بے چہرگی تیری
حقیقت کون جانے گا فسانہ کون سمجھے گا

جنہیں جیب اس کے نہ رد گنگر ہی ہو رجاوی
یہ اندازِ تکلم اور یہ لہجہ کون سمجھے گا

ہمیں اس ذات سے واثقی کی روداد کرنی ہے
جو اقبال کو جنہیں یہ بھی گوارا کون سمجھے گا

سمجھے کہ کسی طرز کی ان کو سمجھے ہیں
مثلاً ہی کسی کسی ہوتی ہیں کر یا کون سمجھے گا

اسی الجھن میں اپنا مدعا بھٹکا کہ بہنا ہے
سر دیا کون بے کار دیا کون سمجھے گا!

کوئی پوچھے تو جس کو ڈال دینا تم عصمتی
کہ اس کا مطلب یہاں ہی پتا کون سمجھے گا

(اوراق لاہور جولائی ۸۸)

سنہرا مے

نہ جانے دل پہ کیا گزری، مگر باہر نہیں بدلا
تمہارے بعد بھی اس شہر کا منظر نہیں بدلا

بدلے منظرہ! خوش ہوں کہ پس منظر تو باقی ہے
ابھی پردہ ہی بدلا ہے، ابھی وہ در نہیں بدلا

رُتوں کے ساتھ دلداری کی رنگت بھی بدلتی ہے
وہ ہر موسم سے گزرا ہے، مگر اکثر نہیں بدلا

مرے سب خواب تاروں کی طرح ٹوٹے، مگر اس کا
محلوں کی دُرس پہ بیٹھا ہوا پیکر نہیں بدلا

وہ اب بھی چین سے آرامِ جاں کی نیند سوتا ہے
وہ میرے رتجگوں کے پاس بھی آکر نہیں بدلا

(نقوش لاہور دسمبر ۸۸)

پوچھتے ہو اب کیا گفتار سے
زندگی ہے دوسرے اشعار سے

جانبِ صحرا نکل جاؤں کہیں
بھر گیا دل شہر کے بازار سے

سب نوشتہ آپ کے گل بنے
کیا ملا تو ابر گہر بار سے

زخم کھل جاتے ہیں ہونٹوں کی طرح
ڈر گیا ہوں بات اظہار سے

وہ تو رخصت ہو چکے کب کی
تکتا جاتا ہوں در و دیوار سے

میرے لفظوں میں کسے جذبے بھی ہیں
کون واقف تھا مرے اسرار سے

جو ملا اس در سے ناصر مل گیا
کیا طلب کرتا کسی دربار سے

(کتاب نما دہلی ستمبر ۸۸)

صحراؤں کی وسعت میں بھی دل تنگ رہا ہے
شاید کہ مرا حسنِ طلب اس سے سوا ہے

اس شہر میں رہتے ہوئے ہوتا ہے یہ محسوس
جیسے کسی صحرا میں کوئی پھول کھلا ہے

سورج بھی نکل آئے تو سوکھیں نہ در و بام
غنچے دہنِ پا کی مثال حسن پہ سا ہے

یہ آخری وقت تو نہیں در بدری کی
آدم کے لیے اور بھی اعزاز بڑا ہے

قسمت بھی کسی بچے کی طرح کیجیے تحریر
مجھ پر تو ہر اک دور میں الزام لگا ہے

اس دورِ ترقی میں کوئی کاوش یہ کہیے
انساں نے انساں کا دل جیت لیا ہے

شاید تو سے پھرتے ہو تم ناصر زیدی
کب آج تلک کوئی نیا لفظ لکھا ہے

(ادبِ لطیف لاہور فروری ۸۸)



دل کا دروازہ تری سمت نہ کھولا جاتا
ایک ساعت تو کبھی چین سے سویا جاتا

کیسی تنہائیاں اس شخص نے سونپی ہیں مجھے
مجھ سے اب کوئی بھی تنہا نہیں دیکھا جاتا

اس نئے دور میں انسان کی قیمت کیا ہے
یہ وہ نکتہ ہے کہ جس پر نہیں سوچا جاتا

کٹتی تو بس ہے بڑی ترکِ طلب کے باعث
نام تیرا بھی مرے ساتھ ہی لکھا جاتا

پیرسن گشتی ہو مری اپنے لہو سے ناصر!
کیا ضرورت تھی مجھے کیوں لبِ دریا جاتا

(نقوش لاہور دسمبر ۸۸)



نذیر قیصر

میں گہرا ہوں، مجھ سے دریا گہرا ہے
ہم دونوں سے شام کا سایا گہرا ہے

ٹوٹ رہی ہیں شاخیں صدا نہیں آتی
جلتے جنگل کا سناٹا گہرا ہے

آنکھیں خشک ہیں دل میں بارش ہوتی ہے
وہ جتنا پیاسا ہے اتنا گہرا ہے

ناؤ جاگتی ہے اور لہریں سوتی ہیں
ندیا سے ماجھی کا سپنا گہرا ہے

پلکیں جھکیں کہ دل میں شام اتر آئی
آنکھیں گہری ہیں کہ شرمہ گہرا ہے

ڈوب گیا میں قیصر سر کے بالوں تک
مجھ سے میری ذات کا پیالہ گہرا ہے

(اوراق لاہور جون جولائی ۸۸)

نعمان شوق

ہم اعتنا نے لب پہ کر دی جب کبھی گلے
ہم اجنبی تھے شہر میں کس کو پکارتے

پہرہ فصیلِ لب پہ ہے بر فصیلِ رات کا
سورج وہ جھونپڑوں کے کہاں جا کے مر گئے

پگڈنڈیوں میں گاؤں کی کتنا خلوص تھا
آئی تھیں مجھ کو چھوڑنے سڑک تک جو جھومتے

پردیس میں گزار دی ہم اس نہیں سے رات
آنکھیں بچھائے رکھنا ہمیں یاد گھر کے طاقچے

برسات جن کے واسطے آتی تھی جھومتی
وہ سرو جنگلوں سے نہ جا سکے کدھر گئے

میں جل رہا ہوں ان کے بنا اور بات ہے
کچھ لوگ جان سے بھی زیادہ عزیز تھے

(حوالہ لیگاذیں نومبر ۸۷ تا اکتوبر ۸۸)

وقار ناصری

بہت دنوں سے یہ منظر نظر نہیں آتا
سروں کے بیچ کوئی سر نظر نہیں آتا
یہ شکستہ دلوں کو کیا کہیں سیکھے
آتا ہے
کسی کے قلب میں خنجر نظر نہیں آتا
عداوتوں کے وہ شعر بیں نہیں ہے
کسی بھی دشت میں لشکر نظر نہیں آتا
تمام اہل عزیزوں میں بٹ گئے لیے
منصفوں میں سکندر نظر نہیں آتا
جو دیکھتے چھینے میں گھر کے واسطے اک در سی
تمام شہر میں وہ گھر نظر نہیں آتا
تمام خواب شکستہ ہوئے تو حیرت کیا
کسی کو خواب میں پتھر نظر نہیں آتا
کہ جس کا جسم ہو اجلا لباس کالا ہو
کوئی بھی ایسا سخنور نظر نہیں آتا
بجا بجا ہے چہرہ بجھی بجھی سی آنکھیں
یہ اللہ خلق ہے باقر نظر نہیں آتا
وقار اس کی اناؤں وہی انا میں ہیں
یہ اللہ بات کہ شبیر نظر نہیں آتا

شب خون نومبر دسمبر ۸۸

میرانند سوز

کوئی مونس نہیں میرا کوئی غم خوار نہیں
کیا میں اتنی سی مروت کا بھی حقدار نہیں؟

میرے ہی دم سے جنہیں عظمت کردار ملی
وہی کہتے ہیں کہ میں صاحب کردار نہیں

اہتمام رسن و دار ہے اب کس کے لیے
میں خطاوار نہیں آپ خطاوار نہیں

منصفِ شہر کو دے کون سوالوں کے جواب
اب کسی شخص میں بھی جرأتِ گفتار نہیں

سلسلہ اونچے مکانوں کا ہے تا حدِ نظر
شہر میں پھر بھی کہیں سایۂ دیوار نہیں

قافلے والے کہاں پائیں گے منزل کا نشاں
جذبۂ شوق نہیں گرمیٔ رفتار نہیں

کیا فقط داد ہے شاعر کی ریاضت کا صلہ؟
سوز! کیا مشقِ سخن کاوشِ بیکار نہیں؟

(ادب لطیف لاہور مارچ ۸۸)

عدم تجربہ

مجھے زندگی سے گریز کا کوئی تجربہ ہی نہیں ہُوا
مجھے اِس جہاں سے کوئی گلہ نہیں
خدا کی زمیں پہ جو لوگ ہیں
میں اُن کے چہروں کو، ان کے ذہنوں کو
اپنے دل میں اُتار لوں تو اُدھر چلوں
میں سمندروں کو سمیٹ لوں تو اُدھر چلوں
یہ جو ریگزار ہیں، کوہسار ہیں، سبزہ زار ہیں
میں اِن کے حُسن کو اپنے گرد لپیٹ لوں تو اُدھر چلوں
مری کائنات طلوع بھی ہے، غروب بھی
مری سلطنت میں شمال بھی ہے جنوب بھی
مری زمیں کا جو فرش ہے
وہ عرش ہے
میں خدا سے ہو کے بھی اپنے کرۂ ارض سے ہوں بندھا ہُوا
کہ وجود کی جو نمو ہے میری زمیں میں ہے
یہ زمیں جو کعبۂ زندگی ہے
جو جہانِ فنون ہے
یہ زمیں ہی میرا شعور ہے
یہ زمیں ہی میرا جنون ہے
مجھے زندگی سے گریز کا کوئی تجربہ ہی نہیں ہُوا!

رفاقتیں

کون کہتا ہے کہ تنہائی مرا مقسوم ہے
میں نے مانا
میری ساری زندگی
ایک ناپیدا کراں صحرا میں گزری ہے
جہاں طوفان در طوفان یوں چلتے ہیں
جیسے شہر میں انسان چلتے ہیں — !
میں نے لیکن بارہا دیکھا، ہر طوفاں میں میرے ساتھ ساتھ
ریت کے ٹیلے سفر کرتے رہے ہیں :

(فنون لاہور اکتوبر نومبر ۸۸)

ادا جعفری

شہر آشوب



ابھی تک یاد ہے مجھ کو
سب آنکھیں تھیں بھیگتے ساحل کی
ہوا [illegible] آئی
ہوا آہستہ گام آئی
وہ دل پر کسی [illegible] کی دستک
کسی دست آشنا کے لمس کی صورت
کسی بیکل ہوائی بادلوں کی شکل سے
کسی رنگ شفق سے ہمنوا
کسی [illegible] ہوئے غم سے
کبھی خوشبو سے [illegible] کی آتی
جھلکتی سی آنکھوں کی [illegible]
بچے کروٹ [illegible] ہو
یقیں آئے نہ آئے جس بچوں کو
گئے وقتوں کا قصہ ہے
کہ ہر گل کی کسی موسم [illegible] جاتا تھا
ہوا آہستہ گام آئی [illegible]
ابھی تک یاد ہے مجھ کو
[illegible]
[illegible] ہوتا تھا
یقیں [illegible] ہوتا تھا
[illegible]

کسی اس دل میں بیچارا نہ ہوتا تھا
ستارے [illegible] ہوتے تھے
گلابی دھوپ، آنگن چاندنی کے
سحاب یوں [illegible] ہوتے تھے
سب آنگن میں نقش پا ہوتے تھے
خوں کے [illegible] ہوتے تھے
سب گھر میں [illegible] تھے
دھرتی کے [illegible] کا بوجھ ہوتا تھا
گئے وقتوں کی باتیں ہیں
سب بچوں کو شاید ہی یقیں آئیں
در و دیوار کے اوپر
کسی آسیب کا سایہ نہ ہوتا تھا
سبھی تنہا تھے لیکن یوں کوئی تنہا نہ ہوتا تھا
ابھی تک یاد ہے مجھ کو!

نیاگرافال

اطہر راز

★

قوس کی آبجو تے حصار میں خلاؤں کی پھوار
حسنِ فطرت کی اُمنگوں کا جلوس
میرے احساس کی باہوں میں سمٹ آیا ہے
چشمِ مسحور کے پاؤں میں ہے زنجیرِ جمال
آنکھ جو دیکھ رہی ہے وہ بیاں ہو کیسے
حسنِ فطرت مرے الفاظ کی طلب گاہوں میں
کتنا ناچا ہوا آتا ہے سمٹنا ممکن ہے
دل ہے احساس کی فرہنگ کہ جس میں الفاظ
اپنے اظہار کی قوت سے بھی شرماتے ہوئے
کس قدر تنگ ہے الفاظ کا دامن کہ شعور
منتظر ہے کہ آفاق کی فرہنگ کو لا کر دے دے
کیفیتِ حسن کی خاطر ہے کہاں طرزِ لطیف
محو پرواز ہے فطرت کے حسیں زاویوں میں

بیسویں صدی نئی دہلی مارچ ۱۹۸۸ء

اندر سے پھوٹتا اجالا



گئے وہ دن!

گئے وہ دن
کہ جب تاروں کی چادر اوڑھ کر سوتے تھے اس
بستی کے باشندے
سب اُن کے خواب وابستہ تھے وادی اماں کی
اس البیلی کہانی سے
وہ پریوں کی کہانی حسن کی گنگا کی روانی پر
نشاطِ شب میں مصروف رہتیں
جو لاتے میٹھی نیندوں کے
گئے وہ دن
کہ جب سورج
بزرگوں کی طرح اک نیک دل بستی کے باشندوں کو
صبح سے جگاتا تھا
ادائی کے بے شکن ماتھوں پہ بوسے دے کے کہتا تھا
اٹھو اب نیند کے ماتو
کرو سجدے
یہ دیکھو صبح
جو تم نے نیند کے عالم میں دیکھے تھے
تمہاری راہ میں آنکھیں بچھائے کو پریشاں ہیں....

دھوئیں کی لہر میں بستی نے اپنے سپنوں کو کھو دیکھی
دھوئیں کی لہر میں بستی نیند سے محروم ہو بیٹھی !

گلفام نئی دہلی ماہنامہ ۱۹۸۸ء

خوشبو کی سرحدوں سے آگے

اندھیروں میں یا جگنو تو تھک کر
کہے کم، تم گرفتار مت جیا
تمہارا اب ہے پتہ ہوگا
سمندر کی جست تو پانی آنکھوں سے کیا کیا مکمل کرتا ہے
کتنے چہرے ڈوب کے یاد ہم آ کے
پیاس آنکھوں کی بجھاتے ہیں
سوالوں میں گھرے سناٹے کو اک قطرہ بھی دریا ہے
مگر ہم کہاں سے لائیں
کہاں سے دو گز کہ لائیں
یہاں تنہا کھڑے لمحے ہر قدم پہ مجھ سے پوچھا ہے
اندھیرے اندھیرے ہم
پیاس میرا ہم سفر ہے جانا خود میں بھی ہوں ۔ لیکن
تمہارے ٹوٹتے لہجے کے آئینے میں اپنا عکس دیکھا تو
مجھے، آنکھ، آپ اپنے سے الگ شخص دیکھا تو
گماں گزرا
کہا
میرا ساحل کا تعین جس سے ہوتا ہے ۔ بچھڑ جائے گا
تمہیں بھی جو خبر ہوگی
پتہ اس کا بھی مجھ سے ہے

صداؤں میں گھرے رستے نہیں جاتے ہیں منزل تک
بھنور بن کے جو ابھریں یہ دریا ہیں تو پہنچا کون ساحل تک
مگر اک آرزو
شاید تمہاری دعا کی
شاید مرے دل کی
نہیں شاید کوئی بے نام سا رشتہ
وہاں پہنچا گیا ہم کو
جہاں سے روشنی، رنگوں کی اور خوشبو کی سرحد ہے
شفق کے شہر کی قریہ جادو کی سرحد ہے
سنہری دھند کے دامن میں خوابوں کا ٹھکانہ ہے
مگر اک بار پھر سوچیں
قدم آگے بڑھانا ہے کہ ہم کو لوٹ جانا ہے

بشر نواز

(جواز مالیگاؤں نومبر ۸۷ تا اکتوبر ۸۸)

بلراج کومل



شاید

کچھ لوگ
جو میرے دل کو اچھے لگتے تھے
قرنوں کے ریلے میں آئے
اور جا بھی چکے

کچھ دھندوں میں مصروف ہوئے
کچھ چوہا دوڑ میں جیت گئے
کچھ ہار گئے
کچھ قتل ہوئے
کچھ بڑھتی بھیڑ میں
اپنے آپ سے دور ہوئے
کچھ ٹوٹ گئے کچھ ڈوب گئے

مجھ پر یہ خوف اب چھایا ہے
میں کس سے ملنے جاؤں گا
میں کس کو پاس بلاؤں گا

آنکھوں میں گرم ہوا ہے، آگ برستی ہے
کچھ دن ہوئے

اک صورت شبنم سی صورت
اس سونی راہ سے گزری تھی
وہ بچے پیڑ کے پتوں میں چھپ کر بیٹھے تھے
ہنستے شور مچاتے تھے
اک دوست پرانا

برسوں بعد ملا مجھ کو
اس چلتے [illegible] کہ جس [illegible] تھی
جب باد صبا، وارفتہ رو
خوشبوؤں، نغموں، نظموں، باتوں کو
اتار لیے آنگن میں چلی

میں زندہ ہوں
یہ سوچ کے خوش ہو جاتا ہوں
وہ تھوڑی دیر تو میرے پاس سے گزری تھی
وہ میرے دل میں اتری تھی
اس بے طرح سے موسم میں
شاید وہ کل بھی آئے گی
شاید وہ کل بھی میری راہ سے گزرے گی

مہجیم پہال اشک

دھرم

صدیاں پہلے کی بات تھا
صدیوں کی ہندوستان کا سلسلہ اس پھیلا تھا
آدھ وناری ایک ہے کسی کی
تیری تھی غالب
کھلے پر تنے پانی کا نشہ تھا
پاپ کا نفرت سے اگر جو شعلہ بہہ جاتے
صدیوں کی اتنی گولی مدہ کی تھی
ہر کسی کی جان ہوئی تھی جو سکا تھا تھی عالم روشنی میں
کچھ ملکیتیں کا جھوٹ ہو اٹھے بلند ہو کر وہ کھوکھلے ہے
پھیلا ہوا تھا کی صحت سب جوری ہو گئی تھی
ہو کے تکرے پار جو ٹوٹے گرا تھا کنگال میں موت پسی تھی
صدیوں کے بدلے یوں تھی کا طلب
ایک لمحہ ہے کہ سہہ لیا جاہ موت
جو رہے وہ پھول سے بار نہ تھا
آپ سب خاموش بیٹھے
دیکھتے ہو یہ تماشا
آپ کا کب دھرم ہے یہ کو بتاؤ
ماں ہر جمعیت کے کی طاری ہو گئی تھی
ساری ہی گر جانے تو آواز تمہارے
حاضرین کی ہر تولی
ہر بچہ بہشت پنا ہے کہ جب انگلیاں کھلا کے یہ بولے
گری تھی
مرد کی ضرورت ہی ہے طاقت دھرم انہیں کا ساتھ دیتا ہے ہمیشہ
یہ حقیقت ہے تو اول حقیقت
آج کسی ماحول میں زہر بس گئی ہے
جن کو ضرورت ہی ہے طاقت دھرم انہیں کا ساتھ دیتا ہے ہمیشہ ا

(جدید فکر و فن شملہ ۱۷/ ۱۹۸۸ء)

نظم

حمایت علی شاعر

مری ہتھیلی کے سانپ کب تک ڈسیں گے مجھ کو
مری ہتھیلی کے سانپ جو، اب
مری رگوں میں اُتر چکے ہیں
بدن کو زنجیر کر چکے ہیں
میں خواب دیکھوں تو کوئی آنکھوں پہ ہاتھ رکھ دے
قدم اُٹھاؤں تو کوئی میرے قدم پکڑ لے
پلٹ کے دیکھوں تو کوئی پیچھے نہ کوئی آگے
بس ایک سایہ ۔ مری حقیقت کا ایک کنایہ
مری حقیقت کہ میں اندھیرے کی رہنمائی میں
چل رہا ہوں
ازل سے اک سامری کے سانپوں میں پل رہا ہوں
مری ہتھیلی کہ جس میں روشن
وہ آگ بھی ہے وہ نور بھی ہے
جو دستِ موسیٰ ہے، طور بھی ہے
جو اُس عصا کی تلاش میں ہے
جو ہر تہی دست کی متاعِ گراں بہا ہے
جو کشتگانِ طلسمِ زر کی حیاتِ تازہ کا معجزہ ہے
جو سامری اور اُس کے سانپوں کے واسطے
ضربِ قضا ہے

(دسمبر، دہلی ۸۸)

جمیل الدین عالی

آج کل موت میرے تعاقب میں ہے

در پہ دستک ہوئی
میں نے کھڑکی سے جھانکا تو باہر کوئی
سیاہ کپڑوں میں ملبوس موجود تھا
بال بکھرے ہوئے
آنکھیں خون میں تر
اور چہرے پہ بھی خون کے کچھ نشاں
میں پریشان تھا
اس کو پہلے بھی دیکھا ہے میں نے کہیں
کیا خبر کس گھڑی؟ کیا خبر کس جگہ؟

رات میں سو گیا
خواب میں پھر وہی آدمی
پھر وہی شخص تھا
سیاہ کپڑوں میں ملبوس موجود تھا
بال بکھرے ہوئے آنکھیں خون میں تر
اور چہرے پہ بھی خون کے کچھ نشاں
مجھ کو مسلسل دستک کی آوازیں ہی مسلسل سنائی دیں
موجود تھی
کیا خبر کون تھا؟

صبح دم میں نے دیکھا تو باہر کوئی بھی نہ تھا
(ایسا لگتا ہے جیسے کوئی واہمہ)

سیاہ کپڑوں میں ملبوس موجود ہو
میرا کوئی خوف ہو)
گھر سے نکلا تو دیکھا کہ ہر راستہ
ایک ویران موسم سے آباد تھا
ہر طرف اک دھواں
اور فضاؤں میں بارود مہکا ہوا
پھول مجھے ہوئے
شاید اس مرتبہ
موسم گل نے رنگ میں آگیا

میں ابھی تک انہی راستوں پر چلا جا رہا ہوں
راستے جو کہ ویران موسم سے آباد ہیں
میرے پیچھے مسلسل کوئی چاپ ہے
ایک لمحہ بھی اب دسترس میں نہیں
خون میں ڈوبی ہوئی آنکھیں کو لیے
سیاہ کپڑوں میں ملبوس کوئی وجود
جانے کتنے دنوں سے مرے ساتھ ہے
اب میں کس سے کہوں
"آج کل موت میرے تعاقب میں ہے!"

(ادب لطیف لاہور، مئی جون ۸۸)

رعنا حیدری

یہی شعلہ یہی شبنم

کوئی سے رشتوں کی روداد سنائیں تم کو
جب کہ ملبوس تک اک آشنا دھر کا سرخ آت لی
یاد ہے جب تک سنے آنکھوں میں اُترنا سیکھا
یہ بھی کہہ دیا کہ کبھی شام کو جی بیٹھ گیا
اپنا آنکھوں میں کوئی اور دیکھو
صبح آ کر بھی اُمید کا پیغام لیے
حرف جاں اشکوں کو آنکھوں سے اوجھل ہی رہو
پاؤں اٹھتے ہیں ہر راہ نیا عزم لیے
وقت مرہم ہے ہر اک گھاؤ بھی بھر جائے گا
کیا خبر تھی کہ زبانوں کو بھی موت آتی ہے
وہ خوشیوں کے لمحات کے بھی مر جاتے ہیں
عہد الفت کے روایات کے بھی مر جاتے ہیں
زہر نفرت ہی بچا کر گئے نسلوں کے لیے
ہر طرف اُڑتی ہوئی گرد
گھٹتی سانسیں
ابلتی آنکھیں
وہ فقط ہیں، دیکھتے ہیں کلیسوں کی طرف
(سب یہ کہتے ہیں کہ تقدیر میں یہی لکھا ہے)
زخم بہتے رہے دیکھو اور پوچھتے رہے وہ
جیسے اطفال کے آنسو درد کو ہنس کر سہہ لیں
اپنی گڑیا کو گھروندے میں سلا کر بیٹھے
سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں آنکھوں سے لہو لکھتے رہو

آنکھ تو روح میں ہے طلب ہے
جسم اندھا ہے جو دیوانہ بنا سکتا ہے
چند لمحے ہی ہیں ہر اک دور کے زندہ انساں
اپنے پیالوں میں اپنا ہی لہو ڈالے ہوئے
ان کی شدت سے ہر اک جسم کو دیتے ہیں دلاسے کے لیے
جیسے وہ قرآن ہو
گھر میں ہر اک تعویذ کی تحریریں ہیں
قطرہ قطرہ یہ لہو اور مقدس الفاظ
ان کے جسموں میں رواں
ان کی آنکھوں سے چھلکتے ہوئے تکبیر و تکبیر
بس اسی آس پہ کٹتے ہیں کہ
"ست جگ" کو چلا آئیں گے
"ست جگ"
جو کبھی تھا ہے
اور جو ہے کبھی
کسی انساں میں سما جائے تو شبنم بن جائے
اور پتھر میں اُتر جائے تو شعلہ بن جائے۔

(ماخوذ از ماہنامہ گاؤں نومبر ۸۹ تا اکتوبر ۸۸)

فکر انگیز

ہم اپنے ورثے کیا ضائع کر رہے ہیں؟

ہم اپنے ورثے کو ضائع کر رہے ہیں؟
یہ ملیح آباد ہے جو تالاب کے کنارے بیٹھا ہے
کہ یہ پانی کیسا ہے
ماضی کے بازو میں یک خبر کی تفتیش لکھی ہے، وہ شخص
اور جو اکثر دیکھتا ہے دوسروں کے ہاتھ
خول اتار کر سر کی بشارت دیتا ہے
بھوک کے آگے اپنا ہاتھ بھی پھیلا دیتا ہے
تو کیا وہ دل بیمار ہیں؟

اور کیا سیکل کسی دن واضح
ایک جھٹکے سے گر جائے گی

اور کیا — یہ وہ کشتی نہیں ہے
غربت جس میں کیا مبتلا ہوا
اسے پر سوار کر کے رکھ دیا

اور کیا یہ وہی انسان نہیں
جو رات بھر سب کی پوجا کرتا تھا
اور دنیا کو ایک جگہ ملک کی صورت
صبح سے لٹکا جاتا ہے

یہ کتاب جو گرد میں کھو رہی ہے
اور کیڑا جو احساس کا ہے

اور کیا — یہ وہی لیڈر نہیں ہے جس نے یہ جادو کے
اپنے بچوں کے گھروں جھانکتے ہیں
یہ وہ منور شجر ہے جس کا ہر پھل ہے لذیذ
اسے ہم نے کاٹ کر پھینکے ہیں

یہ وہی تو اور شے ہے
تخلیق پر جس کی خدا نے ناز فرمایا
وہ جس کی کوئی کل سیاہی نہیں ہے

آنکھ والوں کے لیے یہ اور ایسی ہی کئی آیات ہیں
یہ سب اپنی جگہ پر موجود ہیں — خوش ہیں
یہ ہم پر ہاتھ اپنی اٹھاتے ہیں
ہماری راہ کے محتاج بھی ہیں
ہم اپنے ورثے کیا ضائع کر رہے ہیں؟

(ماخوذ از مالیگاؤں: نومبر ۸۷ تا اکتوبر ۸۸)

جسارت

رئیس امروہوی



تم نے کیوں عہدِ محبت کی جسارت کی تھی؟

اگر اِس عہد کی تکمیل نہ کر سکتی تھیں
دل کے احکام کی تعمیل نہ کر سکتی تھیں
اپنے ماحول کو تبدیل نہ کر سکتی تھیں
تم نے کیوں جرأتِ پیمانِ محبت کی تھی
تم نے کیوں عہدِ محبت کی جسارت کی تھی

میں نہ کہتا تھا کہ حالات سے مجبور ہو تم
رسم و دستور و روایات سے مجبور ہو تم
ہر قدم اقدام ہر اک بات سے مجبور ہو تم
پھر تو کیا سوچ کے کی جرأت یہ بے جا کی تھی
تم نے کیوں عہدِ محبت کی جسارت کی تھی

عہدِ الفت کا نتیجہ تمہیں معلوم نہ تھا
عشق و محبت کا نتیجہ تمہیں معلوم نہ تھا
کیا بغاوت کا نتیجہ تمہیں معلوم نہ تھا
کس بھروسے پہ مری جان بغاوت کی تھی؟
تم نے کیوں عہدِ محبت کی جسارت کی تھی؟

آج رسوا ہو کے رونے کی اجازت بھی نہیں
آج ناکام ہو کے فریاد کی رخصت بھی نہیں
اب یہ عالم کہ بیان اور شکایت بھی نہیں
تم نے پہلے بھی کسی سے یہ شکایت کی تھی!
تم نے کیوں عہدِ محبت کی جسارت کی تھی؟

اب یہ مجبوری ہو کہ میں پیار نہیں کر سکتی
جذبۂ شوق کو اظہار نہیں کر سکتی
کوئی وعدہ کوئی اقرار نہیں کر سکتی
پہلے کیوں وعدہ و اقرار کی زحمت کی تھی!
تم نے کیوں عہدِ محبت کی جسارت کی تھی!

اب نہ ہو اتنی پریشان یہ تجھ کو کیا ہے؟
یہ کہو مجھ کو پشیمان یہ تجھ کو کیا ہے؟
آج رونے سے مری جان کو تجھ کیا ہے!
اب نہ میں تم سے کہوں گا کہ حماقت کی تھی
تم نے کیوں عہدِ محبت کی جسارت کی تھی؟

(صبحِ نئی دہلی اپریل ۸۸ء)

شجاعت علی راشد

عذاب اپنے ہی پاس رکھو
ثواب اپنے ہی پاس رکھو
کوئی سنے گا تو ہنس پڑے گا

ملا نہ جب یہ غرور کیسا
گھمنڈ کیسا، فخر کیسا
جلا ہوا ہوگا جانتا ہے
ڈھلا ہوگا یہ دانا ہے
تلا ہوا ہوگا مطلب ہے
تعلق دانا ہے
کہ دیکھے ہوں یہ خواب کیسے
نجوم، مہر، آفتاب ہے
پلا ہوا ہوگا حساب ہے
ستایا ہوا ہوگا عذاب ہے
کیا ہوا ہوگا ثواب ہے
چلا ہوا آفتاب ہے
پلے ہیں کس کے یہ سوال
ابھی تو ہوتے ہیں بھلا

یہ خواب اپنے ہی پاس رکھو
کوئی سنے گا تو ہنس پڑے گا

ملی جو ہار تو کہہ نہ پاؤ
جو ہاتھ آئے تو مری پاؤ
فضا میں آگ کا دھواں گھولا
لہو کو ہر گھڑی کے پار
سوچتے رہے کہ ہار کہو
لگے ہیں رو کر تو غرور دو

یہ خواب اپنے ہی پاس رکھو

پلے جو سید تو جب ہی رہنا
عذاب اپنے تو کچھ نہ کہنا
جو سنو گے تو سب ہنسیں گے
جو رو لو گے تو ساتھ رو لیں گے
عذاب اپنے ہی پاس رکھو
ثواب اپنے ہی پاس رکھو
حساب اپنے ہی پاس رکھو

یہ خواب اپنے ہی پاس رکھو
کوئی سنے گا تو ہنس پڑے گا

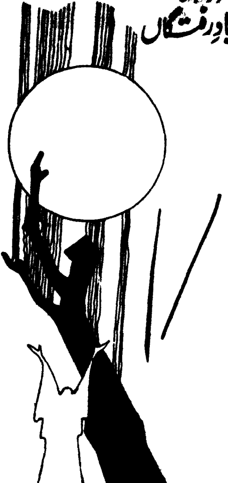
بڑے بڑے آ کے جا چکے ہیں
بڑے بڑے زخم کھا چکے ہیں
بری طرح تلملا چکے ہیں
نوے شہیں جلا چکے ہیں
ثواب ڈھیروں کما چکے ہیں
سپنے لاکھوں ہی لا چکے ہیں
وہ صبر سب آزما چکے ہیں
ہزاروں رستے دکھا چکے ہیں
کوئی رشی تھا، کوئی ولی تھا
کوئی نبی تھا، کوئی علی تھا
مگر چلا زور کب کسی کا
نہ جب کسی کا، نہ اب کسی کا
مری جو مانو تو میرے بھائی
دہائی، نہ دو دہائی

یہ خواب اپنے ہی پاس رکھو
کوئی سنے گا تو ہنس پڑے گا

ابھی تو کمسن ہو بس لگی ہے
ابھی تمہیں دنیا دیکھنی ہے
ابھی بہت منزلیں کھڑی ہیں
ابھی مری جان چڑھنی ہیں
شہاب کی طرح خواب کتنے
حباب کتنے، عذاب کتنے
ابھی تو ہیں زیرِ آب کتنے
سوال کتنے، جواب کتنے
ثواب کیسا، عذاب کیسا
کتاب کیسی، حساب کیسا
عذاب لاکھوں ہی کاٹنے ہیں
تو زخم ڈھیروں ہی چاٹنے ہیں
ابھی رکھو حوصلہ ذرا سا
ابھی ذرا وقت بیتنے دو
ذرا زمانے کو جیتنے دو

ابھی یہ خواب اپنے پاس رکھو
کوئی سنے گا تو ہنس پڑے گا

(ماہنامہ الفاظ جنوری-اپریل ۱۹۸۰)



ظفر مراد آبادی

یادِ رفتگاں

اسی صبا کے کنارے
انہیں بگولوں کے تلے
[illegible] کے تبسم کے حسیں نظارے یہاں
[illegible] برسے دل میں محبت کی [illegible]
[illegible] تھا مری آنکھوں کا [illegible]
[illegible] تھا گل [illegible] سے دامن
[illegible] احساس [illegible] ہوا بیدار یہاں

اسی صبا کے کنارے
انہیں بگولوں کے تلے
رقص کرتی ہوئی لہروں پہ کرن کے جگنو
جب تصور کے در و بام سجا دیتے تھے
وہ تشنج زدہ آنکھیں، وہ کبھی نغمہ سے
قصرِ تخیل کو فانوس بنا دیتے تھے
کیف و مستی کے پروانے کے پیچھے [illegible]
دل میں سوئے ہوئے ارمان جگا دیتے تھے
جانے کے پیچھے آنگن میں کچھ گھنگرو
تیری چھلکی ہوئی آواز کا پتا دیتے تھے
وہ ترے قرب کی گرمی سے پگھلتے لمحے
میرے احساس کو شعلوں کی ہوا دیتے تھے

اسی صبا کے کنارے
انہیں شجروں کے تلے
پھر ستم گر پہ ہوا گردشِ دوراں کے سبب
[illegible] ہوا، دل پہ قیامت ٹوٹی
ختم ہونے لگے، قافلے [illegible] جانب
کوئی بستی جلی اور کوئی کسی نے لوٹی
آگ برسانے لگے، صدیوں کے قاتل لمحے
کہیں تلوار اٹھی، گرا کہیں سے خنجر
دیکھتے دیکھتے سب شہر اجڑتے ہی گئے
یعنی اپنوں سے یہاں اپنے بچھڑتے ہی گئے

ستم آمادہ ہوئے وقت کے قاتل سائے
سبز پیڑوں کی قبا [illegible] میں ڈوبی
موجِ صبا سے ابھرنے لگے طوفاں یہاں
صبح آشفتہ ہوئی [illegible] شعلوں میں ڈوبی
چھا گیا [illegible]
یہ خبر بھی نہ [illegible] کہاں [illegible] کہاں

تیرے شہر [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
اسی صبا کے کنارے
انہیں [illegible] کے تلے

عباس تابش

شجر سے اُترتی ہوئی ایک نظم

[illegible]

(فنون لاہور، اکتوبر/نومبر ۹۸)

عبدالعزیز فطرت

[illegible]

[illegible]

آواز

[illegible]

علی جواد زیدی

سفر ختم نہیں

ماہی کہسار پہ بل کھاتی ہوئی چڑھتی ہوئی
اژدہا دل کی طرح تیرتی اٹھلاتی ہوئی
کھلتے جوڑے کی طرح تانے سے لہراتی ہوئی
دلدلوں سے پرے، برف کی وادی کے قریب
جیسے بکھراتی ہوئی شیو کی جٹاؤں میں گنگا،
اک نئے موڑ پہ آپہنچی ہیں راہیں، ساری
سہمی سہمی سی، رکی، سہمی ہوئی بیچاری
سنگ میلوں کی قطاروں سے گزر آئی ہیں
مرغزاروں کے کناروں سے گزر آئی ہیں
گاتے بکھرتے پہ چھلکتی ہوئی گاگر چھوڑی
ٹیلوں اور سیپیوں کے پیچھے تھے
کئی کہسار، کئی تار، پیچھے چھوٹے
قافلہ گل کی بہاروں سے گزر آئی ہیں
مدرسوں میں نگہ خوش رو معصوموں کی
شوخیوں پر نگہ گرم وہ استادوں کی
وہ شرارت میں شرافت، وہ کنکھیوں میں حیا
کھلتی ہوئی سے جبیں طبیعت کا اُبال
صحن مکتب سے سہانا جو نکل آتا تھا
وقت بھی تھم جاتا تھا،
راہیں ان منظروں سے دور نکل آئی ہیں
کتنے جوڑے تھے جو پیچھے ہیں وہ سب چھوٹ گئے
چھوٹ کر رہ گئے:

دور کچھ رخشندہ جو ڑکے تابندہ چہرے
تازہ معیاروں کے پلے ہوئے افکار کے ساتھ
تجربہ گاہ سیاست میں جھلک اٹھتے ہیں،
کاروان عہد گزشتہ کی جھلک یادوں کے
قمری طرح حسیں مشرق کے نئے جوان
گل بدن سفینہ ہاں [illegible] کے ساتھ
راستہ روک کے خلا میں بڑھ آتے ہیں
راہیں کب رکتی ہیں، فرصت ہی چلی جاتی ہیں،
راہوں میں کتنے ہی اہرتے ہوئے سارب سے
راستہ کاٹ کے بھٹکے سے گزر جاتے ہیں
یہی اٹھلاتے ہوئے کچھ دار یکایک جاتے ہیں،
سیکڑوں تتلیاں پھولوں کو تبسم دے کر
لے رنگینی وہ چوں کا سائے پر چم
خوشبو بکھراتی ہوئی اڑتی چلی جاتی ہیں ''
بلبلاتے ہوئے کچھ لوگوں سے جوش کی خوشبو
اٹھ کے میدان کارزار کے ساحلوں کی طرف
چلتی ہے، جیسے نئے شعر کی تحریک چلے
اور ان آزادہ رو خوشبوؤں کے سلسلے میں
سب ہی [illegible] راستہ [illegible]

(افکار کراچی مئی ۸۸)

علی سردار جعفری

دولتِ دُنیا کا حساب

[illegible]

[illegible]

[illegible]

سن ۸۸

غلام حسین ساجد

شکستِ خواب سے پہلے

شکستِ خواب سے پہلے
مرے اطراف کی ہر شے
کچھ ایسی بیقراری سے مری جانب لپکتی ہے
کہ جیسے سایۂ دیوار پر دیوار گرتی ہے
مناظر میری آنکھوں کے بہت نزدیک آ کر جھلملاتے ہیں
مرا دل میرے سینے میں کہیں اندر ہی اندر ڈوب جاتا ہے
میں خود پر آسماں جھکتا ہوا محسوس کرتا ہوں۔

شکستِ خواب کے ڈر سے مرا دل کانپ اٹھتا ہے
کہ باہر کی فضا سے خواب میں رہنا ہی اچھا ہے
اگرچہ خواب بھی موجود ہی کا عکس ہوتے ہیں
مگر خوابوں کی لذت سے گرانباری نہیں ہوتی
کہ جیسے آئینے سے وحشتِ دل جھانک لیتی ہے
مگر بوجھل نہیں کرتی۔

شکستِ خواب سے پہلے
میں اپنے آپ کو اک دائرے میں بھاگتا محسوس کرتا ہوں
بہت جی چاہتا ہے اس طلسمی قید سے چھوٹوں
مگر آنکھیں فشارِ خواب سے اس طرح سلتی ہیں
کہ اپنے آپ کو تکنا بھی ممکن ہو نہیں پاتا
بدن حرکت نہیں کرتا۔

(ادبِ لطیف لاہور جولائی ۸۸)

مری رُوح کا پرندہ



مری روح کا پرندہ
کبھی آسماں میں اڑ لے
کبھی شاخ پر کبھی ٹھہرے
کبھی چھت پہ جا کے اترے
کبھی کنول میں بھی بیٹھے
کبھی جھیل میں نہا لے
کہیں اپنے پر سکھا لے
کبھی نے میں گنگنا لے
کہیں گھونسلا بنا لے
مرے اپنے ہاتھ میں ہے
میں اسے جہاں بھی بھیجوں
میں اسے جہاں بٹھاؤں
میں اسے کہیں بلاؤں
اسے جو بھی حکم دے دوں
میری پیروی کرے گا
مری روح کا پرندہ

مری روح کا پرندہ
جو شبیہہ میں چھپا ہے
جو کتابچوں میں نیا ہے
کہ ہزار پنچھیوں میں
جہاں سب کی شکلیں اک سی
جہاں سب کی آنکھیں اک سی

کبھی گہرے پانیوں سے
کبھی اونچی گھاٹیوں سے
کبھی سونے جنگلوں سے
کبھی رنج کے غمی کے
کبھی ہنستی زندگی کے
نئے گیت لے کے آتا
نئی بات ڈھونڈ لاتا
نئی طرز، اور ادا ہے
مری رُوح کا پرندہ
مری اپنی ہی نوا ہے

مرے گیت سننے والے
مجھے دل سے یہ دعا دیں
مری روح کا پرندہ
مرے عہدِ زندگی میں
مرے سامنے تڑپ کر
کہیں اپنا دم نہ توڑے

میں ہزار دکھ اٹھاؤں
پہ یہ سانحہ نہ دیکھوں



ف۔س۔ اعجاز

ماہنامہ انشاء کلکتہ مئی ۱۹۸۸ء

محسن احسان

اے خدا

اے خدا میرے کئی دشمن ہیں
اے خدا میرے باہر بھی ہیں اندر بھی ہیں
اے خدا مجھ کو بھی کر دے ہشیار، قلعۂ جسم کے
ہر دریچے پہ جو گھر کی طرف دیکھتے ہیں
ان کی آنکھوں میں وہ اسرار چھپے ہیں کہ جو
میرے ماحول کی شاداب فضاؤں کو بھسم کر دیں گے
ان کے ہونٹوں پہ وہ زہراب چھلکتا ہے کہ جو
میرے دریاؤں کو گلزاروں کو بنجر کر دے گا
ان کے ہاتھوں میں عداوت کا وہ تیشہ ہے
جو مرے مستقبلِ خیر کو ختم کر دے گا
ان کے قدموں کی دھمک
سرحدِ شہر پہ ہر لحظہ نمایاں ہے ابھی
کتنے انسانوں کا خوں جن کی دکانوں پہ بکے
اے خدا میرے کئی دشمن ہیں
اے خدا میرے باہر بھی ہیں اندر بھی ہیں
اے خدا میرے اندر کے بھی دشمن
جن کو میں جانتا ہوں
ان کو ہر حال کو پہچانتا ہوں
اپنا قاتل انہیں گردانتا ہوں

میرا دشمن وہ تعصب ہے جو ذہنوں میں جالے بنتا ہے
اور باتوں سے عیاں ہوتا ہے
میرا دشمن ہے وہ رشوت
جو مکانوں کی بلندی کا بھرم رکھتی ہے
ان کی آن افلاس بڑھاتی ہے
اور غریبوں پہ کئی آفتیں لاتی ہے

میرا دشمن ہے وہ قانون
جو سدا دولت کے ہاتھوں میں کھلونے کی طرح ہوتا ہے
اور جو طاقت پہ ہر اک روپ بدل جاتا ہے
میرا دشمن ہے وہ رشتہ
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ساری دشمن

اے خدا میرے کئی دشمن ہیں
اے خدا میرے باہر بھی ہیں اندر بھی ہیں
اے خدا مجھ کو توفیق و تاب دے اور حوصلہ دے
کہ میں ان دشمنوں کے سامنے اک کوہِ گراں بن جاؤں
آگ برسائے جو [illegible] پہ وہ زنداں بن جاؤں
اے خدا تجھ سے یہ وعدہ ہے مرا
میں کسی چال صدی کی نہیں چلنے دوں گا
میں تعصب کو دلوں میں نہیں پلنے دوں گا
[illegible] شام نہ ڈھلنے دوں گا
اپنی آزادی کا خورشید نہ ڈھلنے دوں گا

o

(افکار کراچی دسمبر ۸۸)

نئی انجیل

بابا! میں تمھیں اپنی نظمیں سُنانا نہیں چاہتا
کیونکہ!
میری نظمیں بھی تو،
نئے الفاظ کے لبادوں میں پُرانی آیات کے سوا
کچھ بھی نہیں۔
بابا! نئی آیات کی ترجمانی تمھیں پسند نہیں
قدیم صحیفوں کی گرد تم جھاڑتے رہتے ہو اور
اس وقت تک ان کی تلاوت بھی خود نہیں کرتے

ہم
جب تک کہ اپنے پڑوسی سے پوچھ نہ لیجے۔

قدامت پسندی نے تمھیں اَندھا کر دیا ہے۔
بابا! ——
تمھارا دل —— قدیم تہذیب کا ایسا کھنڈر ہے جہاں
اُلّوؤں اور چمگادڑوں کا بسیرا ہے۔
تمھیں اس نئی انجیل سے کیا غرض
جس کا مصنف تمھارا اپنا ہی بیٹا ہو!

نصر ملک

(ادبِ لطیف لاہور اپریل ۸۸)

وزیر آغا

کہاں گئی ہو؟

کہاں گئی ہو
فلک کے اُس پار جا بسی ہو
زمیں کی گہری گپھا کے اندر اُتر گئی ہو
کہاں گئی ہو؟

تمھارے ہونے سے دل جواں
رہگذر رواں تھی
گلاب چہروں سے ساری بستی مہک اٹھی تھی
خوشی، مکانوں کے ساغروں سے چھلک پڑی تھی
تمھارے جانے کے بعد
اب کچھ رہا نہیں ہے
اُداس شاخوں میں
اک بھی بھیگی صدا نہیں ہے
تمھارے خوشبو
زمیں سے برگِ خنا کھڑی ہے

کہاں گئی ہو؟
ربیل، میلی، بکرا: —— کمی ہیں گندمی رُتو
تم کہاں گئی ہو؟

(ادبِ لطیف لاہور جولائی ۸۸)

خواجہ دل محمد

دلِ کے دوہے

[illegible]

رب کی سب کے ساتھ ہے سب کی جب کے ساتھ
جس کی سب کے ساتھ ہے اس کی سب کے ساتھ

سرپٹ دوڑی، پیا ملو، سو جال چھپائے
انکھیں بند کیے گیت کی، مالک تک ہو آئے

میں مالک کی ٹھوکروں میں مالک کا ہاتھ
میں مالک کے ساتھ ہوں مالک میرے ساتھ

سوتی سر کے بل چلے، رساگروں سے کیا زور
حسن بیچے دیکھتی، ہاتھ پیا کے ڈور

شوخ انگ شریر میں، گوری گوری چاند نے
بکری ہاتھی گھونٹ سے زمیں میں گرتی جائے

من مندر کی سیڑھیاں، کعبہ، دیر، کنشت
دھوپ ہوا چار روح کی دوزخ اور بہشت

گزری گزری ہار نے سب دنیا کی کہ
ذرہ بھی گر جائے تو کہلائے سنسار

سورج نکلا، دل چڑھا، ہوئے ستارے ماند
بن میں پھولوں اور اس میں جیسے دل میں چاند

دو پہلے سات بھروں سنہری پاتھ
بیاں بیٹھے باہیں، ہم تم مل کر ساتھ

دھرے آنکھیں سینکتے جاتیں پیار کے ساتھ
سوکھا پیڑ راہ میں، پڑا پسارے ہاتھ

مستی کی رت آگئی، ناچیں پھول اور پات
شاخیں جھکے بہار میں، کر کر لمبے ہاتھ

چڑیا! تیرے چہچہے میرا جیا لبھائیں
مطلب کچھ کچھ پالیا، بول نہ سمجھے جائیں

جگمگ جگمگ کر رہی، تاروں بھری یہ رات
کس دولہا کی آس میں جاگے ساری رات

دن سارے سنسار کو اجیارا دکھلائے
رات بچاری کیا کرے، گھر گھر دیپ جلائے

رائی اوٹ پہاڑ ہے، قطرے میں طوفان
دیکھو شکتی ایشور کی، تل میں چھپا جہان

ناز دکھائے نازنیں، عاشق ناز اٹھائے
خوشبو پہلے باغ میں، پھر جو دیا دکھلائے

ننھی ننھی اوس کی بوندیں سوکھ کر ذرہ
سورج دوارے چڑھ گئی کیا میری پوت

گھونگھٹ کھولے کامنی، پھولوں کو غش آئے
شبنم چھینٹے مار کے، تتلی پکڑ جائے

گوری تیرا روپ یہ، فطرت کی چمکار
جیسے بسے چاندنی، جیسے تارے پیار

تل ننھا سا بیج ہے، تل کے اندر تیل
تیل کے اندر نور ہے، دل کو تل سے میل

قابو کرے بجلیاں، آگ، ہوا اور بھاپ
میں جانوں جب تو کرے قابو اپنا آپ

اک مشعل انسان کو سیدھی راہ دکھائے
اک مشعل، انسان کے گھر میں آگ لگائے

لٹ چھٹے گنگا نہ دھارا، تو پربت جینا منڈ
اس دنیا دکھیارے کے دکھ کا دارو ڈھونڈ

علم ہے نور کم ہو، اس کا یہی سبھاؤ
جوت جگے جب دیپ کی، سو سو دیپ جلاؤ

---

۱ آدمی جی ۲ کیس

دو ہریالی ہو کا، منہ سے بول نہ بول
نیچے تو نہ تھوکی کر، دھرتی امبر آل

چاندنی سونا بکھرا، کل بھی کب چپ رہے؟
اس سونے کی آگ سے کیوں نہ کروں جلائے

سیاجی کا کام ہے، راس نہ آئیں پاس
سونی نگری، سب ہے سب کا ہے پیاس

جل میں رہ کر بیگ ست کنول روپ سے جگی
بات جو چاہے آپکی، پانی مانگ نہ پی!

پھول کی رت تھے، ہوتی گل ہو
ن کلی کر پھولے سے تو نہ بے گل ہو

کی پھولوں کی ڈالی، جب سے پانچ مراس
کرم کرم بھری، سب پھولوں کا ناس

آدمی، اونچے پیڑ اجاڑے کھینچ گئی لے
سبزہ وگر وا ہے، جھک جھک کہنا جانے

جیون جیتا، آگئی پچھتاوے کی شام
بات تمہاری اٹک چکی، اب تا کس کام

بجلی چمکی تیری، منڈے پاس اور دور
مور پپیہوں کا کیک ہے، بوجھ لیا مزدور

پیٹ بھرے کب روٹی کھا گئی، اس کی جان
دال چاول اینڈی کی ڈالے لئے، کھلے اور زبان

ہم سب شطرنج کے مہرے، بچھی زمیں
ممتا کا گھر بچھی رات، دو جیسا گھر جیسیں

نیکی اس کی ریت ہے، جس کے نیک اصول
کانٹے پکی دھوپ میں، چھتری کرے پھول

چنا لیے اس طرح ہالوں کے ساتھ
جیسے لپٹے چنچل دلداروں کے ساتھ

راج محل کے آنگنا پر کھا امرت دھار
بیچے جس کی بھوک نچڑی، ایسا نہیں گوار

بھوکا پیٹ کسان کا، جو محنت سے چور
دانے اس کے کھیت میں، روٹی اس سے دور

چیتے، گورے رنگ پر کیوں متوالا ہو
کالی کالی گھٹا کے، دودھ نہ کالا ہو

بے خود مختاری، آزادی کس کام
جس کا تن آزاد ہو، جس کی روح غلام

پنچھی اڑنے ڈال سے، ڈال بڑھائے ہاتھ
کس نے اڑانے، مرغ صبح بات سنے گا ساتھ

ہائے میری آتما، فانی جیسا نام
ذات مری انسان ہے، بات مری الہام

(فنون لاہور اکتوبر، نومبر ۸۱ء).

ندا فاضلی

دوہے

(گوری سوئی سیج پر مکھ پر ڈالے کیس)

تو کاغذ میں لکھا ، تجھ میں میں سنسار
اپنی ہی تصویر کو پوجے رچنا کار

برکھا سب کو دان دے جتنی جس کی پیاس
موتی سی یہ سیپ میں ماٹی میں یہ گھاس

تو دریا کا راستہ میں رستے کی پیاس
میں ہوں تیری کھوج میں تو ہے میرے پاس

سانسے[۱] سادھک سات سُر، سات سروں کے راگ
اتنا ہی سنگیت ہے جتنی تجھ میں آگ

پنچھی بادل پھول نت ، الگ الگ آکار
ماٹی کا گھر ایک ہی ، سارے رشتے دار

سیتا راون رام کا ، کریں وبھاجن[۲] لوگ
ایک ہی تن میں دیکھئے تینوں کا سنجوگ

دریا سے بادل بنے ، بادل سے برسات
تو چاہے تو دھوپ لے میں چاہوں تیرا ساتھ

نیندیں تھا راستہ ، ہر رستے[۳] میں تھا گھاٹ
جہاں جہاں پہنچی یاترا ، گھس گئے دونوں پاؤں

بچہ نکلے گود میں ، کر ٹھہری شور
بادل گرجے بعد میں ، پہلے ناچے مور

چڑیوں کو چہکار دے ، گیتوں کو میٹھے بول
سورج بن آکاش ہے ، گوری گھونگھٹ کھول

ہر چہرہ بے شکل سا ، سارے درپن راکھ
جب بھی دیکھا دھیان سے اندھی ہو گئی آنکھ

ساتوں دن بھگوان کے ، کیا منگل کیا پیر
جس دن سوئے دیر تک بھوکا رہے فقیر

جتنا بھیگے بادری ، اتنی سلگے پیاس
ساون ہے ساٹھ دن ، نینا بارہ ماس

ندیا سینچے کھیت کو ، توتا کترے آم
سورج ٹھیکے دار سا ، سب کو بانٹے کام

سورج سے دھرتی تپے ، چھایا ڈھونڈے سنگ
تن کے اندر من جلے ، دھواں دکھے نہ انگ

آنکھیں جھکیں آگ کی ، چھوڑ بکھاری بھیڑ
پنچھی چھایا ڈھونڈ کر سر گھسا دے پیڑ

سب کی پوجا ایک سی، الگ الگ ہر ریت
مسجد جائے مولوی، کوئل گائے گیت

یگ یگ سے ہر باغ کا، یہ ہی ایک اصول
جس کو ہنسنا آگیا، وہ ہی مٹی پھول

سپنا جھرنا نیند کا، جاگی آنکھیں پیاس
پانا، کھونا، کھوجنا، جیون کا اتہاس

بن ساجن سب ایک سا، دھوپ ہے یا چھاؤں
جب تک تھا وہ گاؤں میں، تب تک ہی تھا گاؤں

میں رویا پردیس میں، بھیگا ماں کا پیار
دکھ نے دکھ سے بات کی، بن چٹھی بن تار

جیسی چڑیاں دھوپ کی، دور گگن سے آئیں
ہر آنگن مہمان سی، پکڑو تو اُڑ جائیں

آنگن آنگن بیٹیاں، چھاتی بانٹی جائیں
جیسے بالیں گیہوں کی، پکے تو کاٹی جائیں

ناڈر کاٹے بانس کو، بنسی کرے بھید
اتنے ہی سُر جانیے، جتنے اس میں چھید

بگیا جاگے رات دن، آئیں جائیں پھول
پرسوں، ترسوں، کل تلک، میری تیری بھول

دکھ کی نگری کون سی، آنسو کی کیا ذات
سارے تارے دور کے، سب کے چھوٹے ہاتھ

اُجلی سنگت چھوڑ کر، بستی بدلے روپ
جیسے مل کر آئی ہے، میلی ہو گئی دھوپ

میں کیا جانوں تو بتا، تو ہے میرا کون
میرے من کی بات کو، بولے تیرا مون

ڈالی پر تصویر تھی، تتلی میں تھا پھول
سورج نکلا ڈھونڈنے، ہاتھ آئی بس دھول

تتلی بیٹھی پھول پر، شاعر کرے وچار
دو ملکوں کے بیچ میں، سرحد کی دیوار

بجلی میں دریا بہے، دریا میں تالاب
بنیا گن گن آنکڑے، سوچے اپنی لابھ

تو تھا اپنے بُت میں، میں تھا گنگا دھام
میری تیری بھول کا، راجہ پڑ گیا نام

ساگر سے ندیا ملے، ہر یاترا گر ہوئے
کس میں کتنا کون ہے، جانے نا ہی کوئے

راجہ بیٹا جوڑ کے، گھوما چاروں دھام
دو گز کے اک ڈھیر سے، آگے بڑھا نہ نام

نگری نگری گھوم کر، لکھیے دوہے گیت
اپنے من میں کھوجیے، اپنے من کا میت

۱۔ خاموشی ۲۔ نقصان فائدہ

(شاعر بمبئی ۸۹ء)

جمیل الدین عالی

ساجن ہم سے ملے بھی لیکن ایسے ملے کہ ہائے
جیسے سوکھے کھیت سے بادل بن برسے اڑ جائے

میں نے کہا کبھی سپنوں میں بھی شکل نہ مجھ کو دکھلائی
اس نے کہا بھلا مجھ بن تجھ کو نیند ہی کیسے آئی

سچائی اور اچھائی اور سُندرتا ہیں ایک
جو سچا ہے وہ سُندر ہے جو سُندر ہے نیک

عالی جی ایک دوست ہیں اپنے جن کا ہے یہ کام
جیون بھر بڑ دکشنا رہیں اور جیون بھر بدنام

عمر گنوا کر پریت میں ہم کو اتنی ہوئی پہچان
چڑھی ندی اور اتر گئی پر گھر ہو گئے ویران

سُتھر ستھر کانپے کاغذ اور سیاہی اُڑتی جائے
سچ کا بوجھ ترازو جھوٹی کتنی دیر اٹھائے

تہہ میں بھی ہے حال وہی جو تہہ کے اوپر حال
مچھلی بچ کر جائے کہاں جب جل ہی سارا جال

اردو والے ہندی والے دونوں ہنسی اڑائیں
ہم دل والے [illegible] کو سمجھائیں

(تہذیب دہلی جنوری ۸۸)



آتش شفاقی

کاشی کی بنسیا باندی، کاسے کرے حمد
حسن کسے کی جوت کو، سینے کی اگن مند

نیروں سے بہنے لگی، دیکھو کم کم ہسر
ہم کی یہ ٹکریاں، ان میں کہاں شناس

نرگس کب گرن تھا، ذرا دیکھے جاؤ
تم بیچ ۔ لائے گا، دوسرے کے بھاؤ

جب کبھی برسے تول کے ساتھ تا نابط
کری بیل کر خیرے، پانی بہے کس گٹ

یوم ہم ہیں کون ہے، جیا اک شخص
نرگھے ہے آئینہ، دیکھے کے اپنا عکس

برسیں کسی پہ بدلیاں، گھے کسی گھر آگ
دہنے اپنے بیکھ ہیں، اپنے اپنے بھاگ

تم تاکے چلو، ہم نے شاستقبل
سن جیں کر پہ گیا، ہاتھ سے گیا جیسل

(روداد نئی دہلی ۸۸)

کنڈلیاں

بھگوان داس اعجاز

(۱)

منزل کتنی دور ہے، کہاں پتے کی بات
کانٹے ہے سوال پر، کوچوں کے ہات
کوچوں کے ہاتھ پڑی ہے جیون ڈوری
جگنوں کی رفتار کر جیسے مرتی لوری
دستے ہے، یہاں سارتھی ہے نادان
نسرچے نے سہٹ دوڑے آگے منزل

(۲)

شور تو ہو یہاں کو یہ ٹھک نے پیاس
یہ شندہ ہوا، کیا رہی کھیل ایسا ناس
کھیل ایسا ناس، جاپ کرو لی ذاتیں
ہو گئے احساس قتل وہ ایسے باتیں
ٹھیک گر سازش ہے تو سازش سے توجہ
دھوں پہ انسان یہ کیسی تیری سوجھ

(۳)

اندھیارے میں کر گئی آندھی اپنا کام
شیش محل میں زلزلہ پتھر پر الزام
پتھر پر الزام سہارا کوئی اندھ
لوگ سبھی بدنام او تھامے کس کا کندھا
ویسی یہ کیسا پار یہاں پہنچے اجیالے
اجیاروں کے بھیس میں پھرتے ہیں اندھیارے

(۴)

نوکا حسبِ حال ہے، ماروں سبھی سوار
بیسا ہے ناخدا کاندھے کی پتوار
کاندھے کی پتوار ہوائیں سبھی طوفانی
لے ڈوبے گا ناؤ ندی کا گہرا پانی
لے جائے کس سمت رہا ہے وائیو جھونکا
سوچ رہا ہے گھوم گھوم خطرے میں نوکا

(۵)

پیچیدہ ہیں راستے، گلیاں ہیں گنجان
گھر اپنا ہی ڈھونڈنا یہاں نہیں آسان
یہاں نہیں آسان، کسی کو اپنا کہنا
اور بھی مشکل اندھی گلیوں کا دکھ سہنا
دستک بھی دشوار کر دروازے بوسیدہ
مسئے ہیں ہر موڑ پہ یہ رستے پیچیدہ

ماہنامہ ایوان اردو دہلی
جولائی ۱۹۸۸ء

شبیر حیدر
ہائیکو

شہر کی پُر ہجوم سڑکوں پر
سیسہ انڈیل کر گئے ایسے
جیسے سینے کی سیڑھیوں میں بچے

o

شام گلیوں میں رقص کرتی ہے
رات گھر سے ابھی نہیں نکلی
روشنی گیت گا رہی ہے ابھی

o

تم سے مِل کر کیا ہوگا
سرد موسم کے سرد سائے میں
شام اکثر اُداس ہوتی ہے

o

بارشوں کا ابھی کہاں موسم
سینے جذبوں کی رت پہ شاید
اَبر یادوں کی آنکھ چھلکی ہے

o

نیلی ہواؤں کے دوش پر بہتی
غم سمندر عبور کر جاؤں
ساتھ اپنا اگر میسر ہو

جمیل ملک
ہائیکو

آدھ ہیں سب گھروں کے آئینے
باغ سارے ہی اُن دنوں جیسے
آئینہ گھر ہے قبرستاں کا

o

خامشی میں اگر بساطِ خواب
رات کر دھنک سے تو کھل جائے
سارا عالم ہی خواب لگتا ہے

o

تیرے اظہارِ دوستی کر کے
قیمتِ جان و دل ادا کر دی
اب میں بیمار ہوں کہ مر جاؤں۔

o

جب تیرے خیال خواب بنے
میں نے خوابوں سے دوستی کر لی
مشکل ہے وصال کا موسم

o

زندگی غم کا اک سمندر ہے
تہہ میں جا ئیں مسرتوں کے لیے
ڈھونڈ کر دو نہیں سیپ کے موتی

حسن جاوید
ہائیکو

(ترجمہ)

پست چھوڑ کر شرماؤں
اس سفر آگر پہ پچھتا ہے
کیا میں دیا جلاؤں
(۱۹۰)

o

روز سویرے میں
جب برساتی جھاڑتا ہوں
گفتگو کرتے ہیں
(دلستر)

o

رُت سے پھولوں کی
خواہش پر قلم لی نیا
تیری آنکھوں کی
(انو)

o

پت جھڑ کے جگنو
جب اُن سے اُٹھاتے ہیں
کوئی دور کنکر۔
(۱۰سو)

o

ساکت بیٹھی ہے
دیواروں کے سائے
مکڑی بیٹھ کے۔
(اسل)

(روزنامہ باقی لاہور جون ۱۹۸۸ء)

ہائیکو
وقار قادری

(۱)
[illegible]

(۲)
[illegible]

(۳)
[illegible]

(۴)
[illegible]

(۵)
[illegible]

[illegible]

ڈاکٹر الیاس عشقی بنام قتیل شفائی

مکرم و محترم قتیل شفائی صاحب — السلام علیکم

ایک اہم صنف میں ماہیا کے مصرعے کے اضافے کے ساتھ آپ نے جو تجربہ کیا ہے وہ بے انتہا مناسب ہے۔ اسے جاری رکھیے۔

یہ عرض کرنے کا میرا مقصد یہ ہے کہ آپ کی اطلاع کے لیے عرض کروں کہ اس صنف کے نام [illegible] مختلف لوگ [illegible]۔ ایران میں رباعی پر ایسے ہی تجربے ہوئے اور وہ اس طرح تھے۔

۱۔ رباعی سے ایک مصرع کم کر کے ثلاثی کا نام دے دیا گیا۔ ہمارے ہاں جو ثلاثی لکھتے ہیں وہ اس لیے کوئی نیا کمال نہیں کر رہے کہ اس تجربے کو پہلے ہی ثلاثی کا نام دیا جا چکا ہے جو ہم تین مصرعوں کی وہ نظم [illegible] ہو۔

۲۔ رباعی پر ایک مصرعے کا اضافہ کر کے اسے خماسی یا پنج گانہ کا نام دیا گیا۔

۳۔ رباعی پر دو مصرعوں کے اضافے سے [illegible] ششگانہ کہا گیا۔

۴۔ رباعی پر تین مصرعوں کا اضافہ کیا گیا تو ہفت گانہ کہا گیا۔

۵۔ رباعی پر چار مصرعوں کا اضافہ کیا گیا تو ہشت گانہ کہا گیا۔

کچھ خیال آیا کہ آپ کی نظر سے فارسی کی جدید شاعری کی تاریخ اور فارسی کے ان تجربات کی تاریخ [illegible] اس لیے آپ کو یہ چند باتیں لکھ رہا ہوں۔ شاید آپ اس صنف کو خماسی کا نام دینا پسند فرمائیں جو زیادہ مناسب ہوگا اس لیے کہ کافی اور خماسی رباعی ہی کے وزن پر ہیں۔

نیازمند : ڈاکٹر الیاس عشقی۔

یہ درست ہے کہ [illegible] کے ان تجربات کی تاریخ میری نظر سے نہیں گزری۔ اس لیے [illegible] آپ [illegible] ہوں گے۔ آپ [illegible] اس صنف [illegible] کو [illegible] نام [illegible] اردو شاعری کی اس صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔

مخلص قتیل شفائی

[illegible]

ساون کی [illegible]
ماحول کو [illegible]
[illegible]
آواز دی [illegible]
[illegible]

[illegible]

(... ۸۸)

خماسی

(رباعی میں ایک مصرعے کے اضافے کے ساتھ)

حالات کو سازگار کرتے کرتے
ماحول کو خوشگوار کرتے کرتے
سامانِ وصالِ یار کرتے کرتے
پتھرا سی گئی ہیں مری آنکھیں اکرؔ!
اک شخص کا انتظار کرتے کرتے

○

سوچا تھا وہ خوش جمال آ جائے گا
اس کو مرا جب خیال آ جائے گا
پیغامِ شبِ وصال آ جائے گا
مدہوش تھا میں یہ خبر تھی کہ اُسے
شاہوں کی طرح جلال آ جائے گا

○

فطرت کا حسیں طلسم تم بھی دیکھو
[illegible] اُس کا جسم تم بھی دیکھو
خوشبو کا مجسّم اسم تم بھی دیکھو
جو پھول جوانی کی حرارت سے کھلیں
اُن پھولوں کی خاص قسم تم بھی دیکھو

○

باہوں کے سبھی سنگار گجروں جیسے
یہ رقص کے انداز بگولوں جیسے
ریشم سا بدن گال ہیں پھولوں جیسے
اُس بابِ غزل کے ہم [illegible]
ہم ذوقِ شعر کے اصولوں جیسے

○

اُس بُت سے [illegible] کا جھگڑا ہے
سب رنگ کہیں [illegible] کا جھگڑا ہے
اِس بات پہ جب [illegible] کا جھگڑا ہے
دل [illegible] سے کیسے ملوں
[illegible] جب [illegible] کا جھگڑا ہے

○

(نقوش لاہور دسمبر ۸۸)

[redacted]

ماہیے

[redacted]

چاندی کی ہیں پازیبیں
اس جسم پہ سجتی ہیں
تجھ کو نہیں کیا جچتیں؟

ریشم کی چادر سی
سونے کی ہو ریتا
کس دریا میں جا گری؟

ملک اپنا جاتی ہے
جب دیں گے اشرف
سالن ہی پالی ہے

کھلا اور ابھرا ہے
بستی میں بہت روپ
اس شخص کا چرچا ہے

چلتی گی پروائی
گرمی کے موسم کی
اک چوٹ ابھر آئی

چلتے پھرتے رستے میں
اس کے گناروں کر
رکھ بیٹھے ہیں

رب تیرا ہو رکھوالا
اس آتشِ فرقت نے
ہم کو تو جلا ڈالا

گلشن ہے کلائی میں
گھر والوں سے چھپ چھپ کر
رو لی ہے جدائی میں!

[redacted]

(اوراق لاہور ۔۔۔ ۱۹۸۸ء)

احمد ندیم قاسمی

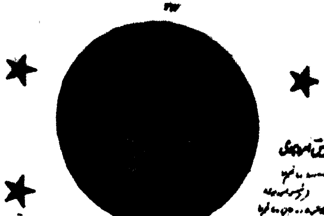
آمد آمد

دستِ خورشید سے دروازۂ شب بجتا ہے
ظلمتیں اپنی قباؤں کو اڑاتی — بھاگیں
یوں کہ تلوار بکف اُن کے تعاقب میں ہے
اور ستارے ہیں، کہ چھپنے بھی نہیں پاتے ہیں
صبح کے ڈر سے کہیں ڈوب کے رہ جاتے ہیں

ظلمتِ شب کے ستائے ہوئے آدم زادو!
سن سکو تم تو ذرا گیت شعاعوں کا سنو
راہ میں یوں تو اندھیروں کے پہاڑ آتے ہیں
جب گزر جاتا ہے، وہ ہر دل میں آ جاتے ہیں

احمد ندیم قاسمی

(الفکر کراچی دسمبر ۸۸)



اے درد! ذرا تھم جا

[illegible]

فلک پرستش ہے وہ تجلی ذرا تھم جا
[illegible]
[illegible]
[illegible] ذرا تھم جا [illegible] ذرا تھم جا
اے درد ذرا تھم جا

اے درد! ذرا تھم جا، ہم دیکھ لیں جی بھر کے
کچھ تو بیاں کر لیں اپنے دل مضطر کے
اُف میری گراں جانی [illegible]
[illegible] دل میں [illegible] تھم جا
اے درد ذرا تھم جا

اُن سے یہ کہنا ہے پھر آ کے [illegible]
آنسو [illegible] آنکھوں میں [illegible]
[illegible] عشق کی [illegible]
[illegible] فرصت [illegible] اے راہ فنا! تھم جا
اے درد ذرا تھم جا

اے راہ فنا! تھم جا منزل کہیں بستی میں
کچھ دیر آرام لے لوں اس عیش کی بستی میں
[illegible] فرصت [illegible] ہستی میں
وہ سامنے منزل ہے اے لغزش پا! تھم جا
اے درد! ذرا تھم جا

کچھ لطف نہیں باقی سیرِ گل و گلشن میں
[illegible]
[illegible]
ہمراہ مجھے لے چل اے بادِ صبا تھم جا
اے درد! ذرا تھم جا

[illegible]
حسرت کی [illegible]
شاید نہیں [illegible]
اے جانِ حزیں! [illegible] تھم جا
اے درد! ذرا تھم جا

[illegible]

غزل

تیرے محفل میں کسے بسر ہو اک کہ تو گہرائی بہت ہے
یہ مگر ہے کہ تنہائی میں خوش ہوں کہ تنہائی بہت ہے

اپنی اپنی ذات میں گم ہیں اہل دل بھی اہل نظر بھی
محفل میں دل کیوں کر بہلے محفل میں تنہائی بہت ہے

غرق دریا ہونا یا رد ، غالب پہ کیوں جانا تھا
ایسی ترک لذت میں ہو جو تو رسوائی بہت ہے

دشمن سے ٹکرانا غیرت ہے غیر سے ڈرنا بھی بزدلی
کل تک ماتم تھا گھر کا ... بہت ہے

...

اپنی معرکے میں ہے کہ شکوہ ... کیسے ہیں
... کیا طلب ... بہت ہے

...

دل کی تو ... لیکن ...
... بہت ہے

سلطان عباس

(... ہسپتال میں لکھی گئی)

زندگی پاؤں تو میں خود کو سکندر لکھوں
ورنہ ... کو مقدر لکھوں

کم سے کم اتنی ہے جرأت تو مجھے ملے
جو بھی لکھوں وہ بہت سوچ سمجھ کر لکھوں

زندگانی کے اب آثار نہیں ملتے ہیں
جی میں آتا ہے شب و روز کو بہتر لکھوں

کیسے طوفان کے مقابل ہے یہ سانسوں کا دیا
کیوں نہ اس ننھے سے قطرے کو سمندر لکھوں

اک فرشتہ نظر آتا ہے خضر کی صورت
لے کے جاتا ہے کہاں مجھ کو یہ کیونکر لکھوں

یہی سایہ مجھے کل رات نظر آیا تھا
اسے ہمزاد پکاروں کہ میں ہمسر لکھوں

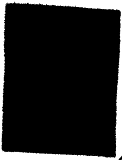
کبھی دن چھوٹا لگے اور کبھی رات بڑی
ہوش آ جائے تو دن رات برابر لکھوں

جتنے خالی ہوں گداؤں کے وہ کاسے بھر دوں
اپنے قاتل کے لئے خون سے ... لکھوں

اب ارادہ ہے کہ دو چار حوادث لکھ کر
عمر جتنی بھی بچے خاک پہ بستر لکھوں

خاک جو سر پہ پڑے اس کو بھی اکسیر کہوں
سنگ زنوں کو بھی میں لعل و جواہر لکھوں

اے خدا مجھ کو بس اتنی سی توانائی دے
جو بھی لکھنا ہو وہ اب گھر ہی پہ بیٹھ کر لکھوں



غزل

صدیق مجیبی

دل پہ اک نامہ ترے کیا جانے کتنے سال سے
زندہ ہیں اتنی حیرت ہے عمر ہو گئی پامال سے

دن ڈھلا، جاگا کر دل پر آیا گفتہ ہجر و ویرانی
ہم جواں زخمی یادوں کے روشن خد و خال سے

چہرہ ماہ و سال کا مارا جیسے چلکا جو سر ابد
اب کیا جینے سے اب دل ہم ایسے بے حال سے

نبھے جو جب اک لذت تھی پہلے ہجر جب احساس تو تھا
بچھڑ کر پانے سے کم ہے زار ہیں سال سے

دل معروف غموں کا لیکن یہ اس کی دل داری ہے
یہ بجا ہیں معلوم ہیں کب اٹھے کب گنگال سے

حرف و ہوش کا موج بہرا آیا، یا مجیبی سوچ ذرا
سر تا قدم جا کر بھر اب چاندی جیسے بال سے

([illegible] ۸۸)

فراق گورکھپوری

مجبوریوں کے بوتے پہ تعمیرِ اختیار

مجبوریاں ہیں ... تقدیرِ اختیار

بس یہ کارخانۂ ہستی میں رات دن

مجبوریوں کی گود میں ... اختیار

لازم ہے آدمی سمجھنا ملکیت ... کا دستور
مجبوری اور آزادی کی بحثوں میں ہیں خاص دور

مجبوری اور آزادی میں ... بندھے ہے

مجبوری سے دیکھا دنیا آزادی اس کی ... و نور

ایک اصل ہے جو پیدا بھی نا پید بھی ہے
نوعِ بشر آزاد بھی ہے قید بھی ہے
اس صورت پر ہے غور قدرت
... صحیح ہے
... صاد بھی ہے صحیح بھی ہے

[illegible]

بخطِ شاعر

[illegible]

[illegible]

غزل

کام آیا نہ کسی کا بھی سہارا یارو
ہمت تھا سرِ منزل ترا تنہا یارو

بارِ کثرت تو نہیں ہے کہ رفاقت ڈھونڈیں
بارِ غم کا ہے اٹھاؤ اسے تنہا یارو

ترکِ تعلق کے بعد نہ ہو بارِ سماعت شاید
میرا شکوہ کہ جو تھا شکوۂ بیجا یارو

اتنی بھی خوں شدہ دل کی حکایت کیوں ہے
تھا یہ مجموعۂ آدابِ تمنا یارو

میں نہیں خاک بسر بیدادِ زمانہ سے ہوں
اپنی ہی روشنیٔ طبع کا مارا یارو

گوپال متل

مجروحؔ سلطانپوری

غزل

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مسعود منوّر

غزل

ترا انداز تھا یا پیار کی گہرائی تھی
وہ ملاقات تو سوغاتِ وطن لائی تھی

تجھ سے بچھڑے تو بھیگی آنکھوں کی پذیرائی کو
ایک اشکوں کی قیامت جو ساتھ آئی تھی

یہ بھی اچھا تھا اک گوشۂ تنہائی میں
تیرے ہونٹوں کی گلابوں سے شناسائی تھی

جو بھی آئندہ تھا اس طیب کی اقلیم میں تھا
تا بہ موجود، فقط درد کی دارائی تھی

نہ کوئی ملک، نہ فرقہ، نہ کوئی قومیت
مجھ مسافر کی زمیں، ذات کی پہنائی تھی

کیسی بر کیف، جدائی کی شبیں تھیں مسعود
سبز بستر میں غزل برف کی زیبائی تھی



مسعود منوّر
۱۲ اپریل ۸۸ء
نئی دہلی

بہ خطِ شاعر

(راج گل نئی دہلی اپریل ۸۸ء)

مضامین



[illegible] ۔ [illegible]
[illegible] کی شائع کیں۔
۲۔ [illegible] (۱۹۴۲ء) ۱۰ افسانے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ادب میں شامل ہے
۴۔ [illegible] (۱۹۰۲ء) [illegible] افسانے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

۵۔ [illegible] (۱۹ افسانے)
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
۶۔ [illegible] (ناول) ۱۹۴۱
۷۔ [illegible] (ترجمہ) [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] (۱۹۴۲ء) ۱۰ افسانے
[illegible]
[illegible] The Dove [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
مقالات : ۱۔ [illegible]
۲۔ [illegible]
[illegible]
۳۔ [illegible]
۴۔ [illegible]
منتخب [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
(۱۹۹۹)
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
افسانے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[redacted]

عمیق حنفی
کچھ یادیں، کچھ باتیں

شمیم حنفی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

پیدائش: [illegible] چکوال

[illegible]

[illegible] ۱۹۰۰

تعلیم: [illegible]

[illegible]

[illegible] پرنسپل [illegible] ہائی اسکول چکوال [illegible]

[illegible]

[illegible]

شادی اور اولاد: [illegible]

ذریعۂ معاش: [illegible]

[illegible]

ادبی سرگرمیاں: [illegible]

[illegible] چکوال ۱۹۲۲ [illegible]

[illegible]

[illegible] ۔

ضخامت/تعداد: [illegible]

[illegible]

اشاعتِ کلام: [illegible]

[illegible]

تصانیف:

مطبوعہ: [illegible] (۱۹۳۳)

[illegible]

[illegible]

غیر مطبوعہ:

[illegible]

[illegible]

ایک افسانہ نگار — بلونت سنگھ

اردو کے جدید افسانہ نگاروں میں شاید ہی کوئی ایسا افسانہ نگار ہو جس پر ترقی پسند تحریک کے براہِ راست یا بالواسطہ اثرات موجود نہ ہوں۔ لیکن یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ترقی پسند نظریات کا اظہار جس شدت اور وضاحت سے اردو شاعری میں ہوا ہے افسانہ اس کے مقابلے میں بہت پیچھے رہا ہے۔ اس کی ایک (اور میرے خیال میں سب سے اہم) وجہ تو یہ ہے کہ جہاں شاعری میں انفرادی جذبات اور خود فکر براہِ راست جگہ پا گئے ہیں وہاں افسانے میں فکر اور جذبات دونوں کے اظہار کے لیے کردار یا مواقع کی تخلیق ضروری ہوتی ہے یعنی افسانہ نگار کو اپنے تخیل اور نظریے کو فن کے قالب میں ڈھالنے کے لیے مجرد سے محسوس اور وحدت سے کثرت کی طرف آنا پڑتا ہے۔ اس کام کے لیے جو کردار، واقعات یا مواقع وہ حقیقی زندگی سے تلاش کرتا یا اپنے جذبات اور خیالات کی مدد سے خیالی زندگی میں پیدا کرتا ہے ان ہی سے اس کے افسانے کی فنی خوبیاں متعین ہوتی ہیں اور اس کی تخلیق کی اثر انگیزی کا انحصار ان ہی پر ہوتا ہے۔ اردو افسانوں میں خیالات یا مسائل کا براہِ راست اظہار شاعری کی نسبت ویسے بھی کم ہوا ہے، لیکن جہاں کہیں بھی ہوا ہے اس اظہار میں مانگے کے جذبات کا عنصر فطری اظہار سے زیادہ غالب نظر آتا ہے۔ یہاں ہم اردو افسانے کی عام روش سے ان افسانہ نگاروں کے ذکر سے آزاد ہیں جو ترقی پسند تحریک کے باعث [illegible] سے آگئی تھی۔

اردو افسانے کے فنی ارتقا کی طرح اس کے موضوعات بھی عام طور سے دیہاتی زندگی کے مسائل سے وابستہ [illegible]

[illegible]

یہ شعوری ہے۔ اردو کے اکثر افسانہ نگار تخلیقی لمحوں میں شاعر کے طریق کار کو اپناتے ہیں۔ [illegible] تخیل زندگی کے حقائق میں بہت سی ایسی بہت کچھ شامل کرتا ہے۔ اگرچہ اردو افسانے کے افسانہ نگار اپنے تخیل کی اصل سے نکل کر زندگی کے دو عمل ہی نہیں ہوتے [illegible] افسانے کے کردار اور واقعات محض کٹھ پتلیاں بن کر رہ گئے ہیں۔ اس سے ایک تو حقیقت نگاری کو دھچکا پہنچا اور خیالات و جذبات کرداروں پر ٹھونسے ہوئے معلوم ہونے لگے اور دوسرے اسلوب میں بھی [illegible] جو شاعری کا طرۂ امتیاز ہے اپنایا گیا اور دونوں صورتوں میں افسانہ کی نثری خوبصورتی (جو افسانے میں اس کے افسانے اور نثر ہونے کے باعث موجود ہونی چاہیے تک شاعرانہ اظہار کی وجہ سے) کو شدید نقصان پہنچا۔ اردو افسانے کے آغاز میں پریم چند نے کہانی بیان کرنے اور کردار اور موضوع پیش کرنے کا جو ڈھنگ ایجاد کیا تھا وہ شاعری سے الگ خود نثر کا رنگ تھا۔ اور اسی اسلوب کو آگے بڑھانے میں اردو افسانہ نگار کچھ زیادہ کامیاب نہیں ہے۔

اس اعتبار سے سعادت حسن منٹو اردو کا غالباً سب سے کامیاب افسانہ نگار ہے کہ اس کا افسانہ اپنی نثر کی وجہ سے اس قدر دلچسپ اور جاذب توجہ ہے جس طرح خوبصورت شعر کی تخلیق ہوتی ہے مگر اس کا اظہار بیان شاعری سے کوسوں دور بلکہ اس کے برعکس ہے۔

جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے اردو افسانہ عام طور سے درمیانہ طبقے کی زندگی کے گرد گھومتا ہے۔ ہماری سماجی زندگی کی بنیاد دیہات پر ہے۔ اگر ہمارا کوئی کلچر کبھی تشکیل پا سکا تو وہ پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحد کی دیہی ثقافتوں سے آزاد ہو کر نہ ہوگا اور اگر ایسی کوئی ظاہر [illegible] مردم ہوتے جو کسی کلچر کی بنیادوں پر نہیں ہوگا۔ ہمارے ہاں ایک کلچر تشکیل پائے یا ایک سے زیادہ اس کی بنیاد ان کروڑوں انسانوں کی زندگیوں پر ہی ہوگی جو شہروں میں نہیں بلکہ اور اسی اعتبار سے ہمارے سماج کا اہم ترین حصہ دیہات ہیں۔ اردو افسانہ نگار شہری زندگی سے باہر بہت ہی کم نکلا ہے۔

اس کی وجوہ سے مجھے یہاں بحث نہیں ہے۔ البتہ اس کے اثرات کا اظہار یہاں ضروری ہے۔ اس کا اثر ہمارے ادب کو محدود کرنے کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ ہمارے ادب کا مطالعہ ہند و پاک کا نقشہ ذہن میں پیش نہیں کرتا۔ وہ صرف بمبئی اور دلی، لاہور اور کراچی کی تصویر دکھاتا ہے اور بمبئی اور کراچی اور دنیا کے دوسرے ممالک کے شہروں میں [illegible]

ترقی پسند تحریک کے اثرات میں اہم ترین اثر تو ادب کو [illegible] اور رومانی [illegible] افسانے اور داستان [illegible] سے نکال کر زندگی اور اس کے مسائل سے قریب تر لانے میں پوشیدہ ہے۔ زندگی سے قریب لانے کا عمل کا ایک [illegible]

[illegible] افسانہ نگار زندگی کے مسائل سے دوچار ہوتا ہے [illegible]
[illegible] ہمارے افسانوی ادب [illegible] ترجمانی [illegible]
[illegible] زندگی کے [illegible] موضوعات اس ترقی پسند تحریک کے زیر اثر [illegible] جگہ
پاسکے ہیں۔

پھر بھی سب رجحانات اور موضوعات و مسائل سے بڑا رجحان اور مسئلہ انسان کی عظمت
کا مسئلہ ہے۔ ترقی پسند تحریک نے ہمیشہ انسان کی بنیادی خصوصیت اس کی انسانیت کو سمجھا ہے
اور بعض دوسرے نظریات کی طرح کم تعصبات کو۔ اردو کے کلاسیکی ادب میں بھی یہ [illegible]
دوستی کی صورت میں نمودار ہوتا رہا ہے۔ لیکن سماجی زندگی کے بحرانی حالات کے پس منظر میں
انسان کی عظمت کا احساس رکھنا اور اس کو پیش کرنا اس دور جدید کے ادب ہی کا خاصہ
ہے اور یہ ترقی پسند تحریک ہی کا اثر ہے کہ انسان کی عظمت کا احساس ہی در اصل یاس و
ناامیدی کو ختم کرتا اور رجائیت کو جنم دیتا ہے اور ہمارے ادب میں امید کا پہلو بھی احساس
ملتا ہے وہ اسی رجحان کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اردو کے کسی بھی افسانہ نگار کے فن کے بارے میں کچھ کہنے سے پیشتر اس تمہید کی اشد
ضرورت تھی مگر اس کے بغیر کسی بھی فن کار کا درجہ متعین کرنا یا ہم عصر ادب میں اس کی توانائی
حیثیت جانچنا بےکار بھی ہے اور مشکل بھی۔

بلونت سنگھ کی افسانہ نگاری کا آغاز دوسری جنگ عظیم کے خاتمے سے ہوتا ہے۔ ادب
کی ترقی پسند تحریک کی ہمہ گیری کا بھی یہی دور تھا اور اسی وجہ سے بلونت سنگھ نے ادب
کی اس تحریک کے زیر اثر ہی تکمیل ادب کا کام شروع کیا۔ ترقی پسند تحریک کا ادب جن
تضادات کا شکار تھا اور جن حدود میں پابند ان میں سے بہت سے تضادات اور حدود
کا اثر بلونت سنگھ کے افسانوں میں بھی ملتا ہے، [illegible] کے افسانوں [illegible]
زیادہ نمایاں ہیں۔ اس وقت کے افسانوں میں بلونت سنگھ کی انفرادی خصوصیت [illegible]
ایک افسانہ نگار کے طور پر اس کے افسانوں کا طرۂ امتیاز بنی اور جس کا تذکرہ آگے چل کر کروں
گا، ظاہر نہیں ہوتی تھی ان افسانوں میں ایک آدھ افسانہ آزادی کے نیم رومانوی احساس
سے متعلق ہے۔ ہندوستان ہمارا اور دوسرے افسانے پنجاب دیہات کی معاشی اور اخلاقی
قدروں کے تضادات کی عکاسی کرتے ہیں [illegible] اور [illegible] روحانیت سے
تعلق رکھتے ہیں (رشتہ، ایک [illegible]، چھری، [illegible] وغیرہ وغیرہ)

"ہندوستان ہمارا" ایک [illegible] ہندوستانی کے احساس [illegible] اور [illegible] سے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

کہا جاتا ہے۔ [illegible] جدید [illegible] رجحانات کی وجہ
[illegible]

افسانہ نگار ہیں۔ [illegible] بلونت سنگھ کی کہانی کو [illegible] کا تذکرہ کر رہے ہیں اس لیے کہا ہے کہ میرے خیال میں بلونت سنگھ کی ابتدائی کہانیوں میں منٹو کے اسلوب کا براہ راست اثر موجود ہے۔ اس بات کی تفصیل میں آگے چل کر پیش کروں گا۔

تقسیم سے پہلے کی یہ کہانیاں بہت حد تک ROUTINE اور STEREO TYPED کہانیاں ہیں۔ ان میں کردار ابھرتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ فنکار کے اپنے خیالات کی بلند گفتگو ہر جگہ براہ راست نظر آتی ہے۔ خیال کا اس طرح اظہار بعض جگہ محض جذباتیت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ـــــ لیکن یہ کہانیاں افسانہ نگار کے رجحان جس کا اندازہ لگانے کے لیے قطعی طور پر کافی ہیں۔ بلونت سنگھ کی ان کہانیوں میں ایسے افسانہ نگار کی صورت ابھرتا ہے جو زندگی کے مسائل کو اپنے شعور میں جگہ دیتا ہے، جو ان مسائل کی تہہ میں کارفرما نظام معیشت کے اثرات کا کچھ نہ کچھ شعور رکھتا ہے۔

اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلوب نگارش میں شاعرانہ انداز بیان سے ہٹ کر حقیقت نگاری کے طریق کار کو اپنانے کا رجحان بھی واضح طور پر موجود ہے۔

تقسیم سے پہلے کی یہ کہانیاں بلونت سنگھ کی ابتدائی کہانیوں میں سے ہیں اور اس اعتبار سے فنکار کی ذہنی [illegible] کا [illegible] کچھ ایسا دلچسپ نہیں سمجھنا چاہیے۔

بلونت سنگھ کے افسانوں کے تجزیے کے لیے میں اپنی اس مقالے کے اس بحث کو دو حصوں میں تقسیم کر رہا ہوں۔ اولاً تو بلونت سنگھ کی کہانیوں کے موضوعات کا جائزہ لوں گا اور پھر میں اس کے اسلوب نگارش کے متعلق کچھ خیالات پیش کروں گا۔

نقطۂ نظر کی بات میں نے دو وجہ سے نہیں کہی کہ اول تو شروع ہی میں یہ خیال میں نے ظاہر کر دیا تھا کہ بلونت سنگھ پر ترقی پسند تحریک کے اثرات ہیں اور دوسرے اس لیے کہ خود موضوعات اور اسلوب کا تعین بھی فنکار کے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہیں اور اس اعتبار سے ان دو پہلوؤں سے بلونت سنگھ کی کہانیوں کو جانچتے ہوئے نقطۂ نظر کی بات خود بخود زیر بحث آ جائے گی۔

موضوعات کے اعتبار سے اور کرداروں کی تخلیق کے اعتبار سے بلونت سنگھ اردو کے ان چند افسانہ نگاروں میں سے ہیں جن کا کینوس انتہائی وسیع ہے۔ پنجاب کے دیہات، پنجاب کے شہر، کسان، کلرک، ہندو، سکھ، مسلمان، دریا اور جنگل، دریائی علاقے، [illegible] آزادی، فسادات، تحریک، بیکاری، رومان، یہ سب باتیں ان کے افسانوں میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ پنجاب کی سرحدوں نے بھی [illegible] کیے ہیں۔

پنجاب [illegible] بلونت سنگھ کی کہانیاں [illegible]

[illegible]

پنجاب کا قصہ ... دیہات ... [illegible]

... بلونت سنگھ کی تمام ... [illegible] ... ہے

پنجاب کی زندگی کا نمایاں اس کے دیہات ہیں اور دیہات کی عام گزر اوقات معیشت میں زراعت اور اس کے پیمانے ... ایک خاص قسم کا ... ایک عجیب سا قسم ... اور شہروں کے ساتھ ... بلکہ دلیری اور جرأت ... اپنے ہاتھ سے محنت کرنے اور منہ اندھیرے کھلی فضاؤں میں نکل آنے اور سنسان ... میں سفر کرنے اور اپنی حفاظت خود کرنے کا لازمی نتیجہ ہے ۔

پنجابی کسان کی زندگی کا خاصہ ہے دلیری جب کہ روز معیشت میں پرورش پائے تو جرائم بھی جنم لیتے ہیں، چنانچہ پنجاب کا دیہات جرائم کے اعتبار سے کم مشہور نہیں ہے۔

بلونت سنگھ کے ان افسانوں میں جو دیہات سے تعلق رکھتے ہیں زیادہ تر ہیں اور یہ شہرہ بھی موجود ہے اور بہادری سے منسلک جرائم کی داستانیں بھی جگہ پاتی ہیں۔

"تین چور"، "کالی تیتری"، "بابا مہنگا سنگھ"، "گرنتھی"، "پنجاب کا البیلا" وغیرہ سب کہانیاں پنجاب کے دیہاتی فضاؤں سے تخلیق ہوئی ہیں۔

ان تمام کہانیوں کے کردار سکھ ہیں، اس لیے پنجاب کی زرعی معیشت کا تعلق یا مسلمانوں کے ساتھ تھا یا سکھوں کے ساتھ، اور بلونت سنگھ کو اپنے لوگوں سے جو گہری واقفیت ہے، اس کے متعلق شاید سکھ کردار ... کی تخلیق ہی اس کے لیے آسان اور مناسب تھی۔

ان میں سے ہر ایک کہانی جس بلونت سنگھ کو پہچاننے کی بجائے پنجاب کو جاننے میں مدد دیتی ہے ہر کردار ہر منظر ایسا ہے جو اپنے حقیقی اور فطری ہونے کا یقین دلاتا ہے فنکار کی کامیابی کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ وہ تخلیق کے افسانوی تخلیق ہونے کا احساس مٹا دے

"تین چور" پنجاب کے دیہات کے نوجوانوں کے ADVENTURES کی کہانی ہے۔ تینوں چور پیشے کے اعتبار سے چور ہیں لیکن ذہنی سوچ اور خیالات کے اعتبار سے [illegible] نہیں ہیں یہ بنیادی طور پر بہادر ہیں اور یہی بہادری انہیں ڈاکے ڈالنے کی طرف بھی لے جاتی ہے ... [illegible] ... اور ان میں سب سے اہم ... کا احساس ہے ... ایسے شخص پر ... کرنا پسند نہیں کرتے ... بہادری ... [illegible] ہے۔

اس کہانی میں بنیادی ... [illegible] ... کے [illegible] ہے۔

[illegible]

رسالو گورو رہے کے تعلق سے ہوتی ہے ورنہ زندگی سماجی رشتوں میں الجھ کے ختم ہو جاتی ہے
مثلاً ونجھو دوالی مجھلی کا بیان اور طفلت۔
بابا جنگا سنگھ کی کہانی بھی موضوع کی کہانی ہے۔ بابا جنگا جو دیہی عورتوں کا زبردست [illegible]
میں گھر سے نکلا ہے بڑی زندگی بسر کرنے کے بس کا روگ نہیں ہے وہ ہر سنگھ سے اب اخلاقی تجربہ کر
کرتا رہتا ہے۔ تاہم جب وہ اپنی جوانی کی کہانی بیان کرتا ہے جس میں وہ سنسان ویرانے میں
میں ایک خوبصورت عورت کو جنگل میں آگ جلا کر برہنہ کھڑے دیکھتا ہے، تو اس پر حیرت
اس بات کا باقی رہ جاتا ہے کہ ایسی صورت اس کی زندگی میں پھر کبھی پیدا نہ ہوئی کہ عورت
صورت کا نظارہ اس نے سالوں سے چھپائے۔
گویا ونجھو دوالی مجھلی تو محض وقت کا جبر ہے ورنہ زندگی سے اس کا تعلق اب بھی
گہرا ہے۔
ان کہانیوں کی فضا جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا، ہمارے دیہات کی حقیقی فضا ہے۔
اس میں رومان کا عنصر ہے لیکن اسی رومان کا جو اسی فضا میں دراصل موجود ہے، ان کا اس
رومان کا جو عام طور پر ہمارے افسانہ نگار کے ذہن کی تخلیق ہوتا ہے۔
اردو کے ان افسانہ نگاروں میں جنہوں نے پنجاب کے دیہات کو کہانیوں کا موضوع
بنایا ہے، بلونت سنگھ کے علاوہ احمد ندیم قاسمی کا نام بڑا اہم رہا ہے۔
قاسمی اور بلونت سنگھ کی کہانیوں کے پنجاب میں ایک بنیادی فرق ہے۔ یہ فرق قاسمی
کی رومانیت اور بلونت سنگھ کی حقیقت نگاری کا پیدا کردہ ہے۔ قاسمی کو پنجاب کے دیہات
میں غربت اور افلاس کا احساس ہے لیکن وہ اپنی شاعرانہ طبیعت کی وجہ سے کھیتوں، میدانوں
راستوں، پیلے پھولوں اور الغوزوں وغیرہ اور ان کی کہانیوں کے خالق کی حیثیت سے یاد رہیگا۔
بلونت سنگھ پنجاب کے رومان سے بھی واقف ہے لیکن وہ اس رومان کی فضا کو اپنی
کہانیوں پر چھا جانے کی اجازت نہیں دیتا کہ اس سے اس کے کرداروں کی حقیقی تصویریں
ابھر سکیں۔ وہ حسن کا اظہار تو کرتا ہے لیکن حقیقت نگار کی نظر سے رومانوی نگاہ سے نہیں۔
پنجاب کی دیہاتی وغیرہ میں جتنی ملائمت ہے اتنا ہی کھردرا پن یہاں کے جوان کی
بولی میں ہے۔
بلونت سنگھ اس کھردرے پن کی کہانیاں سناتا ہے، جبکہ قاسمی اسی ملائمت کی۔
دیہات کی کہانیوں کی تعداد بلونت سنگھ کے افسانوں میں دس بارہ سے زیادہ نہیں
ہے لیکن اس کے باوجود ناقدین نے عام طور پر یہی کہا ہے کہ بلونت سنگھ محض پنجاب کے
دیہات کا ترجمان ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ بلونت سنگھ محض دیہات کا نہیں بلکہ پورے پنجاب کا افسانہ نویس
ہے۔ اس کے کرداروں اور فضا کا تعلق پنجاب سے ہے چاہے دیہات کا پس منظر ہو یا
شہر کا۔

[illegible]
[illegible] سنگھ کے افسانوں کی چاشنی [illegible] اسی سے [illegible]
[illegible] جذبات کا ترجمان ہے۔ کیونکہ [illegible] اظہار [illegible] جذبات سے کم کیا گیا ہے۔
بھی کہانیوں میں جذباتی شدت ہے جس کا اظہار پہلے تو کئی انسانوں میں ہوتا ہے [illegible]
طرف "بھولا پھیرو" سے ہی وہ ایک اچھا سا تاثر پیش کر رہا ہوگا۔

نبلے بلے۔ باجے کو اپنے کان میں آواز سنائی دی۔ دیکھا تو تانگا بھی آ سے کا خانے میں دیکھ وہاں آن پہنچا تھا۔ اور پھر رال ٹپکاتے ہوئے بولا۔ "جار۔ گھل کی کا کر تو دیکھو۔ کیسی قلقلی کیسی ہلدی ہے۔ آنکھ نہیں ٹکتی اس پر۔......"

لوے ہیں جچتی پنجاب دی
میار ریشم بر گالک۔

معاً باجے نے روشنے کو کہنی کا ٹھوکا دیتے ہوئے کہا۔
"دیکھ اوے جل ککڑ،"

"سر والوں کے ترکے بھی" چل کبڈی تارا، سلطان پتنگ مارا!" کہتے ہوئے ساتھ چلے آرہے تھے اور ان کے پیچھے وہ نوجوان تھا جو وہاں کوئی امتحان دینے کے لیے نیا نیا آیا تھا اُسے دیکھتے ہی باجے نے پوچھا۔ "اوے ماں دیا سترا ڈریہہ کون ہے:"
"اوئے یہ بھی اپنا سنڈا ہے۔ نواں داکھل ہویا اے۔ سک دے وسے وسے پیا:"
"اچھا اچھا۔ یہ تاں پرسوں ہی آیا ہے:"
"اُبو جی لونڈوں کی باتیں چھوڑو۔ اب ناریوں کی باتیں کرو:"

"بھولا پھیرو" کا ذکر چھوڑ دینے تو بلونت سنگھ کی کہانیوں کے ایک اور موضوع کا تذکرہ بھی یہیں ہو جانا چاہیے۔ یہ افسانہ ہمدردی یا انسان دوستی کا موضوع ہے اردو کے اکثر افسانہ نگاروں نے یہ موضوع اپنایا ہے اور میں نے عرض کیا تھا کہ یہ موضوع بھی ترقی پسند تحریک کے لائے ہوئے شعور کا نتیجہ ہے۔

لیکن انسان دوستی کا تصور بڑا مبہم سا معاملہ ہے۔ یہ شعور کی ترقی بھی ہے اور اس کی معذوری کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ ترقی تو ان معنوں میں ہے کہ فنکار بنیادی انسانی اقدار کا شعور رکھتا ہے۔ لیکن معذوری ان معنوں میں ہے کہ وہ انسانی جذبات کی [illegible] اور انسانی زندگی [illegible]
[illegible]

ہمدردی کا جذبہ کسی میں پیدا کر سکا جو انسانی اقدار کی عظمت قائم کرنے کے لیے لازمی جارحیت ہے یہی بات بلونت سنگھ کے ان افسانوں میں ہے جو انسانی ہمدردی اور انسان دوستی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کمزوری کے باوجود یہ غنیمت ہے کہ بلونت سنگھ ایسے کردار تخلیق کرتا ہے جو انسان کو انسان سمجھتے ہیں۔ جو اس کی خامیوں کو سماجی تنزل کا نتیجہ جانتے ہیں اور جو خود تنزل کے گہرے غار میں گرے ہونے کے باوجود انسانیت کی لو اپنے سینے میں چھپائے ہوئے ہیں۔
بلونت سنگھ کے ایسے افسانوں میں "تمیز"، "پہلا پتھر"، "بکسی جگا"، "کالے کوس" وغیرہ شامل ہیں۔

"پہلا پتھر" ان سب کہانیوں میں نمایاں ہے اس کا ہر کردار ابھر کر یوں سامنے آگیا ہے۔ گویا قاری خود باجے سنگھ کے "شاہی اصطبل" کے برابر کسی REAR WINDOW میں سے جھانک کر سب کچھ دیکھ اور سن رہا ہے۔

اور باجے سنگھ کا کردار تو بے مثال ہے شہری نچلے طبقے کی سماجی زندگی کا اس سے بہتر نمائندہ آسانی سے تخلیق نہیں ہو سکتا۔ نچلے طبقہ کی معاشی اور اخلاقی زندگی کے تضادات کا نتیجہ اس میں ایک خاص قسم کی بے حجابی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اس کیفیت کو انگریزی میں INHIBITIONS کی غیر موجودگی کہتے ہیں۔ یہ بے حجابی باجے سنگھ کی بھی خصوصیت ہے۔ لیکن اس بے حجابی اور لڑکیوں سے آزادانہ چھیڑ چھاڑ کے باوجود باجے سنگھ انسانی دل رکھتا ہے اور اندھی سانولی جب اپنے محبوب کے خیالی وعدوں کا تذکرہ باجے سنگھ اور اس کے ساتھیوں سے کرتی ہے تو:

باجے نے گھوم کر اپنے ساتھیوں کی جانب سوالیہ انداز میں دیکھا، سب چپ تھے، وہ بھی چپ رہ گیا۔

سب کو خاموش پا کر سانولی نے اپنا سوال دہرایا۔ "آپ سب کو یقین نہیں آتا"؟
باجے کی آنکھوں کے گوشے پُر آب ہو گئے۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر سانولی کے سر پر رکھ دیا اور پھر دھیمی آواز میں بولا "ہمیں یقین ہے اور دیکھو تمہیں بے وقت گھر سے باہر نہیں رہنا چاہیے اور پھر سردی پڑنے لگی ہے کہیں تم بیمار نہ ہو جاؤ۔"
سانولی نے اس کی مضبوط کلائی کو اپنی کمزور انگلیوں سے چھو کر پوچھا۔
"پر باجے چاچا، آپ سب لوگ بے وقت کہاں جا رہے ہیں؟"
"ہم" باجے نے پدرانہ پیار سے لرزتے ہوئے اس کے گال کو چھوتے ہوئے جواب دیا۔
"سانولی بیٹی! ہم اس خوشی میں برفی کھانے جا رہے ہیں۔"

میں نے شروع میں کہا تھا کہ اردو افسانہ درمیانہ طبقے کے مسائل سے ابھی تک آزاد نہیں ہو پایا۔ جہاں تک شہری زندگی کے افسانوں کا تعلق ہے۔ بلونت سنگھ بھی ان ہی حدود میں مقید ہے اس کا موضوع درمیانہ اور خاص کر نچلے درمیانہ طبقے کے مسائل ہی رہے ہیں۔
درمیانہ طبقہ بھی ایک عجیب الخلقت چیز ہے۔ اس کی تمام تر زندگی تضادات کا شکار ہے۔

ایک طرف اقتصادی مسائل ہیں، بیکاری ہے اور ان سے تنگ آکر سماجی اقدار سے بغاوت کا جذبہ ہے۔

دوسری طرف تعلیم سے حاصل کی ہوئی ترقی کی خواہشات ہیں۔

اس تضاد سے کہیں تنگ نظری ہو اور داری میں چھپائی ہوئی بے ایمانی جنم لیتی ہے۔ کہیں دوغلی نفسیات نمودار ہوتی ہے۔

کوئی شخص جنسی گھٹن کا شکار ہے اور کوئی جنسی بے راہ روی کا، کوئی انسانی اقدار کو پیسے پر قربان کر دیتا ہے اور کوئی خیالوں کی دنیا آباد کر کے اس میں گم ہو جانے ہی میں عافیت سمجھتا ہے اور بعض اوقات تضاد روایتی قدروں اور نئی اقدار کے ٹکراؤ سے بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

یہ سب تضادات اور مسائل بلونت سنگھ کے افسانوں کے موضوع ہیں۔ "بابو نانک سنگھ جی" "گھٹن ڈگریاں"، "سمجھوتہ"، "اعتراف"، "کلی کی فریاد"، "بازگشت"، "لمحے"، اور "دیمک" وغیرہ ان افسانوں میں سے چند ہیں۔

"گھٹن ڈگریاں"، "دیمک"، اور "اعتراف" اپنے ڈھانچے اور مواد کے اعتبار سے ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ لیکن سب میں بنیادی مسئلہ درمیانہ طبقے کے ازدواجی رشتوں کا کھوکھلا پن ہے۔

"سمجھوتہ" درمیانہ طبقہ کی زندگی کے محدود ہونے کا اظہار ہے۔

"کلی کی فریاد" ایک ایسے شخص کی کہانی ہے جو اپنی بیٹی کی خواہشات کو پیسے پر قربان کر دیتا ہے۔

"بازگشت" بوڑھے اخلاق اور جوانی کے تقاضوں کے تضاد کو پیش کرتی ہے۔

"بابو نانک سنگھ جی" نچلے درمیانہ طبقے کے ایک کلرک کی غلامانہ ذہنیت کو پیش کرتا ہے۔

اور "لمحے" اس کہانی کے بارے میں خاص طور پر کہنا چاہتا ہوں۔

"لمحے" بیک وقت دو موضوعات کو چھیڑتی ہے، اس کا بنیادی کردار ایک ایسے نوجوان کا ہے جو درمیانہ طبقہ کی آوارہ خیالی کی نمائندگی کرتا ہے، جونہی وہ بس میں داخل ہوتا ہے اور ایک حسین عورت کو دیکھتا ہے اس کا ذہن ایک خاص سمت سفر کرنے لگتا ہے اور وہ اس حسین عورت سے قرب کی مختلف ترکیبیں سوچنے لگتا ہے اور پھر جب قرب حاصل ہو جاتا ہے تو یکایک اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ حسین عورت کی ایک ٹانگ غائب ہے جو نتیجہ ہے فسادات کا۔

عورت مسلمان تھی اور کہانی کا نوجوان ہندو۔

یہیں سے نوجوان کے خیالات کا رُخ بدلتا ہے اور فسادات کے خلاف جذبات ابھر کر سامنے آجاتے ہیں۔

لہٰذا سادگی زبان کے باوجود "لمحے" ایک بہت پُر تاثیر کہانی ہے۔

فسادات کا موضوع اردو کے اکثر افسانہ نگاروں کی تخلیقات میں موجود ہے اور اس کو موجودگی فسادات کے اثرات کے پیش نظر کچھ ایسی عجیب بات بھی نہیں۔ بلونت سنگھ کے ہاں یہ موضوع انفرادانہ لوز بحیثیت موجود نہیں ہے اس کے وہ افسانے جو فسادات سے متعلق ہیں اکثر دوسرے اہم مسائل سے جڑے ہوئے ہیں۔ "لمحے" کا تذکرہ میں نے ابھی کیا ہے اور "ہونے کو تھی" کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔ "دیپلے ۳۰" بھی فسادات کے مابعد اثرات کی کہانی ہے۔ لیکن یہ کہانی فسادات کے علاوہ چند اہم باتوں کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے، جن کا تذکرہ میں یہاں ضرور کرنا چاہتا ہوں۔

"دیپلے ۳۰" ایک طرف تو پارسائی کے پردے میں عام لوگوں کا خون چوسنے والے ایک گروہ کو ننگا کرنے کی کوشش ہے اور دوسری طرف ایک خاص طبقاتی شعور رکھنے والے کردار کی بغاوت کی کہانی ہے۔

سردار تبدیہ سنگھ پہلا کردار ہے، اس کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے:

"صبح و شام پاٹھ کرتے، مالا جپتے، یوں تو مالا ہر وقت کلائی سے لپٹی رہتی لیکن علی الصبح جب وہ سکھ سنی صاحب کا طویل پاٹھ کرنے لگتے تھے تو گھر کے افراد کی نیند اکھڑ جاتی۔ آپ گوردوارے میں بھی پاٹھ کرواتے رہتے تھے۔ دوسروں کو پاٹھ کی تلقین کرتے تھے"

"ادھر جب پانسہ پلٹا تو انھوں نے خوف کے مارے بھاگتے ہوئے مسلمانوں کی ہزاروں کی جائدادیں کوڑیوں کے مول خرید لیں اور پھر دولت مند شرنارتھیوں کے ہاتھ زیادہ سے زیادہ داموں میں بیچ کر دل کھول کر منافع کمایا۔ پاٹھوں کی شدت اور بڑھی اور ان کا چہرہ نور معرفت سے دمک اٹھا"

دوسرا کردار بساکھا سنگھ کا ہے۔ جس نے اپنی زندگی کے تجربات سے طبقاتی شعور حاصل کیا ہے، اس کے اس شعور کا اظہار اس کے ان الفاظ سے ہوتا ہے:

"صبح سے شام تک اپنی پیشانی سے ایڑی تک پسینہ بہانے والا کوئی شخص بھی میرا دشمن نہیں ہو سکتا۔ اب مذہب صرف دو رہ گئے ہیں، ایک دوسروں کا خون چوسنے اور انھیں لوٹنے والوں کا مذہب اور دوسرا اپنا خون دینے والوں اور لوٹے جانے والوں کا مذہب اس کے علاوہ اور کوئی مذہب نہیں ہے۔ آپ سمجھے .... آپ نہ معلوم کون سے گیان دھیان کی باتیں کرتے ہیں .... وہ باتیں میری سمجھ میں بالکل نہیں آتیں .... شاید اس لیے کہ میں بھوکا ہوں، میرے بچے بھوکے ہیں، میری بیوی بھوکی ہے .... میں زندگی کی چھوٹی چھوٹی ضروریات کے لیے ترستا ہوں ......"

طبقاتی شعور کا اظہار بلونت سنگھ کے اس کردار کے علاوہ اور کہیں نہیں ملتا۔ بظاہر یہ بلونت سنگھ کا موضوع نہیں ہے یا شاید بلونت سنگھ خود اس شعور سے متاثر نہیں ہے۔ بہر حال اس معاملہ میں بلونت سنگھ کا وہی حال ہے جو اردو کے دوسرے کامعہ افسانہ نگاروں کا ہے وہی بات دوسرے افسانہ نگاروں اور بلونت سنگھ کی فن کو بھی ترقی پسند حقیقت نگاری کے گھیرے میں

[illegible] سے دو کے ہو گئے ہیں۔
موضوعات ہی کے سلسلے میں ایک آخری بات کہہ لوں تو پھر اسلوب اور ہیئت کی طرف رجوع کروں گا۔

رومان ہمارے افسانوں کا ایک بہت بڑا موضوع رہا ہے۔ بلونت سنگھ رومانوی افسانہ نگار نہیں ہے، اس کا طرزِ اظہار حقیقت نگار کا ہے اور اس کا مواد زندگی کے ٹھوس مسائل سے حاصل کیا ہوا ہے نہ کہ رومان کے ہلکے پھلکے معاملات سے۔ اس کے باوجود اس کی چند کہانیاں رومانوی ہیں۔

ان کہانیوں میں اس کا طرزِ تحریر بھی خالص رومانوی ہے اور موضوع بھی۔ "چکوری"، "آشیانہ" اور "ایک معمولی لڑکی" اس کے اس انداز کی کہانیوں کی کچھ مثالیں ہیں۔

ان کہانیوں پر کچھ زیادہ کہنا میں اس لیے ضروری نہیں سمجھتا کہ یہ بلونت سنگھ کی نمائندگی نہیں کرتی ہیں، ان کا تذکرہ تو صرف اس بات کے ضمن میں آگیا ہے جو میں نے موضوعات کے تنوع کے بارے میں ابتداً کہی تھی۔

میں نے بار بار کہا ہے کہ بلونت سنگھ حقیقت نگار ہے۔ لیکن اردو افسانہ نگاری کے ضمن میں حقیقت نگاری کی اصطلاح بھی مختلف طریقوں سے استعمال کی گئی ہے۔ کرشن چندر بھی حقیقت نگار ہے اور منٹو بھی۔ کرشن کی حقیقت نگاری محض موضوع کے ساتھ تعلق رکھتی ہے، ورنہ اندازِ تحریر کے اعتبار سے وہ ہمیشہ ہی رومانوی رہا ہے۔ اس کے برعکس منٹو اپنے موضوع اور اسلوبِ نگارش دونوں کے اعتبار سے حقیقت نگار ہے۔ بلونت سنگھ کی حقیقت نگاری کرشن چندر کی حقیقت پرستی نہیں بلکہ منٹو کی حقیقت نگاری سے قریب تر ہے۔ بلونت سنگھ براہِ راست بات کہنے کا عادی ہے۔ اس کے اظہار میں وہی بے باکی اور وہی بے رحمی کا سا انداز پایا جاتا ہے جو سعادت حسن منٹو کے اسلوب کی خوبی سمجھا گیا ہے۔ دونوں فن کاروں کا بنیادی فرق ان کے افسانوں کے مواد کی وجہ سے ہے۔ سعادت حسن منٹو کے افسانوں کا مواد عجیب و غریب کرداروں کے جنسی معاملات سے تعلق رکھتا ہے جبکہ بلونت سنگھ اپنی کہانیوں کا مواد خالص جنسی مسائل کے بجائے ان مسائل کے سماجی اثرات سے حاصل کرتا ہے خود جنسی معاملات کے اظہار میں بھی بلونت سنگھ 'جنس' سے زیادہ 'معاملے' کو اہمیت دیتا ہے اور اس لیے منٹو سے مختلف ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ طریقِ تحریر میں وہ منٹو سے صد درجہ قریب ہے اس لیے بعض ایسی تحریریں جن میں وہ بالکل ہی منٹو معلوم ہوتا ہے جن میں موضوع بھی منٹو والا ہی ہو۔ "پہلا پتھر" کے بہت سے حصے اس کی بڑی اچھی مثال پیش کرتے ہیں۔

"بھرا پڑا کرتا تھا، امر جیت سرداری حسب معمول بھوری بھینس کی طرح کتنا کتنا پھر رہا تھا۔ کھلے ڈلے، سینہ زوریاں دکھلاتی آل جانے کے لیے آمادہ بیٹھے کے بچھا ہوا میں پہنچے اس جانب بڑھی۔"

"بڈھے سردار کے جسم کا ہر عضو اپنے نقطۂ عروج تک پہنچ چکا تھا۔ یعنی جو چیز جتنی موٹی ہو سکتی تھی ہو چکی تھی، جتنی کشادہ ہو سکتی تھی ہو چکی تھی۔ چلتا تو یوں معلوم ہوتا جیسے تھوڑا تھوڑا پھلنے والے بادل رک گئے ہوں۔"

"ایسی ڈبل ڈوز سرداری بھی سردار کے لئے ناکافی ثابت ہوئی...... اسی طرح تیمور کا سارا کا سارا انداز سعادت حسن کی کہانیوں کا سا ہے۔"

بلونت سنگھ کی حقیقت نگاری کی چند خوبصورت مثالوں میں اس کی کہانیاں سنہرا دیس اور بکھشن ڈریا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

"بکھشن ڈریا" تو بعض جگہ شکست قریب بھی ہو گئی ہے، لیکن سنہرا دیس، خالصتاً بلونت سنگھ کی حقیقت نگاری کی نمائندہ ہے۔

"تمو پہ سنگھ ریاست فبری کے ایک غیر معروف گاؤں میں پیدا ہوا۔ بچپن کے بعد لڑکپن بھی اسی جگہ گزر رہا تھا۔

جب اس کی عمر چودہ برس کی ہوئی تو اس کی شادی کر دی گئی۔ جب اس کی دلہن گھر میں آئی تو وہ اسے دیکھ کر حیران سا رہ گیا۔ وہ دور ہی دور سے بیوی کو دیکھ لیا کرتا۔ اسے اس بات کا کچھ علم نہیں تھا کہ بیوی کس کام آتی ہے۔

سانولی رنگت اور تیکھے نقوش والی بیوی سر جھکائے زمین کی طرف دیکھتی رہتی تھی اور تمو پہ سنگھ اپنی ماں کی آڑ میں گھور گھور کر اس کی طرف دیکھا کرتا...."

"...... لیکن اس وقت جب اس نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا تو زمین کی طرف تکنکی باندھے دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے بہت مرغوب نظر آئی تھی اس سے گھگھیانہ انداز میں پوچھا، کیوں آئی ہو؟"

بیوی نے اُپلے سے روٹیاں اور دال نکال کر اس کے آگے رکھ دی اور پھر اس کی منت سماجت کرنے لگی کہ روٹی کھالے۔ وہ بڑی مشکل سے رضامند ہوا۔ نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے اس نے بیوی کو پانی لانے کے لئے کہا۔

وہ فوراً اٹھی اور گھڑا لے کر بڑی پھرتی سے ندی کی طرف چل دی۔ اس دن اُسے بیوی کی اہمیت کا کچھ احساس ہوا......"

حقیقت نگاری اور پنجابی کلچر جب دونوں اکٹھے ہو جائیں تو زبان پر بھی گہرا اثر ہونا ضروری ہے۔ بلونت سنگھ کے افسانوں میں پنجابی الفاظ و محاورات کا آزادانہ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ الفاظ پورے افسانے میں اس طرح پیوست ہو کر اور رچ بس کر آتے ہیں کہ ان کے استعمال سے افسانے کے بیان کو کسی قسم کا نقصان پہنچنے کی بجائے تقویت پہنچتی ہے۔

بلونت سنگھ، سعادت حسن منٹو کی طرح نئے نئے الفاظ تراشنے میں بھی بڑی مہارت رکھتا ہے مثلاً "ڈبل ڈوز سرداری"، "دو سار توپ" وغیرہ۔

حقیقت نگاری اور پنجابی ٹھیٹ پن کو اپنے اسلوبِ نگارش کی بنیاد بنانے کی وجہ سے

بلونت اردو افسانے کی ایک ایسی آواز سے آشنا ہو گیا ہے جس کا اظہار پہلے کبھی اتنا نہیں کیا گیا تھا۔ وہ کوری نثر میں شاعری کرنے کے طریقے کو ہے۔ میں نے کہا تھا کہ نثر خود اپنی خوبصورتی کے باعث طالب اور حسین معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس وجہ سے کہ وہ شاعری سے قریب تر ہو گئی ہے اور میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اردو میں جدید افسانہ نگاروں میں سعادت حسن منٹو اس اعتبار سے سب سے بڑا افسانہ نگار ہے اور اب میں یہ کہتا ہوں منٹو کے بعد غیر شاعرانہ حسین نثر لکھنے والا افسانہ نگار بلونت سنگھ ہی ہے جس کے افسانے کی خوبصورتی اس کے طرز تحریر کے باعث ہے اور اس کے اس انداز نگارش کے باعث جو شاعری سے دور کا واسطہ نہیں رکھتا۔

اگرچہ بلونت سنگھ کے اسلوب کی بنیادی خوبی یہی ہے جو میں کہہ چکا ہوں، لیکن اس کے باوجود ایک بڑا مزہ دری بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی بلونت سنگھ نے خالص رومانوی کہانی لکھی ہے، وہ اپنے اسلوب میں بھی خالصتاً رومانوی ہو گیا ہے اور اس انداز میں بھی وہ خاصا کامیاب رہا ہے۔ اس سلسلے میں اس کی کہانیوں "ایک معمولی لڑکی"، "شہناز" اور "جگوری" پیش کی جا سکتی ہیں۔ (لیکن چونکہ اس کی نمائندہ کہانیوں کے مقابلے میں مجھے ان رومانوی کہانیوں کی اہمیت بہت کم معلوم ہوتی ہے، اس لیے میں اس پہلو کا اظہار کرنے میں کسی قسم کے جوش کا اظہار نہیں کر رہا ہوں)۔

بلونت سنگھ کی کہانیوں کے کردار عام زندگی کے کردار ہونے کے باوجود اپنی خصوصیات رکھتے ہیں اور کبھی کبھی بلا منگا سنگھ اور کبھی ابھیتا ننگ سنگھ اور نہال چند خیال کے پردوں میں سے رہ رہ کر ابھرتے ہیں۔ ان کرداروں کی خصوصیات بلونت سنگھ کی اپنی داستانہ کردار نگاری کی مرہون منت ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کردار خود اپنے عمل سے اپنا تعارف کرواتا ہے نہ کہ فن کار کے بیان کے ذریعے اور یہی وجہ ہے کہ وہ زندہ کردار بن گیا ہے۔

یہ تھا بلونت سنگھ کے فن کا جائزہ اور اب ہو کے اقتباسات ایک سرسری جائزہ۔ بلونت سنگھ جدید اردو افسانہ نگاروں کی روایات کی تخلیق کردہ نظریاتی حدود کو پھلانگ کر آگے نہیں بڑھ سکا۔ اس کا شعور رومانیت [illegible] زیر دریات کے پیار اور CHIVALROUS نوجوانوں کے مسائل ان کی [illegible] اور ان کے تعلقات سے آگے نہیں بڑھتا۔ اس نے [illegible] کام کرنے والے [illegible] [illegible] بلونت سنگھ [illegible] [illegible] کے علاوہ [illegible]۔

[illegible] نہیں ہو سکتا۔

[illegible] بلونت سنگھ [illegible] [illegible] کے باعث ہمیشہ یاد رہے گا۔

(ادب لطیف سالنامہ ۱۹۶۱ء)
(۸۸ [illegible] ۱-۶)

(مہا شلام)

مجنوں گورکھپوری بحیثیت نقاد

[illegible]

میں بالکل جدید ہیں۔ [illegible] ہے۔ ان مقالوں میں [illegible] اشتراکی [illegible]
[illegible] کو [illegible] کیا گیا ہے۔

کلیم الدین احمد [illegible] ادب کے بعض بنیادی مسائل کے بارے میں [illegible] لکھا ہے اس کو اس عہد کے
نقادوں اور ادیبوں کے [illegible] اثر [illegible] ہے۔

اس عہد میں انھوں نے اس عہد کے تمام بڑے نقادوں مثلاً کلیم الدین احمد، آل احمد سرور اور احتشام حسین
سے پہلے قدم رکھا۔ کلیم الدین احمد کے نقادوں کے زیادہ قائل نہیں ہیں مگر [illegible] کی طرح [illegible]
ہیں۔ [illegible] کا مطالعہ وسیع ہے۔ شاید ہی علوم کا کوئی شعبہ ہو جس کے متعلق وہ کوئی [illegible]
[illegible] کا مطالعہ [illegible] ہے جتنا کہ کلیم الدین احمد کا [illegible] تو انھوں نے [illegible] ہے تو
وہ زیادہ انگریزی ادب ہی پڑھاتے رہے ہیں۔ وہ اردو کے [illegible] کے بارے میں [illegible]
[illegible] انگریزی [illegible] کر جاتے ہیں [illegible] سرسری سے [illegible]
[illegible] کلیم الدین احمد نے اردو [illegible] تنقید [illegible] انھوں نے
[illegible] کلیم الدین [illegible] انھوں نے [illegible]
[illegible] انھوں نے بعض امور میں [illegible] کلیم الدین [illegible]
[illegible] اس قسم [illegible] شاعر کے [illegible]
[illegible] انگریزی [illegible] عالم [illegible] انگریزی کے
[illegible] خصوصاً انگریزی شاعری ان کے دل کے [illegible]
[illegible] کی [illegible]
[illegible] ہے۔

مجنوں کے تنقیدی مضامین کے چند مجموعے شائع ہوئے ہیں وہ اعلیٰ درجہ کی تنقیدی حیثیت کے حامل ہیں۔ [illegible]
[illegible] اشتراکی [illegible]
[illegible] ہمارے معاصر [illegible] اور [illegible] ان [illegible] شاید
سب سے [illegible] ہے۔

مجنوں کا فلسفہ کا مطالعہ بھی بہت وسیع ہے۔ انھوں نے جمالیات کی تاریخ پر ایک مختصر کتاب لکھی ہے مگر
[illegible] اپنا [illegible] ہے۔ اس [illegible] کوشش [illegible] نظریہ کے برخلاف
[illegible]
[illegible] ہو۔

انھوں نے اقبال پر ایک بہت مختصر کتاب لکھی ہے وہ اصل میں اشارات ہیں [illegible] مختلف
موضوعات پر اور اقبال کی شاعری پر مختلف [illegible] سے [illegible]
[illegible]
[illegible] شاعری [illegible]

[illegible]

[illegible]

اقبال پر لکھی گئی کتاب کے [illegible] یہ تھا کہ انھوں نے اقبال پر تنقید کرتے ہوئے [illegible]
ہے۔ [illegible] وہ یہ ہے کہ ایک طرف تو انھوں کے ذہن میں مشرقی شاعری کا مثالی [illegible] دوسری طرف [illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

(سب رس حیدرآباد، اگست ۸۸ء)



صباح الدین عبدالرحمٰن

علامہ شبلیؒ نے ایک خواب دیکھا، علامہ سید سلیمان ندوی نے اس کی تعبیر نکالی، دارالمصنفین اعظم گڑھ قائم ہو گیا۔ اس نے اتنی ترقی کی کہ علم و ادب کی اجتماعی کوششوں کا ایک نمونہ بن گیا اور اس کی مثال دی جانے لگی۔ کیا تصنیف و تالیف، کیا کتابت و طباعت، دارالمصنفین نے ،، دو کتب و رسائل کی اشاعت کا ایک معیار دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس کے کتب سے جو کتابیں شائع ہوئیں انھوں نے تاریخ بنائی اور وہ تاریخیں لکھیں جنھوں نے مغرب کی ذہنی دست برد کے مقابلے میں مشرق کے حوصلے بلند کر دیے اور متعدد ان موضوعات کا فیصلہ مشرق کے حق میں کر دیا۔ جن کے متعلق اہل مغرب کے اس کم علم و کم نظر طبقے نے جسے مستشرقین کہا جاتا ہے، طرح طرح کی غلط فہمیاں دانستہ یا نادانستہ بلکہ دونوں طور پر خود اہل مشرق کے جدید تعلیم یافتہ افراد کے درمیان پیدا کر دی تھیں۔ چنانچہ ان افراد نے دارالمصنفین کے اس عظیم الشان کارنامے کا احسان مانا اور برملا اس کا اقرار کیا۔ اپنے وقت کے سب سے بڑے مغربی تعلیم یافتہ، ڈاکٹر سر محمد اقبال نے علامہ سید سلیمان ندوی کو جوئے اسلام کا فرہاد بھی کہا اور خیام پر ان کی تصنیف کو اپنے موضوع پر تمام مباحث کا خاتم بھی قرار دیا۔

دارالمصنفین اعظم گڑھ اس لحاظ سے بھی منفرد و ممتاز ہے کہ اسے مصنفین ہی نے قائم کیا۔

اور ترقی دی۔ جب کہ عام طور پر ایسا ادارہ یا تو کسی حکومت کی سرپرستی میں چلتا ہے یا اسی ادارے کے لیے۔ پھر یہ ادارہ ایک قوم کے اس سارا آلی دور میں تشکیل پا کر اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گیا۔ اس کی ۔۔ تصنیفات کے نام، جہاں کے خواص ہیں اور اس نے ہر اعتبار دیکھ لیا ہو کی تشکیل بھی کی یہ سب بالکل انقلاب آفرین تھی جو بعد کو مفید ثابت ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ جس میں سیاسی، معاشی اور صنعتی تقاضوں کے برخلاف مشرق کی معقول نشأۃ ثانیہ کا ایک اہم ذریعہ ندوۃ المصنفین اعظم گڑھ ہے۔ لیکن برصغیر کی آزادی اور تقسیم کے وقت اس کی بقا ایک سوالیہ نشان بن گئی۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ اس کے بانی، علامہ سید سلیمان ندوی۔ اس کے تحفظ کا اہتمام کے سامان کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے اور ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا جس کا پر کرنا محال نظر آنے لگا۔

اس امر محال کو ممکن بنانے کے لیے سب سے پہلے مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم سامنے آئے اور کتابوں کی اشاعت سے "معارف" کی ادارت تک انھوں نے دارالمصنفین کی مسلسل زندگی اور ترقی کی توقعات پیدا کیں۔ لیکن وہ بھی بہت جلد دنیا سے رخصت ہو گئے اور یہ سوال پھر پیدا ہو گیا کہ اب کیا ہو گا۔ کون جانشین ہو گا اور طوفان حوادث میں کشتی کی ناخدائی کر کے اسے ساحل مقصود کی طرف کون لے جائے گا۔ جناب سید صباح الدین عبدالرحمن مرحوم اس سوال کا جواب بن کر سامنے آئے۔ وہ اپنے پیش روؤں کی طرح سند یافتہ عالم دین اور عربی و فارسی کے ماہر تھے، ندوے کے بھی فارغ التحصیل نہیں تھے، انھوں نے پٹنہ یونیورسٹی سے تاریخ میں ایم۔ اے کیا تھا۔ علامہ سید سلیمان ندوی کے ہم وطن تھے اور ان کے زیر تربیت تصنیف و تالیف میں مشغول رہے جب انھوں نے معارف کی ادارت سنبھالی اور اس کے شذرات لکھنے لگے تو محسوس ہوا کہ دارالمصنفین کا آسمان ابھی ستاروں سے خالی نہیں ہوا۔

ایک وقت وہ تھا کہ ہم صرف ہی صفحہ تک جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن کی تصنیفات و تالیفات اور دوسری طرف ان کے قلم سے ہر ماہ نکلنے والے معارف کے شذرات سے اردو دنیا کو نقش علمیات و شبلی کا خواب ختم ہو رہا ہے۔ نہ سید سلیمان ندوی کی تعبیر ختم ہوئی ہے نہ شاہ معین الدین ندوی کی کوششیں نمایاں ہوئی ہیں۔ چنانچہ دارالمصنفین کا انتظام شمسی اب سید صباح الدین عبدالرحمٰن کی ذات سے وابستہ ہو کر گردش کرنے لگا۔ دو سال گزر گئے سب وہیں اسی صدی کی اپنی آخری دہائی کی طرف بڑھتی رہی اور دارالمصنفین اپنے منصوبہ و مقصد کی تعمیل و تکمیل کرتا رہا۔ اس عظیم الشان ادارے کا وقار برقرار رہا۔ اس کی سرگرمیاں جاری رہیں۔ اس کی مطبوعات کا تسلسل قائم رہا۔

پچھلے دس سال میں راقم السطور کو مرحوم سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور مختلف جہتوں سے ملا۔ اکثر و بیشتر ان سے ملک کے علمی و ادبی جلسوں میں ملاقاتیں ہوتی رہیں اور بعض وقت تھوڑی دیر کے لیے ساتھ سفر کرنے کا اتفاق بھی ہوا۔ اس کے علاوہ جب بھی وہ پٹنہ آئے یہاں حلقہ معتقدین مرحوم سے ملنے اور ہمیشہ ساتھ رہے، باہمی گفتگو میں کچھ ملاقات کے سلسلے میں ان کے خطوط بھی آتے رہے۔ ملک کے چند رسائل میں معارف میں شائع کیے اور خاص کر اس کی دو کتابوں پر جو وہ اقبال کے جن میں ایک "اقبال کا نظام فن" پر تنقیدی مقالہ ہو گیا۔ جس پر بہت زیادہ توصیفی تحسین کے ساتھ کچھ "چھیڑ چھاڑ" بھی تھی۔ لیکن جب اس چھیڑ کا مقصد مفصل جواب مصنف نے دیا تو ایک کتب میں اور معارف نے ایک تعلیم کی اشاعت پر اصرار کیا جائے۔

ان باتوں سے محسوس ہوا کہ جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم ایک بہت حساس، رقیق القلب، مخلص اور گرم جوش انسان تھے۔ بزرگوں کے نہایت عقیدت مند تھے۔

اور چند دوں کے ساتھ وہ وجہ شفقت، گفتگو میں جو انتظار یا ہوتے اور دستے گئے ہیں۔ اور بعض وقت جو جا بجا انداز اختیار کرتے ہیں۔ جس سے محفل میں ایک عالم پیدا ہوتا ہے، اور لوگ اس نکتے کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں جو اٹھایا گیا ہے۔ مرحوم کے مضامین میں لطافت اور بشاشت کا وہی امتزاج ہے جو دبستان شبلی کی خصوصیت کہی جاتی ہے۔ اس دبستان کے بانی سے مرحوم کی عقیدت و تبحر سے متاثر کے اس خط سے بھی آشکارا ہے جو راقم السطور کے نام دارالمصنفین میں شبلی کی تنقید نگاری پر توسیعی لکچر کا دعوت نامہ ہے۔

"میرا خیال ہے کہ آپ مولانا شبلی کی حیثیت نقاد کے موضوع پر مقالہ لکھیں تو زیادہ بہتر ہو۔ لیکن یہ مقالہ ایسا ہو کہ ایک چھوٹے سے رسالے میں شائع بھی کیا جا سکے یعنی مختصر نہ ہو۔ پھر یہ واضح رہے کہ دارالمصنفین کا ایک خادم ہونے کی حیثیت سے اس میں کوئی ایسی بات نہ ہو جو مولانا شبلی کی علمی و ادبی شان کے خلاف ہو۔ ظاہر ہے کہ آپ اس کا خود خیال رکھیں گے۔"

جس چیز نے مجھے یہ دعوت قبول کرنے پر آمادہ کیا وہ اقتباس کا آخری جملہ ہے جس سے مکتوب الیہ پر اعتماد اور اس کے ساتھ خلوص کا اظہار ہوتا ہے، ورنہ مرحوم کے لیے خود اپنی آخری ملاقات میں، جو جناب سید شہاب الدین دسنوی کے مکان پر پٹنہ میں ہوئی تھی۔ بتایا کہ ندوہ کے ایک بزرگ ترین نقاد شاید "مولانا شبلی کی علمی و ادبی شان کے خلاف" کچھ نہ کہنے کی پابندی پر گراں خاطر ہوئے کہ انھوں نے دعوت نامے کا جواب نہیں دیا۔ بہرحال، جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن کے خطوط، مولانا شبلی کے ساتھ ان کی عقیدت میں غلو کے باوجود، اشارہ کرتے ہیں کہ مرحوم نے کتنی محبت اور محنت کے ساتھ، اپنے وقت میں دارالمصنفین، اور اسکے مکتبۂ فکر کی حفاظت و حمایت اور خدمت کی۔

پوری نصف صدی تک اپنے تمام ذہنی و جسمانی قویٰ مشرقی علوم کے اس مایۂ ناز ادارہ کی آبیاری و شادابی پر صرف کرتے رہے اور مر کر بھی اسی کی خاک میں دفن ہوئے۔ یقیناً یہ ایک ایسے جنونِ عشق کا اندازہ ہے جو اقبال کے لفظوں میں عقل کے چاک بھی سیتا اور کارساز ہوتا ہے۔ اپنے ایسے مجنوں کی رحلت پر دارالمصنفین کا مستقبل ایک بار پھر سوال کر رہا ہے:

کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق؟
لبِ ساقی پہ مکرر ہے صلا میرے بعد! (غالب)

"معارف" اعظم گڈھ فروری ۸۸ء

صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم



گوپی چند نارنگ

فکر تونسوی — دھرتی کا باسی

[illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] (AMBIGUITY) [illegible] (AMBIGUITY) [illegible] (AMBIGUITY) [illegible]

[illegible]

> [illegible]

[illegible]

[illegible]

> [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہے ۔ پس منظر نے [illegible]
[illegible] ہے ۔ معاملے کی سنجیدگی کو
[illegible] بیگم [illegible] کیونکہ میری [illegible]
[illegible] آپ میرے [illegible] کا استعمال کرتے ہیں ؟
[illegible] بدل دیا [illegible] میرے دل [illegible] اس گھر کی [illegible] اس سلطنت کی
[illegible] ہے ؟

ایک دن [illegible] اور بیگم [illegible] لیکن آج
[illegible] اور [illegible]
[illegible] اور اب [illegible]
[illegible] اور ——

[illegible]
[illegible]: [illegible] آیا تھا کیا ؟

[illegible] سب کی خبر لی ہے ۔ [illegible]
[illegible] ادیب ، شاعر [illegible] انھیں [illegible] زیادہ
[illegible] لیکن یہ کردار [illegible] PROF [illegible]
[illegible] کبھی انھوں نے سیاسی اجارہ داروں کی خبر لی ہے تو کبھی [illegible]
[illegible] ریاکاری ، جھوٹ ، مکر ، فریب ، منافقت ، خود غرضی اور ابن الوقتی کا پردہ
چاک کیا ہے [illegible] آسمان میں پرواز کرتے ہیں ۔ پاتال کی تہ میں اترتے ہیں ، بلکہ زمین
[illegible] ان کا مزاج عام انسانوں کے جیسا ہے ، راست ، سیدھا ، توانا اور بے باک ۔ ان کے
[illegible] ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ۔ وہ [illegible]
[illegible] صاف ، تیز اور [illegible] اور یہی ان کی مقبولیت
کا راز ہے

(فکر تونسوی حیات اور کارنامے)





خودنوشت

مجنوں گورکھپوری

میں نے بھی دنیا کے مشہور روزگار انشاپردازوں کی طرح اپنے ادبی شغف کا اظہار اس صنف سے کیا جس کو سب شاعری کہتے ہیں اور جس کو میں نظم کہوں گا۔ میں نے کس عمر میں شعر کہنا شروع کیا یہ بتانے کی ضرورت نہیں لیکن جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں میں نے بہت جلد نثر کو ذریعۂ اظہار بنایا جس کو انگریزی زبان کا مشہور نقاد ڈرائیڈن "نثر کا دوسرا آہنگ" کہتا ہے۔ میں نے نظم کا آہنگ چھوڑ کر نثر کا آہنگ کیوں اختیار کیا اس کو سمجھنے کے لیے تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے۔ پہلی بات جو یاد رکھنا چاہیے یہ ہے کہ جس زمانے میں، میں شعر گوئی کو اپنا روز کا مشغلہ بنائے ہوئے تھا اس زمانے میں بھی نثر لکھتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ خان بہادر ناصر علی مدیر "صلائے عام" دہلی، مہدی افادی الاقتصادی، سجاد حیدر یلدرم، نیاز فتحپوری، شاہ دلگیر، نواب نصیر حسین خاں خیال وغیرہ کی سربراہی میں اردو میں رومانیت اپنے عروج پر تھی اور ادب لطیف کو قبول عام کا درجہ حاصل تھا۔ ادب لطیف کی اصطلاح بہت وسیع تھی اور اس میں چھوٹے چھوٹے افسانے مثلاً کیوپڈ اور سائکی، ایک شاعر کا انجام، زہرِ محبت، کہکشاں کا ایک ساحل اور رومانی افسانہ نما انشائیے۔ مثلاً خواب طفلی اور آرزوئے شباب اور جنت گم اور داستان غم جیسی نثری تخلیقات شامل تھیں۔ ان کے علاوہ اردو میں ادب لطیف کے تحت رومانی نثر کی ایک نئی صنف پیدا ہو چکی تھی جس کو "شعر منثور" بھی کہتے تھے اور جو انگریزی کے مشہور انشا پرداز آسکر وائلڈ اور ہندوستان کے آفاقی شہرت رکھنے والے ٹیگور کے اثر کا نتیجہ تھی۔ شعر منثور میں ایک مختصر نثر پاروں میں غزل کی تمام فنی خصوصیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے عظیم

تاثرات و حالات کا بیان ہوتا تھا۔ نیاز فتح پوری ایسے شعری منثورات کے سب سے بڑے
ماہر تھے اور ان کے ساتھ چھوٹے بڑے لکھنے والوں کی پوری ایک جماعت تھی۔ میں نے بھی
۱۹۲۱ - ۱۹۲۳ء میں بہت سے ایسے ٹکڑے لکھے تھے۔ کچھ طبع زاد تھے کچھ آفاقی جمہوریت کے
علمبردار امریکی شاعر والٹ وٹمین اور کچھ ٹیگور سے متاثر ہو کر لکھے گئے تھے اور کچھ ٹیگور
کے منظومات بالخصوص "باغباں" سے ترجمے تھے۔ ان میں بعض "سہان" گورکھپور، "زمانہ" کانپور،
"ادیب اردو" لکھنؤ میں شائع ہوئے تھے۔ بیشتر اشاعت پائے ہوئے بغیر ضائع ہو گئے۔ یہ سب تو
تفنن اور تفریح کے طور پر کیا کرتا تھا۔ میرا مزاج نثر سے زیادہ مانوس تھا ایسی نثر سے جو شاعری
کی تمام پاکیزگیاں اور نزاکتیں اپنے اندر رکھتی ہو۔ مگر ساتھ ہی ساتھ اس رسائی اور پہنائی کی
بھی مالک ہو جو سرمدی کائنات اور ماورائے کائنات کے حقائق کا احاطہ کر سکے اور ان کو نہ صرف
تجزیاتی اور قابل فہم زبان میں بیان کر سکے کہ نظم کی کمی محسوس نہ ہونے پائے۔ اردو نثر میں
میرا اپنا میلان ایسے علمی موضوعات کی طرف تھا جن کا اردو میں فقدان تھا۔ اپنی زندگی کے
جس دور کو میں نے پہلی صحبت میں اپنی نظم نگاری کا دور کہا ہے اس میں بھی میں نے نہایت
سنجیدہ اور ٹھوس مضامین لکھے ہیں "مشرق" گورکھپور بابت ۱۹۲۱ - ۱۹۲۰ء کے اوراق الٹیے۔ کتب و
رسائل پر لکھے ہوئے میرے تنقیدی تبصرے جا بجا ملیں گے۔ "سہان" گورکھپور ۱۹۲۳ء میں
جہاں آپ کو ٹیگور کے منظومات کے میرے کیے ہوئے کچھ ترجمے ملیں گے، وہیں "مسیح فلسطین"
کے عنوان سے تاریخ یہود کی دو قسطیں بھی ملیں گی۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ تاریخ مکمل
نہ ہو سکی۔ مولانا کیفی چریا کوٹی مرحوم کے لاابالی مزاج کی وجہ سے "سہان" چار شماروں سے آگے
نہ چل سکا اور "مسیح فلسطین" کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ "نقیب" بدایوں ۱۹۲۱ء کے کسی شمارے میں
"رونے والے فلسفی" کے عنوان سے آپ میرا ایک مضمون پائیں گے۔ اس میں یونان کے
مشہور پیش سقراطی حکیم ہرقلیطوس کی زندگی، کائنات اور حیات انسانی کے بارے میں اس
کے خیالات پر مختصر بحث ہے۔ ہرقلیطوس شاید دنیا کا پہلا مفکر ہے جس نے صعوبت کو نہ صرف
برحق مانا بلکہ اس کو ایک خوش آیند علامت سمجھا۔ اس کا یہ قول فلسفے کی دنیا میں ضرب المثل
ہے۔ "ایک دریا میں کوئی دوبارہ نہیں نہا سکتا" وہ زندگی کو ایک بہاؤ اور ایک مسلسل روانی
بتاتا ہے۔ اس کے تخلیقی ارتقا کا نظریہ اسی تصور پر مبنی ہے۔ ہرقلیطوس انسان کی کمزوریوں
اور حماقتوں پر آنسو بہاتا تھا۔ "اس لیے رونے والا فلسفی مشہور ہو گیا"۔ بالکل اسی طرح جس
طرح یونان ہی کا ایک دوسرا حکیم دیمقراطیس جو نظریۂ سالمات کا پہلا منبع ہے، ہنسنے والا فلسفی
مشہور ہوا کیونکہ وہ انسان کی حماقتوں اور جہالتوں پر قہقہے لگاتا تھا۔ اس نوع کے ٹھوس علمی
مضامین اس دور کے دوسرے رسالوں میں بھی ملیں گے۔ قصہ مختصر فروری ۱۹۲۶ء تک میرے
فرشتوں کو بھی گمان نہ تھا کہ میں کبھی کوئی افسانہ بھی لکھوں گا اور پھر ایک عرصے تک افسانہ نگار سمجھا
جاؤں گا۔ میری افسانہ نگاری کی تقریب کیا تھی، یہ روداد دلچسپ ہے۔ گزشتہ صحبت میں
جمیلہ بیگم بنت مہدی حسن افادی الاقتصادی اور اہلیہ محمد زکی کا ذکر بھی آ چکا ہے۔ وہ میرے جمالیاتی

ذوق کے لیے ایک مستقل سہارا تھیں۔

مہدی حسن افادی کی لڑکی تھیں باپ کے توسط سے مشہور رسائل اور تازہ سے تازہ کتابیں ان کو مل جایا کرتی تھیں۔ وہ بھی اپنے طور پر کئی ادبی رسائل کی خریدار تھیں۔ میرے پاس بھی جو رقم ہوتی تھی وہ رسالوں اور کتابوں ہی کی نذر ہوا کرتی تھی۔ ہم دونوں کی تمام کتابیں بیگم محمود زکی ہی کے پاس جمع ہوا کرتی تھیں۔ ایک خاصی لائبریری مرتب ہو گئی تھی۔

بیگم زکی کی موت ۱۹۴۶ء میں واقع ہوئی۔ سخت بیماری کی اذیتیں دو سال تک جھیلتی رہیں۔ اس دوران میں یہ لائبریری منتشر ہو کر خدا جانے کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ صرف "سہجان" کی ایک جلد مجھے مل سکی۔ وہ بھی اب علی گڑھ میں پڑی ہوئی ہے۔ جمیلہ بیگم نیاز فتح پوری کی پرستاروں میں تھیں۔ مہدی افادی کی بیٹی جو ٹھہریں۔ مہدی افادی خود اپنے سے فوراً بعد کی نسل کے دو چھوٹوں کی طرز نگارش کے بڑے مداح تھے۔ ایک نیاز فتح پوری دوسرے عبدالماجد دریا بادی۔ میں خود دو مختلف سطحوں پر ان دونوں کے جمالیاتی انداز تحریر کا دل سے قائل تھا لیکن کسی کا پرستار ہونا میری فطرت کے منافی تھا۔ انھیں دنوں میں نیاز کے افسانہ "شہاب کی سرگزشت" کا بڑا چرچا تھا جو "نگار" میں مسلسل شائع ہو رہا تھا۔ یا مکمل ہو چکا تھا۔ جمیلہ بیگم اس افسانے کی بڑی مداح تھیں۔ کئی بار پڑھ چکی تھیں اور مجھے بھی سنا چکی تھیں۔ میں نیاز کے ساحرانہ اسلوب بیان کا اس افسانے میں بھی معترف تھا۔ میں اس رومانی لذت آزار کا بھی قائل تھا جو اس زمانے میں نوجوان طبیعتوں کی عام پہچان تھی۔ ایک رومانی اضطراب خود میرے مزاج کا ایک غالب عنصر تھا جو ایک بدلے ہوئے انداز کے ساتھ شاید آج تک باقی ہے۔ لیکن "شہاب کی سرگزشت" ایک افسانہ کی حیثیت سے مجھے متاثر نہ کر سکا۔ پلاٹ کا تو خیر یہ افسانہ ہی نہ تھا۔ لیکن مجھے اس میں کوئی نقطۂ نظر یا مرکزی تصور بھی ایسا نہ ملا جو سوچا سمجھا ہوا ہو اور زندگی کی مسلمہ قدروں پر کوئی اضافہ ہو جیسا کہ اس قسم کے بعض مغربی افسانوں میں میں نے پایا تھا۔ سارے افسانے کا مدار شہاب کی خارج المرکز شخصیت پر تھا جس کے خیالات بھی سطحی طور پر خارج المرکز تھے۔ میں نے جمیلہ بیگم سے اپنی رائے کا بے تکلف اظہار کر دیا۔ انھوں نے طنزیہ لہجے میں کہا کہ "یہ سب نہ لکھ سکنے کی باتیں ہیں" اسی رات میں لکھنے بیٹھ گیا اور ایک نشست میں "زیدی کا حشر" ایک تہائی لکھ کر صبح کو جمیلہ کو سنا دیا۔ وہ مسکرا کر کہنے لگیں کہ میں جانتی تھی کہ تم لکھ سکتے ہو اور تم سے اسی طرح سے لکھوایا جا سکتا ہے جس طرح میں نے لکھوا لیا۔ اب اس کو جلد پورا کر لو۔ لیکن میں نے اس کو پورا نہیں کیا۔ دو تین ہفتے بعد نیاز فتح پوری گورکھپور آئے۔ انھوں نے جمیلہ بیگم اور میرے ایک دوست نعمت اللہ انصاری سے "زیدی کا حشر" کا ذکر سنا تو میرا لکھا ہوا نامکمل مسودہ لے کر پڑھا اور اپنے بکس میں منتقل کر کے کہا کہ یہ افسانہ "نگار" میں قسط وار چھپے گا اور میں باقی کام جلد مکمل کر کے انھیں بھوپال بھیج دوں۔ اب مرتا کیا نہ کرتا۔ "زیدی کا حشر" پورا کیا گیا اور "نگار" میں بالاقساط چھپا۔ اور علی گڑھ یونیورسٹی میں اس کا چرچا ہر زبان پر ہونے لگا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ شاعروں اور ادیبوں کو مشہور اور بدنام اور سب سے سب لوگوں سے جلد چار چاند یا کلنک کا ٹیکہ لگانے کا مرکز ہے۔ یہ تو ہوئی میرے پہلے افسانے کی تقریب۔ اس کے چند ماہ بعد

مجھے نیاز فتح پوری نے سمجھانا شروع کیا کہ میں افسانہ نگاری کی بہترین قابلیت رکھتا ہوں اور میں صرف افسانے لکھوں اور "نگار" کو ہر ماہ ایک افسانہ بھیجوں اور "نگار" اس زمانے کی عام شرح سے زیادہ معاوضہ مجھے دے گا۔ یوں میں افسانے لکھنے لگا۔ میرا دوسرا افسانہ "گناہ" ہے۔ اس افسانے کی تخلیق بھی دلچسپ ہے۔ میں اور فراق گورکھپوری [illegible] کے دوسرے نصف میں مستقل طور پر الٰہ آباد میں تھے۔ ہم ایک ... کی بالائی منزل میں رہتے تھے۔ بڑی بڑی شخصیتیں ہمارے کمروں میں آتی تھیں اور ہم لوگوں سے تبادلۂ خیالات کرتی تھیں۔ کچھ لوگ دوسری جگہوں سے آتے تھے اور ہمارے مہمان ہوتے تھے۔ ان میں حسرت موہانی اور پریم چند خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ دونوں سے ہم لوگ بہت پہلے سے بے تکلف تھے۔ پریم چند سے اس وقت سے ملاقات تھی جب وہ گورکھپور میں گورنمنٹ نارمل اسکول میں ایک مدرس تھے۔ گرمیوں کے دنوں میں پریم چند ایک دفعہ بنارس سے الٰہ آباد آئے۔ اور کئی دنوں تک ہمارے ساتھ رہے۔ ایک رات ہم تینوں آنگن میں اپنی اپنی چارپائی پر بیٹھے دیر تک باتیں کرتے رہے۔ دوران گفتگو میں فراق نے ایک افسانے کا مبہم خاکہ بنا کر کہا تم دونوں اس قسم کا افسانہ لکھو۔ افسانے کی بنیاد ٹامس ہارڈی کے مشہور ناول ٹیس کے مبہم تاثرات پر تھی۔ اور فراق اور میں اکثر باہم اس پر گفتگو کر چکے تھے۔ گرمیاں آئی گئی ہوئیں۔ [illegible] کے ابتدائی موسم گرما میں گورکھپور چلا آیا اور کچھ دنوں کے لیے اپنے گاؤں میں مقیم رہا۔ یکایک مجھے خیال آیا کہ لاؤ وہ افسانہ لکھ ڈالوں۔ چنانچہ آدھی رات اور آدھے دن کے اندر میں نے "گناہ" کے عنوان سے افسانہ تیار کر لیا۔ اور دوسری ڈاک سے اسے نیاز کے پاس بھیج دیا اور انھوں نے بعد سے جلد "نگار" میں شائع کر دیا۔ ۱۹۳۰ء میں میں نے ادارۂ اشاعت قائم کیا اور ۱۹۳۲ء میں اپنا رسالہ "ایوان" جاری کیا اور ایوان اشاعت کے مطبوعات کے سلسلے کی چوتھی کتاب میرے افسانوں کے پہلے مجموعے "خواب و خیال" کا اشتہار شائع ہونے لگا۔ تو ایک صاحب نے مجھے لکھا کہ عرصہ ہوا کسی اخبار یا رسالے میں کسی کرم فرما نے جلی حروف کے ساتھ لکھا ہے کہ میرا افسانہ "گناہ" پریم چند کے ہندی افسانے "آبھوشن" سے بغیر حوالہ دیے ہوئے لے لیا گیا ہے۔ میں نے آج تک پریم چند کا یہ ہندی افسانہ نہیں پڑھا۔ میں ہنس کے رہ گیا۔ عرصے کے بعد پریم چند سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ تم نے اس کی تردید کیوں نہیں کی اور اصلیت سے لوگوں کو آگاہ کیوں نہیں کیا۔ پریم چند نے اپنا مخصوص دیہاتی قہقہہ لگا کر کہا: "مجنوں تم بھی کن باتوں میں پھنستے ہو۔ لوگ تو جھوٹ سچ کہا کرتے ہیں۔ کس کس کی تردید یا تصدیق کی جائے۔" پریم چند جہاں بڑے معاملہ [illegible] تھے وہیں ان معنوں میں معصوم تھے جن معنوں میں صرف وہ انسان معصوم ہو سکتا ہے جس نے تہذیب کے ساتھ تہذیب کی آلائش اور ریاکاری کو قبول نہ کیا ہو۔ لیکن میں نے پریم چند سے ایک اور سوال کیا اس کا انھوں نے اپنی سادگی اور بے ساختگی میں جو جواب دیا وہ بہت عبرت آموز ہے۔ میں نے پوچھا آخر تم نے اپنے افسانے کا عنوان "آبھوشن" کیوں رکھا۔ جب کہ "گہنا" کا عام فہم لفظ سامنے موجود تھا۔ کیا "گہنا" ہندی لفظ نہیں ہے؟ کیا یہ عرب یا ایران یا ترکستان سے آیا ہے

لفظ ہے۔ پریم چند نے کہا بیٹا بھولو، میں نے اپنی زندگی کا بہترین حصہ اردو میں صرف کیا ہے اور اردو نے ہی مجھے شہرت دی ہے۔ میں اردو سے ہندی میں آیا ہوں۔ مجھے ڈر لگا رہتا ہے کہ میں سہل اور عام فہم زبان لکھوں تو ہندی والے اسے اردو سمجھ کر قبول کرنے سے انکار نہ کر دیں۔ اب کیا کہتا۔ بات بڑے بھولے انداز میں کہی گئی تھی۔ میں پریم چند پر ترس کھا کر رہ گیا۔ ہاں تو "گہنا" میرا دوسرا افسانہ ہے۔ لیکن پڑھنے والا فوراً محسوس کرے گا کہ خیالات اور زبان و اسلوبِ بیان کے لحاظ سے "زیدی کا حشر" اور "گہنا" میں کوئی قرابت نہیں ہے۔ حالانکہ دونوں کے درمیان صرف ایک سال کا فاصلہ ہے۔ افسوس ہے کہ میرے افسانوں کے بیشتر مجموعے میرے پاس اس وقت موجود نہیں ہیں ورنہ مثال کے طور پر اقتباسات پیش کرتا۔

دسمبر ۱۹۳۱ء کے ایوان میں ثریا کے فرضی نام سے ایک خاتون نے میرے اس وقت کے تمام افسانوں پر محاکمہ کیا تھا۔ مجھے آج تک ان کو عورت تسلیم کرنے میں پس و پیش ہے۔ اگرچہ ان کی بعض باتیں اور لب و لہجے کی چند خصوصیات ایسی ہیں جن کو عورت سے ہی منسوب کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال "زیدی کا حشر" پر ان کی مختصر رائے سن لیجیے۔ "مجھ سے قسم لے لیجیے جو اس افسانے کی ایک بات بھی میری سمجھ میں آئی ہو۔ ایک تو زبان ایسی ہے کہ معلوم ہوتا ہے گویا پروفیسر صاحب کسی نئے ستارے کی رفتارِ گردش سمجھا رہے ہیں۔ دوسرے اس میں جتنی باتیں کہی گئی ہیں وہ سب چیستان ہیں اور صرف مصنف کی منطقی ذہانت کا پتا دیتی ہیں۔ حیرت ہے کہ جس نے "زیدی کا حشر" لکھا ہو وہ اس قدر جلد "گہنا" اور "حسنین کا انجام" کیسے لکھنے لگا۔ اسی لیے میں نے وصیت کی تھی کہ "زیدی کا حشر" میرے افسانے کے کسی مجموعے میں نہ شامل کیا جائے۔ میں بہت جلد اپنے کو اس فسانے سے اجنبی پانے لگا۔ لیکن ۱۹۳۲ء میں ناگپور کے ایک نوجوان عقیدت مند قادر نیازی کو ضد ہو گئی کہ وہ "زیدی کا حشر" کتابی صورت میں شائع کریں گے اور میں نے بالک ہٹ کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ چنانچہ "تردیدِ وصیت" کے مقدمے کے ساتھ میں نے اس افسانے کو چھاپنے کی اجازت دے دی۔ اس طرح میرا پہلا افسانہ کتابی صورت میں میرا آخری افسانہ ہو گیا۔ میرا تیسرا افسانہ "سمن پوش" ہے جو ۱۹۳۲ء میں "گہنا" کے فوراً بعد نگار ہی میں شائع ہوا۔ افسانہ میرے کسی روحانیاتی جذبے یا عقیدے کی پیداوار نہیں ہے۔ بلکہ صرف میرے وسیع مطالعے اور شدید تخیل کا اکتساب ہے۔ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۰ء تک میں جہاں اور علوم و فنون کے بارے میں اپنے معلومات کا دائرہ وسیع کرتا رہا وہیں "آکلٹ سائنسز" — یعنی علومِ باطنی اور "سائیکل ریسرچ" — یعنی روحانیاتی تحقیق کا انہماک کے ساتھ مطالعہ کرتا رہا۔ انھیں سب عوامل کا نتیجہ "سمن پوش" اور "حسن شاہ" مطبوعہ نگار ۱۹۳۱ء "تم میرے ہو" مطبوعہ مرقع ۱۹۳۲ء اور رسالہ "جن" کے وہ ابتدائی چار شمارے ہیں جو میں نومبر کے اواخر میں مرتب کر کے نیاز کو دے آیا تھا۔ ان چاروں شماروں میں سارے مضامین کیا علمی حقائق کیا افسانے اور کیا سنی ہوئی روایتیں سب میرے لکھے ہوئے ہیں۔ رسالے "جن" کی شانِ نزول کا تذکرہ میں کسی قدر تفصیل سے اپنے افسانے کے مجموعے کے دیباچے "تحریریں" میں کر چکا ہوں ۱۹۳۳ء میں ایک صحبت میں ذکر چھڑ گیا

کہ اردو میں جنسیات اور روحانیت پر کوئی رسالہ نہیں ہے اور یہ ایک بہت بڑی کمی ہے۔ سب کی متفقہ رائے تھی کہ ایسا رسالہ نکلنا چاہیے۔ نیاز نے کہا کہ ان موضوعات پر لکھے گا کون، اور رسالے کی ترتیب کا ذمہ کون لے۔ میں نے کہا کہ نیاز صاحب اصل اہم یہ ہے کہ سرمایہ کہاں سے آئے۔ رسالے کے مصارف کا ذمہ دار کون ہو۔ اگر یہ مہم سر ہو جائے تو میں عمر بھر کے لیے اس کی ترتیب اور ادارت اور مضامین کا خود ذمہ لیتا ہوں۔ نیاز مصارف برداشت کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ رسالے کا نام "جن" اور اسی کی رعایت سے ایڈیٹر کا نام "جان" قرار پایا۔ اور میں نے شروع کے چار رسالے لکھ کر اور ان کو ترتیب دے کر نیاز کے حوالے کر دیا۔ رسالہ جنوری [illegible]ء سے نکلنا شروع ہو گیا۔ مجھے بعض نجی حالات نے مجبور کر دیا اور میں دسمبر [illegible]ء میں لکھنؤ چھوڑ کر گورکھپور چلا آیا۔ رسالہ "جن" جب شائع ہوا تو ایڈیٹر "جان" کی جگہ نیاز فتح پوری دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی اور میں نے لکھ کر دریافت کیا تو انھوں نے مختصر سا جواب مجھے یہ دیا کہ رسالے کے خریداروں کی تعداد بڑھانے کے لیے انھوں نے اپنا نام دینا ضروری سمجھا۔ اور یہ کہ میں نے جتنے مقالے اور افسانے لکھے ہیں ان کو جب چاہوں اپنے نام سے منسوب کر سکتا ہوں۔ میں چپ ہو رہا۔ اور پھر دوسری مصروفیات میں کھو گیا۔ رسالہ "جن" شاید ایک سال سے زیادہ نہ نکل سکا۔ مگر یہ سب تو [illegible]ء کی باتیں ہیں جو لازمی طور پر "سمن پوش" کے سلسلے میں نقل آگئیں۔ ذکر "سمن پوش" کا ہو رہا تھا۔ باوجود اس کے کہ یہ میرا تیسرا افسانہ ہے اور میرے تخلیقی دور کے عنفوانِ شباب کی یادگاروں میں سے ہے لیکن میں نے اس کو ہمیشہ ایک معمولی افسانہ سمجھا مگر "نگار" کے کسی سال کے کسی شمارے میں مجھے سال اور مہینہ ٹھیک یاد نہیں ایک خبر شائع ہوئی کہ بریلی کے کوئی نوجوان جو علی گڑھ سے بی اے کر چکے تھے میرے اس افسانے کو وظیفے کے طور پر پڑھا کرتے تھے کہ افسانہ میری جان لے کر رہے گا اور ایک روز ایسا ہی ہوا۔ نیاز نے "نگار" میں یہ خبر بڑے تاثر کے ساتھ شائع کی۔ خبر نہایت مختصر تھی۔ نیاز کو یہ خبر مختصر ہی ملی تھی اس واقعے نے "سمن پوش" کو مثنوی "زہرِ عشق" کی طرح مشہور کر دیا اور مجھ سے ایک مدت تک لوگ طرح طرح کے سوال کرتے رہے اور جب [illegible]ء میں میرے چند افسانوں کا مجموعہ "سمن پوش" شائع ہونے لگا تو مقدمہ "گریز" میں میں نے اس حادثے کا مختصر ذکر کرتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا کہ "لیکن خدا کرے کہ یہ سب بعد کی اختراع پردازی ہو۔ اور میرے افسانے پر ایک بہتان ہو۔" تو اسی سال اگست [illegible]ء میں بریلی کے کسی ایک "طور" صاحب کا ایک خط موصول ہوا جس میں جی کھول کر طعن و طنز سے کام لیا گیا تھا۔ اس خط سے مجھے معلوم ہوا کہ مرنے والے کا نام شفقت تھا اور "طور" صاحب نے مرنے والے کی قبر کی نشاندہی بھی کر دی۔ لکھا تھا کہ "آپ بریلی آتے تو میں آپ کو دکھاتا کہ متصل ریلوے اسٹیشن عقب دھرم شالہ کنھیا لال جو بلند و بالا جدید قبر تیار ہوئی ہے وہ اسی غریب شفقت کی ہے جس پر "شہیدِ سمن پوش" کا کتبہ آنے جانے والوں کو بے اختیار اپنی طرف کھینچ کر دو دو آنسو نچھاور کر دینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ مجنوں صاحب تم سلامت رہو، مرنے والے مر گئے" اس خط نے مجھے مسرور کر دیا کہ میں اپنے رسالے "ایوان" بابت ماہ دسمبر [illegible]ء میں

اس اثناء تک موضوع پر مفصل لکھوں اور میں نے "افسانے کا افسانہ" کے عنوان سے ہی کھول کر لکھا۔ [illegible] اور پھر بعد کو کئی بار بریلی آئی اور یہ قبر دیکھنے گیا۔ دوسرے لوگوں نے مجھے قبر دکھائی۔ لیکن ایک بار بھی میری ہمت نہ پڑی کہ قبر کے قریب جاؤں۔ یہ تھا میرا تیسرا افسانہ "کفن پوش" جو تھا افسانہ جو میں نے لکھا اور جو نگار ہی میں شائع ہوا "حسنین کا انجام" ہے۔ "زبیدی کا حشر" جب مکمل ہو چکا تو میرے دل میں یہ احساس چٹکی لینے لگا کہ افسانے میں تخیلی معاولت کا کالا گھونٹ کے رکھ دیا گیا ہے۔ صوفیہ اور زبیدی تو قربان ہو گئے اور حسنین اپنی ہوس رانی اور جنسی بہیمیت کے لیے آزاد اور خود مختار چھوڑ دیا گیا اور وہ بے خوف و خطر زندہ ہے۔ ادھر میں تالستائے کا ناول "اینا کرینینا" پڑھ چکا تھا۔ اور ہیروئن کا کردار میرے دل میں نقش ہو گیا تھا۔ ان تمام تاثرات کے امتزاج کا بے ساختہ نتیجہ "حسنین کا انجام" ہے۔ انجام بالکل اپنے تخیل کی تخلیق ہے۔ اور تالستائے کے ناول کے کوئی آثار اس میں نہیں پائے جاتے۔ خود مجھے اپنے ابتدائی چار افسانوں میں "حسنین کا انجام" بہت پسند ہے۔ اپنے افسانوں میں میں نے ثریا نام کی دو عورتیں پیدا کیں اور دونوں پر مجھے فخر ہے۔ ایک "حسنین کا انجام" والی ثریا۔ اور دوسری "خواب و خیال" والی ثریا۔ "حسنین کا انجام" والی ثریا کے بارے میں ایک مبصر کا کہنا ہے: "مجھے ثریا حرمتِ گناہ کی مجسم تصویر معلوم ہوتی ہے۔ جس نے مرتے دم تک اپنے پندار نسوانیت اور وقارِ معصومیت دونوں کو قائم رکھا۔" میں خود "ثریا" کو تالستائے کے "اینا کرینینا" سے زیادہ جلیل اور جید کردار پاتا ہوں۔ اپنے اس افسانے سے اقتباس کے طور پر صرف وہ خط نقل کروں گا جو ثریا نے حسنین کو لکھا اور جو ثریا کے کردار کا جوہر ہے۔ اس سے میری کردار نگاری اور طرزِ تحریر دونوں کی مثالیں سامنے آ جاتی ہیں۔

"میرے محسن۔ آپ امید کر رہے ہوں گے کہ میں آپ کے سامنے شکایتوں کا ایک دفتر کھول کر رکھ دوں گی اور اپنے دکھ کی داستان سنا کر آپ کو سکون سے محروم کر دینے کی کوشش کروں گی۔ مگر مطمئن رہیے، میں ہرگز یہ نہیں چاہتی کہ آپ کو بے کیف کروں۔ میں نے دین و دنیا آپ کے حوالے کر دیا۔ لیکن اس میں آپ کی کوئی خطا نہیں تھی۔ میں نے سب کچھ آپ کو ٹھیک سمجھ کر دیا۔ اور مجھے بالکل افسوس نہیں ہے۔ آپ شوق سے دوسری جگہ اپنی دلچسپیاں پیدا کیجیے۔ میں منع نہیں کرتی۔ کہنا صرف اس قدر ہے کہ ابھی میرے دل میں چند قطرے لہو کے باقی ہیں جو کبھی کبھی میری قوتِ حاسہ کو تیز کر کے رگوں میں ٹیس پیدا کر دیتے ہیں۔ آیئے اور للہ ان میں جو لہو باقی ہے اسے بھی پی لیجیے۔ پھر اس کے بعد مجھے سکون ہو جائے گا۔ میں اپنی حالت کے بارے میں ایک حرف بھی کہنا نہیں چاہتی اور نہ مجھے کچھ کہنا ہے۔ آج آٹھ بجے رات کو آ کر مجھ سے مل لیجیے ورنہ یقین جانیے آپ جہاں کہیں ہوں گے میں خود آ کر ملوں گی۔ میں اس قدر بیچارہ احساس ہو چکی ہوں کہ مجھ کو دنیا میں کسی کا لحاظ نہیں ہو سکتا اور اب جو جی چاہے گا کر کے چھوڑوں گی۔ آپ کی ثریا"

یہ ساری سرگزشت [illegible] یعنی شادی سے پہلے تک کی ہے۔ [illegible] میں میرا افسانہ "تم میرے ہو"

جو "حسن پوش" ہی کے قبیل کا ہے، یعنی باطنیت اور روحانیت سے تعلق رکھتا ہے اور جو میرے افسانوں کے دوسرے مجموعے "حسن پوش" میں شامل کیا گیا [illegible] میں پہلی بار "مرقع" لکھنؤ میں شائع ہوا۔ دسمبر [illegible] کے اواخر میں میں لکھنؤ میں وصل بلگرامی مرحوم کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا۔ نیاز بھی بھوپال سے آئے ہوئے تھے۔ اور "نگار" کو لکھنؤ منتقل کرنے کے منصوبے کو عملی شکل دی جا رہی تھی۔ وصل بلگرامی بڑے دوست اور دوست نواز آدمی تھے۔ ان کا مکان مہمان سرا بنا رہتا تھا اور یوں بھی ان کے وہاں ہر قماش اور ہر مشرب کے آدمی آتے تھے۔ اور ان کے وہاں ٹھہرنے والوں کا دائرہ ملاقات وسیع تر ہوتا رہتا تھا۔ وہ بہت بڑے پیمانے پر ایک پریس قائم کیے ہوئے تھے اور "مرقع" نکالتے تھے جو اپنے زمانے کے ماہوار ادبی رسالوں میں ایک معروف حیثیت رکھتا تھا۔ وہ میرے سر ہو گئے کہ میں کوئی افسانہ ان کے رسالے کو دوں۔ نیاز نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی اور شرارت کے ساتھ مسکرا کر مجھے دیکھنے لگے۔ اس سے پہلے میں "نگار" کے لیے "آغازِ ہستی" ڈرامے کا مسودہ تیار کر دے چکا تھا جو برنارڈ شا کے "بیک ٹو میتھوسلا" ــــــ کے پہلے حصے کا ترجمہ تھا اور جو "نگار" بابت [illegible] میں شائع ہوا۔ بہرحال میں اسی رات کو افسانہ لکھنے بیٹھ گیا اور دوسرے دن شام کو مسودہ وصل کے حوالے کر دیا۔ مارچ یا اپریل [illegible] میں لکھنؤ گیا۔ اس وقت "نگار" اور نیاز لکھنؤ آ چکے تھے۔ نیاز اور وصل ایک ہی مکان میں رہتے تھے اور "نگار" اور "مرقع" ایک ہی پریس میں چھپتے تھے۔ اور ایک ہی مکان کے دو حصوں میں دونوں کے دفتر تھے۔ نیاز نے اب کے مجھ سے کہا کہ وہ دفتر "نگار" سے ایک دوسرا رسالہ "افسانہ" کے نام سے جاری کرنا چاہتے ہیں۔ جو صرف افسانے اور ڈرامے کے لیے وقف ہوگا، اور انھوں نے اس کی ساری ذمہ داری مجھ پر ڈال دی کہ چاہے کل ڈرامے اور افسانے میں خود لکھوں یا چاہے کچھ دوسروں سے لکھواؤں۔ ہفتہ عشرہ لکھنؤ میں رہ کر گورکھپور چلا آیا۔ "نگار" کے ملاحظات میں "افسانے" کا اعلان بھی ہو گیا۔ میں نے ڈیڑھ ماہ میں رسالے کے لیے مواد تیار کر کے روانہ کر دیے ان میں ایک افسانہ "مشرِ آرزو" میں نے اپنے عزیز دوست امتیاز احمد اشرفی مرحوم سے اپنی نگرانی میں لکھوایا، باقی سب کچھ میرا لکھا ہوا تھا۔ "مراد"، "جشنِ عروس"، "حسن شاہ"، "حتیاہ" اور "تالستائے" کے مختصر ڈرامے کا ترجمہ "الوالعزم" اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ امتیاز نے "مشرِ آرزو" اور میں نے "بتیا" ایک رات اور دوسری صبح تک ایک نشست میں لکھا۔ کسی مصلحت پر نیاز نے رسالہ "افسانہ" جاری نہیں کیا۔ سارے افسانے اور ڈرامے مسلسل "نگار" کے کئی شماروں میں شائع ہوئے۔ صرف "بتیا" "نگار" کے دو کالمی بیس صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس افسانے کے بارے میں مجھے کچھ کہنا ہے۔ یہ افسانہ میرے سب سے مشہور افسانوں میں ہے۔ بعض پڑھنے والوں نے اسے بڑا خوف ناک افسانہ پایا۔ مجھے خود اعتراف ہے کہ "بتیا" میں المیہ کو ہیبت کی سرحد تک پہنچا دیا گیا ہے۔ اور جب میں اس کو لکھ رہا تھا تو مجھے اس کا پورا احساس تھا اور میں اپنے اندر آسودگی پا رہا تھا۔ میرے افسانے "گہنا" کو بہت پسند کیا گیا تھا۔ مجھے بھی اپنا افسانہ پسند تھا لیکن میں ناآسودہ بھی تھا۔ "گہنا" میں "ٹیس آف ڈربرویلس" ــــــ کے کچھ آثار تو آ گئے تھے مگر "ٹیس" ــــ کی بات ہی کچھ اور تھی۔ جب

میں۔ "ہتیا" لکھ چکا اور سرلا کا کردار پیدا کر چکا تو مجھے اطمینان ہوا۔ سرلا کا کردار واقعی اس قابل ہے کہ اس کو ٹیس کے مقابل کھڑا کیا جائے۔ پھر اس افسانے میں قدرتی مناظر و عناصر سے جو فضا پیدا ہو گئی ہے وہ علامتی حیثیت رکھتی ہے اور ہارڈی کی یاد دلاتی ہے۔ ایک ماہ سے سرلا گھر چھوڑے ہوئے جنگلوں میں ماری ماری پھر رہی ہے۔ کچھ دنوں سے ایک جنگل میں ڈیرا ڈالے ہوئے ہے۔ اس جنگل کی ایک رات کا بیان ملاحظہ ہو۔ "ہوا ہوا ہوا" یہ تھی وہ ہیبت ناک اور وحشت انگیز آواز جو قریب کے ایک دیو قامت درخت سے بلند ہوئی اور جنگل میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک گونج گئی اور جو اس رات کی خاموشی سے بھی زیادہ ڈراؤنی تھی۔ یہ اس شب پرست طائر کی آواز تھی جس کی بابت کہا جاتا ہے کہ زندگی کے صرف تاریک پہلو دیکھتا ہے۔ یہ مرزا کا وہ محبوب پرندہ تھا جس کو صرف رنج دائم کا احساس ہوتا ہے جو دنیا کی لذتوں سے متاثر ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ جس کو آبادی سے نفرت اور ویرانے سے رغبت ہے۔ جو آفتاب کی ضیا گستری میں اندھا ہو جاتا ہے۔ سرلا اس آواز کو پہچانتی تھی۔ اس کو وہ دن یاد آ گیا جب ایک شام ایسی ہی آواز سن کر وہ ماں کی گود میں لپٹ گئی تھی۔ اس کی عمر آٹھ سال تھی۔ اس نے لوگوں کو کہتے سنا تھا کہ یہ موت کی آواز ہوتی ہے۔ سرلا پہلے تو سہم کر درخت کے تنے سے لپٹ گئی۔ پھر یکایک اس کے دل میں ہمت پیدا ہو گئی اور وہ اٹھ کر اُلّو سے پوچھنے لگی: "یہ کون مرا۔ بتا کس کی خبر لایا ہے؟" سرلا کی آواز میں درد تھا۔ اس نے اُلّو کو نہیں دیکھا مگر اُلّو نے اس کو دیکھ لیا۔ وہ اُڑ کر دوسرے درخت پر جا بیٹھا اور پہلے سے زیادہ کرخت لہجے میں اپنا پیغام دہرانے لگا۔ سرلا کو دھکا لگا۔ کیا وہ خود اس کو جانور سے بھی زیادہ منحوس تھی کہ وہ اس کے سائے سے بچ کر نکل گیا؟" اب افسانے کے آخری حصے کی طرف آیئے۔

رات کا آخری پہر ہے۔ سرلا ہری سنگھ کو قتل کر چکی ہے اور کانتا سے ملنے آئی ہے۔ پو پھٹنے کے قریب ہے۔ وہ جانتی ہے کہ گھنٹہ دو گھنٹے کے اندر پولیس اس کو ڈھونڈ نکالے گی اور وہ گرفتار کر لی جائے گی۔ اس کے چہرے، یا حرکات و سکنات سے، کہیں سے ہراس یا سراسیمگی کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ جس اطمینان اور متانت کے ساتھ کانتا سے باتیں کر رہی ہے۔ اس سے اس کی جری شخصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور جب پولیس آ جاتی ہے تو بغیر کسی قسم کی گھبراہٹ کے جس طرح وہ اپنے آپ کو حوالے کر دیتی ہے وہ اس کے مستقل اور مستحکم کردار کا ایسا ثبوت ہے جو عورت تو عورت ہے، مردوں میں بھی کسی میں شاذ و نادر ہی ملے گا۔ اس موقع پر بھی وہ ٹیس۔ ہی کے ٹکر کی شخصیت ہے لیکن اس کی نقل نہیں ہے۔ "ہتیا" کے ذکر نے باوجود اختصار کے کافی وقت لے لیا ہے۔ لیکن یہ ناگزیر سا تھا۔ یہ افسانہ، افسانہ نگار کی حیثیت سے میری شہرت یا بدنامی میں ایک نشانِ منزل ہے۔ اس نے مجھے اردو کا ہارڈی مشہور کیا۔ یہ فقرہ سب سے پہلے میرے ایک مرحوم دوست اور بیکار مختار حامد علی نے میرے بارے میں استعمال کیا اور برابر استعمال کرتے رہے۔ مرحوم مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ادبیات انگریزی کے شعبے میں استاد رہے اور ساری دنیا کے افسانوں اور ناولوں

پڑھ رہے سکتے تھے۔ ایسے کی آواز، وہ مجاہد مسلم یونی ورسٹی سے بلند ہوئی جو ادبانے دب نہیں سکتی تھی۔ میں نے صرف ایک مختصر افسانہ "شکست بے صدا" لکھا، وہ وصل بلگرامی کے "مرقع" میں چھپا تھا۔ خالص طبع زاد افسانوں میں ہے۔ اس کے لیے میں بیدل کے اس مصرعے کا ممنون ہوں۔

"شکستن ہم ز پرواز شیشۂ من بے صدائی ہا"

لیکن ۱۹۵۳ء میں مجھے طویل مختصر افسانہ یعنی لانگ شارٹ اسٹوری — یا ناولٹ لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ اور "زیدی کا حشر" سے پہلے تین سال بعد میں نے "من در پہ خیالیم و فلک در پہ خیال" ایک طویل افسانہ لکھا جو ٹامس ہارڈی کے وڈلینڈرس کے نمونے پر تھا۔ لیکن افسانے کا ماجرا، کردار اور مکالمے سب میرے اپنے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ہارڈی کے ناول اور میرے افسانے کے درمیان ایک متوازیت محسوس ہوگی۔ ۱۹۵۶ء میں میں نے ایک طویل افسانہ یا ناولٹ لکھا جس کا نام "بازگشت" ہے اور جو "نگار" ہی میں مسلسل چھپا اور پھر کچھ عرصے کے بعد میرے ایک دوسرے ناولٹ "سراب" کے ساتھ کتابی صورت میں شائع ہوا۔ یہ افسانہ ہارڈی کے شاہکار "ریٹرن آف دی نیٹو" ـــــ کے مطالعے اور اپنے ذاتی تخیل اور مشاہدے کا نتیجہ ہے۔ ہارڈی کے ناول میں "ایگڈن ہیتھ" ایک زندہ اور موثر قوت اور زبردست کردار کا حکم رکھتی ہے۔ "بازگشت" میں بھی پریتیا کا جنگل بھولنے والی چیز نہیں ہے۔ اس کے بیان میں چند جملے سنیے "جنگل بے انتہا گھنا ہے لیکن اس میں بڑے درخت کم ہیں۔ زیادہ تر ڈھاک اور ببول کے درخت ہیں۔ درندوں اور سانپ بچھوؤں کے علاوہ یہاں ڈاکوؤں کا بھی ڈیرہ رہتا ہے۔ اور جاہل اور غیر متمدن کسانوں کا خیال ہے کہ پریتیا بھوت پریت کا بھی اکھاڑا ہے۔ اس کو پریتیا اسی نسبت سے کہتے ہیں۔ اس جنگل کو دیکھ کر ہمیشہ ممتاز کے دل میں ایک جلیل القدر قوت کا احساس ہونے لگتا تھا۔ لیکن جاڑے کے موسم میں یہ احساس تیز ہو جاتا تھا۔ جب کہ اس جنگل کا جلال کئی گنا بڑھ جاتا تھا۔ آج کہر روئی کی طرح چھائی ہوئی تھی۔ زمین و آسمان مل گئے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ قدسیوں اور خاکیوں میں مشورے ہو رہے ہیں۔ پریتیا کی سیر کا مناسب وقت یہی ہے جب کہ ساری دنیا دھیرے دھیرے خواب میں محو ہونے لگتی ہے اور جنگل کی روحیں بیدار ہونے لگتی ہیں۔ ہر طرف ایک حرکت ایک دوا دوش ہونے لگتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پتہ پتہ کسی اہم کام میں معروف ہے۔" اب افسانے کی ہیروئن مریم کی شکل و صورت کے بارے میں بھی کچھ سن لیجیے۔ میں نے کبھی کسی کا پورا سراپا بیان نہیں کیا۔ صرف چند مخصوص نکات کو سامنے رکھ کر شخص مذکور کی پوری شخصیت کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ مریم کی شخصیت نگاری میں ہارڈی کے اثرات بہت واضح ہیں۔ اور اس موقع پر میں واقعی ہارڈی کا ممنون ہوں: "مریم کو کسی دوسرے عالم کی حور کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔ اس میں بہت سے ایسے نکات دلبری تھے جن کا تجزیہ نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً اس کی کالی پتلیاں تاریکی اور ان اسرار سے معمور تھیں جن کا علم صرف آدھی رات تک جاگنے والوں کو ہو سکتا تھا۔ خود مریم اپنی آنکھوں کی سحر آفرینی سے مغلوب ہو جایا کرتی تھی۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آنکھیں کھولے ہوئے سو رہی ہے اور گرد و پیش سے بالکل بے خبر ہے۔ اس کے گھنے اور سیاہ بال

جس وقت بکھر جاتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ بھولی بھالی شفق پر طوفانی ذرات مسلط ہو گئی ہے۔ [illegible] میں میں نے دو مختصر افسانے لکھے اور دونوں طبع زاد ہیں۔ "خواب و خیال" جو نگار میں شائع ہوا، اور "محبت کی ترجمانیاں" جو "سروش" لاہور میں نکلا۔ "خواب و خیال" نے مجھے خاصا رسوا کیا۔ لوگ اس کو یقین کے ساتھ میری اپنی سرگزشت سمجھنے لگے۔ اور مجھے بھی اس پر اپنے آپ ہی کا دھوکا ہونے لگا۔ اسی [illegible] میں میں نے گورکھپور میں اپنا اشاعتی ادارہ ایوانِ اشاعت کے نام سے شائع کیا۔ جس نے کئی کتابیں شائع کیں۔ اور بہت جلد برِّ صغیر میں اپنی ساکھ قائم کر لی۔ [illegible] میں ایوانِ اشاعت کا ماہوار مجلّہ ایوان جاری ہوا۔ اور مجھے اس کے لیے نہ صرف افسانے بلکہ زندگی اور ادب کے دوسرے موضوعات و مسائل پر پابندی کے ساتھ لکھنا پڑا۔ اس وقت سے میری بیشتر تحریریں جو ایوان میں ہی چھپتی رہیں۔ اگرچہ اس صورت میں کبھی اپنے دیرینہ محبوب "نگار" یا "نیاز" کو نہیں بھولا۔ [illegible] میں جو مختصر افسانے ایوان میں لکھے ان کے نام یہ ہیں "بیگانۂ محبت"، "مدفن تمنا"، "بڑھاپا"، "کلثوم"، "محبت کا دمِ واپسیں"۔ ان کے بعد دوسرے رسالوں میں میرے مختصر افسانے چھپتے رہے۔ مثلاً "محبت کا مزار"، "نقش ناہید"، "سالگرہ"، "مرجھائے ہوئے پھول"۔ ان میں بعض طبع زاد ہیں اور بعض مغربی افسانوں کا عکس ہیں۔ لیکن سب میں میرا اپنا نقطۂ نظر ذاتی لہجہ اور انفرادی رنگ واضح طور پر محسوس ہوگا۔ [illegible] سے [illegible] تک میں نے چار ناولٹ بھی لکھے جو بہت مشہور ہوئے۔ یہ سب پہلی بار ایوان میں شائع ہوئے۔ ان میں سے دو ہارڈی کے مقابلے میں لکھے۔ لیکن یہ نہ تو ترجمے ہیں نہ چربے۔ "قسمت کا پانسہ" جو بعد کو "گردش" کے نام سے شائع ہوا۔ ہارڈی — "دی میر آف کیسٹر برج" — کے مطالعے کے بعد لکھا گیا اور "سوگوارِ شباب" جس کا ناقص ترجمہ "کنور کورٹ" کے نام سے ہندی میں فراق نے شائع کر دیا۔ ہارڈی کے "ٹو آن اے ٹاور" کے تاثرات کا نتیجہ ہے۔ "ایک نکتے کی سرگزشت" جو بعد کو "سرنوشت" کے نام سے شائع ہوا۔ طبع زاد ہے اور پہلی بار ایوان میں مسلسل شائع ہوا۔ "محبت کی فریب کاریاں" بھی طبع زاد ہے اور پہلے ایوان ہی میں شائع ہوا۔ بعد کو "سراب" کے نام سے "بازگشت" کے ساتھ چھپا۔ میرے دو افسانے کم و بیش سو سو صفحے رسالوں میں چھپ کر نامکمل رہ گئے۔ "یادِ ایام" ایوان میں چھپا اور پھر کچھ اضافوں کے ساتھ "تنویر" میں چھپا جس کو اصغری بیگم سحر بمبئی سے نکالتی تھیں۔ دوسرا ناولٹ "تنہائی"، "نقوش" لاہور میں قسط وار چھپا اور نامکمل رہ گیا۔ اس کی ذمہ داری بہت بڑی حد تک مجھ پر ہے۔ لیکن تھوڑی سی ذمہ داری مدیرِ "نقوش" پر بھی عائد ہوتی ہے۔ دونوں افسانوں کے نامکمل رہ جانے کا مجھے قلق ہے۔ اپنی افسانہ نگاری کے دور میں میں نے کچھ ڈرامے بھی ترجمے کیے۔ میری پہلی کتاب جو [illegible] میں شائع ہوئی ڈراما تھی — آسکر وائلڈ کے ڈرامے "سلومی" کا ترجمہ [illegible] میں بخار کی حالت میں میں نے لیٹے لیٹے ایک ہفتے کے اندر کر ڈالا اور میرے دوستوں نے خاص کر فراق نے اصرار کیا کہ اس کو کتابی شکل میں چھپوایا جائے۔ اس کے بعد میں نے "ابوالہول" تالستائے سے "اندھیرا بستی" برنارڈ شا سے "مقابل" بائرن سے ..... ترجمے کیے۔ ان سب ڈراموں کے داستانی مواد ایسے ہیں جن سے اردو خواں طبقہ خاص کر مسلمان اپنے کو مانوس پاتے ہیں۔ شیکسپیئر کے "کنگ لیئر" کا ترجمہ مجھ سے ساہتیہ اکیڈمی ہند نے کرایا اور اس نے شائع کیا۔ ملٹن کے "سمسن ایگونسٹز" کا ترجمہ میں نے اپنے

شروع ہے کیا۔ میری افسانہ نگاری کا چرچا میرے چار پانچ افسانوں کے بعد ہی ہونے لگا۔ سب سے پہلے رام بابو سکسینہ نے اپنی کتاب تاریخ ادب اردو میں میرے ان افسانوں کی قدر تسلیم کی۔ یہ کتاب [illegible] میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد کوئی تاریخ ادب اردو ایسی نہیں نکلی جس میں میرے افسانہ نگاری کو زیر بحث نہ لایا گیا ہو۔ اس کے علاوہ میری افسانہ نگاری پر اتنے تنقیدی مضامین لکھے جا چکے ہیں کہ اگر ان کو اکٹھا کر لیا جائے تو ایک خاصی کتاب ہو جائے۔ جب میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان نسل میدان میں آگئی ہے جو افسانے کے فن سے آشنا ہے اور قابلِ قبول افسانے لکھنے لگی ہے تو مجھے اطمینان ہوا۔ میں نے خود رفتہ رفتہ افسانے لکھنا کم کر دیے اور تنقید کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لیکن مجھے یہ احساس ہے کہ اردو افسانہ نگاری کو نئے راستے پر لگانے میں میرا کم حصہ نہیں رہا ہے جس زمانے میں میں افسانے لکھ رہا تھا۔ میرے اندر صرف یہ جذبہ کام کر رہا تھا کہ جلد سے جلد اردو میں اس معیار کے افسانے آجائیں جس معیار کے افسانے مغربی زبانوں میں بھرے پڑے ہیں۔ اور میں نے جو کچھ لکھا اسی جذبے کے تحت لکھا اور اپنے جذبے میں ناکامیاب نہیں رہا۔

(بشکریہ قومی زبان) (کتاب نمائش دہلی اگست ۱۸) (ماخوذ از ارمغانِ مجنوں۔ جلد اول)

مجنوں گورکھپوری کی آخری یادگار تصویر



مجنوں گورکھپوری اپنے چھوٹے نواسے کے ساتھ

محمد خالد اختر

آتشِ رفتہ

اس سال کے آغاز میں جنوری کے مہینے کے وسط اردو ادب اور اس کے پڑھنے والوں پر ایک سانحہ عظیم گزر گیا اور "آتشِ رفتہ" اور "تلاش بہاراں" کی محترم و مکرم مصنفہ چپ چاپ ہم سے بچھڑ کر رخصت ہو گئیں۔ ادب کے حلقوں پر ان کے چلے جانے کی خبر بجلی بن کر گری۔ امراض و آلام میں مبتلا ہونے کے باوجود وہ دل و دماغ کی اتنی توانا اور سخت جان خاتون تھیں کہ ایسا لگتا تھا وہ ہمارے درمیان ہمیشہ موجود اور سلامت رہیں گی۔

ذاتی طور پر مجھے ان کی ذاتی زندگی سے بھرپور اور تابناک ہستی کے بغیر اپنی دنیا اجڑی اجڑی اور بے رونق معلوم دیتی ہے۔ میں تو ان کو اپنا [illegible] سمجھے تھا اور میرے خیال و گمان میں نہ تھا کہ ایک دن مجھے ان کی یاد میں اس تعزیت کی محفل میں شرکت کرنا ہوگی۔ وہ ایک بڑی حوصلے والی خاتون تھیں۔ میں ہمیشہ سے ان کی تحریروں کا مداح تھا مگر اس سے بڑھ کر وہ میری ایک بڑی ہی مہربان اور مشفق بہن اور دوست تھیں۔ ہمدرد اور غمگسار بھی۔ مجھ سے باتیں کر کے میں اپنے غم ہلکا کیا جاتا تھا۔

وہ ان کمیاب لوگوں میں سے تھیں جو کمرے میں داخل ہوتے ہیں تو گویا ایک اور شمع جل جاتی ہے۔ اپنی ذات میں ایک انجمن، قول جس، التفات اور سرداری ان کے آتے ہی اپنی راہ پکڑ لیتی تھی۔ ان کی گفتگو میں ایک ایسی رونق اور ہنگامہ خیزی کی کیفیت ہوتی تھی جو میں نے بہت کم لوگوں میں دیکھی ہے۔ وہ مجھے اچھوں میں سے لگتی تھیں اور اسی طرح میں ان کو۔

میں ان کے نام سے پہلی بار تب آشنا ہوا جب حال ہی میں [illegible] ماجھے کے تنومند گرانڈیل سکھوں کے بارے میں ان کا خوبصورت ناولٹ "آتشِ رفتہ" اشفاق اور قدسیہ کے حسین ساتھ کے میگزین "داستان گو" میں چھپا۔ میں نے اتنی آتشیں، رنگین اور سحر کرنے والی نثر اس سے پہلے اردو میں نہیں پڑھی تھی اور میں اس کی مصنفہ کے دلکش اسلوب کا گرویدہ ہو گیا۔ میں نے یہ ناولٹ چار پانچ مرتبہ پڑھا ہے۔ آخری بار اب سے کوئی دو تین برس پہلے اور اب بھی وہ جمیلہ کی کتابوں میں میری سب سے چہیتی کتاب ہے۔ پھر "داستان گو" ہی میں ان کی ماجھے کے ماحول میں لکھی ہوئی کہانی "لال آندھی" پڑھی۔ اسی آتشیں رواں دواں اسلوب میں لکھی جوش اور دل کو ہلا دینے والی۔ اس صدی کی پانچویں دہائی میں ان کا نام اردو پڑھنے والوں کے لئے جانا پہچانا ہو چکا تھا۔

اس وقت تک میں نے ان کو دیکھا تھا۔ ان کے بارے میں کچھ جانتا تھا کہ وہ کون ہیں، کیا کرتی ہیں۔ پہلی بار میں نے ان کو ۱۹۵۹ء میں لاہور کے ہوائی اڈے پر دیکھا۔ مغربی پاکستان کے لکھنے والوں کا ایک وفد قدرت اللہ شہاب اور جمیل الدین عالی کی قیادت میں مشرقی پاکستان کو روانہ ہو رہا تھا۔ جمیلہ بھی اس وفد کی رکن تھیں اور ان کے شوہر سردار احمد اویسی — چیک سوٹ اور صاف کیپ میں ایک چست سمارٹ قامت آدمی — انہیں چھوڑنے آئے تھے۔ کسی نے — غالباً [illegible] نے مجھے بتایا کہ یہ جمیلہ اور ان کے شوہر ہیں جن کی یہ دوسری شادی ہے۔ میں قدرے مایوس سا ہو گیا کیونکہ مجھے ایک [illegible] ۔ میرے خیالوں کی وہ عورت نہیں جس نے "آتشِ رفتہ" اور "لال آندھی" جیسی حیرت خیز جاندار تحریریں [illegible] تھیں۔ مشرقی پاکستان کے دورے کے درمیان ہمیں ایک دوسرے سے ملنے یا بات چیت کرنے کا اتفاق نہ ہوا۔ میں بے حد شرمیلا تھا اور [illegible] ۔ وفد کے ارکان دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک حصہ جس میں وفد کی سب خواتین لکھنے والیاں قرۃ العین حیدر

۳

[illegible] کوئی نہیں [illegible] گیا۔ [illegible] اس [illegible] دوستی کی ابتدا اس سفر سے [illegible]
ہوئی

[illegible] کے قبرستان میں [illegible] میں [illegible] "نئی بستیاں" [illegible] کام [illegible] کو [illegible] نہیں پڑھا

[illegible] شخص تھے کوئی چالیس پینتالیس کے پیٹے [illegible] کے قریب کر دیا۔ سردار احمد [illegible] اپنے [illegible] کی بات [illegible] ایک [illegible] پیش کرنے [illegible] اس [illegible] میں [illegible] کچھ [illegible]

[illegible] میں [illegible] ساتھ [illegible] کے [illegible] میں [illegible] انسٹی ٹیوٹ کے [illegible] ایک [illegible] جیسے [illegible] ہم [illegible] کر [illegible] ہیں۔ [illegible] دیکھے ہیں۔

[illegible] کی [illegible] اپنا اپنا جسم [illegible] کر [illegible] اس [illegible] سے [illegible] کے طور پر [illegible] اور [illegible] وقت [illegible]

سے اپنے غیر مطبوعہ افسانوں کی کتاب "رنگِ صحرا" مجھ کو عطا کر دی۔ میں نے ان افسانوں کو حیرت اور مسرت سے پڑھا۔ ایسے قطعیں افسانے صاف، شفاف، رنگین، سادہ دونوں اسلوب میں ادا کر سکتا ہے؛ سچائی اور رحمت کے ہجوم میں گھرے ہونے کے باوجود آخر دم تک ان کے جوہر تکلم کی درخشندگی تمام و دائم رہی۔

چونکہ وہ بڑی نقاد تھیں، صاف گو، تیکھی نظر رکھنے والی خاتون تھیں اس لیے لکھنے والوں کو ان سے ڈر بھی رہتا تھا۔ ان کے تبصروں میں سے بیشتر سخت کو ان سے گلے تھے کہ وہ اپنے معیار پر کسی کو نہیں لاتیں اور کسی کو نہیں بخشتیں۔ کیا وہ کسی کو بخشتے ہیں؟ حافظہ وہ ایک قوی و شعور تھیں اور ان کا قول وہ سست تھی۔ میں اعتماداً کہتا ہوں کہ میں نے ان کی بہت سی کتابوں پر مختلف محفلوں میں تبصرے کئے جو سراسر تحسین و آفرین ہی رہتے۔ حکایات میں سے ایک دو میں نے ان کو بعض حاضرین کے بیچ آڑے ہاتھوں لیا، ان کے ابرو پر بل نہ آیا نہ ان کے دل میں میل۔ جانتی ان کو کچھ سے تھا اس میں کوئی کمی میں نے نہ دیکھی

میں نے ان کو اپنے عمر و اعداد کا شکوہ گلہ کرتے نہ پایا۔ وہ اپنی بیماریوں اور دکھوں کے بارے میں ایک لفظ زبان پر نہ لاتیں۔ وہ عام مرض کے باوجود وہ عمر وہ یا افسردہ نہیں ہوئی تھیں۔ ایسی یہ طاقت اور صبر و حوصلہ ——— میں جانتا ہوں وہ اپنی جنتِ آشوب میں منتقل کر گئی ہیں۔

۱۰ اکتوبر ۸۸ء



وفیات

ابراہیم ہوش

مشہور صحافی شاعر اور ادیب ابراہیم ہوش کا ۷ ار اگست ۱۹۸۸ء کو تقریباً ۷۵ برس کی عمر میں

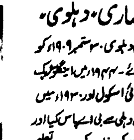


کلکتہ کے ایس ایس کے ایم ہسپتال میں انتقال ہو گیا۔

ہوش صاحب تقسیم ملک سے پہلے روزنامہ عصر جدید سے وابستہ تھے۔ وہ مشاعروں کی کامیابی کے ضامن خیال کئے جاتے تھے اور وہ مسلم لیگ کے حامی تھے۔ تقسیم وطن کے حوادث کے بعد ان میں تبدیلی رونما ہوئی اور وہ ترقی پسند تحریک میں شامل ہو گئے۔ ۱۵ ار اگست ۱۹۵۳ء کو ان کی ادارت میں شام کا اخبار "آبشار" منظر عام پر آیا۔

ایمرجنسی کے دوران وہ ایڈیٹوریل کا کالم سفید چھوڑ دیتے تھے، انہیں جیل بھی جانا پڑا۔ ۱۹۸۲ء میں یہ اخبار انہیں بوجوہ بند کرنا پڑا۔ وہ روزنامہ اقراء سے بھی منسلک رہے۔ جس میں ان کا ویکلی کالم "یادوں کے جھروکے سے" اور محمڈن اسپورٹنگ کی کہانی اپنی زبانی" شائع ہوتے تھے۔ وہ کچھ عرصہ بمبئی کے اخبار "انقلاب" میں بھی کام کرتے رہے۔ ان کا آج تک کوئی مجموعۂ کلام شائع نہیں ہوا۔ "جھنڈگی کا میلہ" ان کی کلکتہ کی مقامی زبان میں ایک تصنیف ہے۔

اختر انصاری، دہلوی



اختر انصاری دہلوی ۳۰ ستمبر ۱۹۰۹ء کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں اینگلو عربک ہائی اسکول دہلی سے ہائی اسکول اور ۱۹۳۰ء میں سینٹ اسٹیفنس کالج دہلی سے بی اے پاس کیا اور لندن چلے گئے مگر والد کی وفات کی وجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔

۱۹۳۳ء میں انہوں نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی ٹی اور ۱۹۴۷ء میں ایم اے کی ڈگری

حاصل کی۔ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۷ء کے دوران وہ مسلم یونیورسٹی ہائی اسکول [illegible] استاد اور ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۰ء تک مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ اُردو میں لیکچرر رہے۔ ۱۹۵۰ء میں اسی یونیورسٹی کے اساتذہ کی تربیت کے شعبہ میں لیکچرر مامور ہوئے جہاں سے ۱۹۷۱ء میں وہ سبکدوش ہوئے ۱۶ر اکتوبر ۱۹۸۸ء کو مسلم یونیورسٹی کے جواہر لال نہرو میڈیکل کالج میں ۷۹ برس کی عمر میں وفات پائی۔

مطبوعات:۔ شعلہ بجام (شعری مجموعہ) پرطاؤس (شاعری) نغمۂ روح (قطعے غزلیں اور نظمیں ۱۹۳۲ء) آبگینے (قطعات) اہم خوناب (غزلیں) خندۂ سحر (نظمیں) روح عصر (قطعے غزلیں اور نظمیں) ٹیڑھی زمین (قطعات) سرور جاں (غزلیات) اندھی دنیا (افسانے) نازو (افسانے) خونی (افسانے) افادی ادب (تنقید) اہم ایک ادبی ڈائری (تنقید) غزل اور درس غزل (تعلیم) مطالعہ و تنقید (تنقید) حالی اور ایک نیا تنقیدی شعور (تنقید) دہان زخم (شاعری) وقت کی باہوں میں (شاعری) غزل کی سرگذشت تعلیم سماج اور کلچر۔ بادہ شبانہ (انتخاب)



امداد صابری

مشہور صحافی اور سماجی کارکن مولانا امداد صابری کی پیدائش ۱۶ر اکتوبر ۱۹۱۲ء کو چوڑیوالان دہلی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد انہوں نے ادیب فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ۲۸ر جنوری ۱۹۳۶ء کو والد کے انتقال کی وجہ سے ان کا سلسلہ تعلیم منقطع ہو گیا۔ اس کے بعد وہ ملک کی تحریک آزادی کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے حکیم اجمل خاں، مولانا ابو الکلام آزاد اور نیتاجی سبھاش چندر بوس ایسی عظیم المرتبت ہستیوں کے ساتھ انہیں کام کرنے کا فخر حاصل ہوا۔ وہ ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۰ء تک دہلی میونسپل کارپوریشن کے ڈپٹی میئر رہے۔ ۱۳ر اکتوبر ۸۸ء کو دہلی میں وفات ہوئی۔

یوں تو انہوں نے لاتعداد کتابیں لکھیں لیکن صحافت کے میدان میں ایسا گراں قدر کام انجام

میں بڑی مدد دے گا۔ ان کی کچھ
دلچسپ جو آئندہ نسلوں کو اردو صحافت کی تاریخ مرتب کرنے
اہم کتابیں درج ذیل ہیں۔ دہلی کے قدیم مدارس و تدریس تاریخ،
فرنگیوں کا جال، رسول خدا کا دشمنوں سے سلوک، آزاد ہند کا البم، سیرت
تذکرہ شعراء حجاز، نیتا جی سبھاش بابو کی تقریریں، تاریخ آزاد ہند فوج،
حاجی امداد اللہ اور ان کے خلیفہ، تاریخ جرم و سزا (چار جلدیں) تاریخ صحافت
ہند (پانچ جلدیں)، اردو کے اخبار نویس، اردو صحافت علامہ سلیمان ندوی کی
قرآنی غلطیاں وغیرہ۔

جمیل مہدی

ممتاز صحافی اور روزنامہ عزائم لکھنؤ کے بانی جمیل مہدی ۱۹۲۸ میں دیوبند (اتر پردیش) میں
پیدا ہوئے ان کی ذہنی تربیت میں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا عبیداللہ سندھی جیسی قومی شخصیات
کا ہاتھ رہا ان کے والد مہدی حسن صاحب ریشمی رومال تحریک سے وابستہ رہے تھے۔ گذشتہ اٹھارہ
سال سے عزائم لکھنؤ کے مدیر تھے اور اب کچھ عرصہ سے ماہنامہ برہان کے بھی ایڈیٹر رہے۔ عزائم کی
ادارت سے پیشتر وہ بمبئی کے اخبارات و رسائل شاعر اور جمہوریت اور لکھنؤ کے قائد کے ایڈیٹر بھی
رہ چکے تھے۔ ۳ فروری کو انہیں پنڈت پنت انسٹی ٹیوٹ دہلی میں داخل کیا گیا اور پھر عارضۂ قلب
کی وجہ سے ۱۰ فروری کو انہیں رام منوہر لوہیا ہسپتال نئی دہلی میں منتقل کر دیا گیا۔ ۱۳ فروری ۱۹۸۸
کو ان کی وفات ہو گئی اور ان کی میت دیوبند لے جائی گئی جہاں انہیں سپرد خاک کر دیا گیا

جمیلہ ہاشمی

۱۰ جنوری کو نامور ناول نگار
اور ممتاز کہانی کار محترمہ جمیلہ ہاشمی دل کا شدید
دورہ پڑنے سے لاہور میں رحلت فرما گئیں
وہ ابھی دنوں بہاولپور سے لاہور آئی ہوئی
تھیں۔ ان کی میت بہاولپور لے جائی گئی۔
قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے وہ
لاہور آ گئیں اور انگریزی ادب میں ایم۔اے کی ڈگری لی۔ ۱۹۶۱ء میں ان کی شادی بہاولپور

کی مشہور خانقاہ کے سجادہ نشین اور صوبہ پنجاب کے ایم پی اے جناب سردار احمد اویسی سے ہوئی۔ اٹھارہ سال بعد انہیں بیوگی کا صدمہ بھی سہنا پڑا۔

مرحومہ اعلیٰ پائے کی ناول نگار اور کہانی کار تھیں "تلاش بہاراں" ان کا پہلا ناول تھا جو ۵۵-۱۹۵۴ء کے دوران لکھا گیا ۱۹۶۴ء میں اس کی اشاعت عمل میں آئی۔ اپنی پہلی تخلیق کی بدولت انہیں بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ انہیں اس ناول پر آدم جی ادبی انعام بھی ملا تھا۔ اس کے بعد مرحومہ کے متعدد ناول شائع ہوئے جنہیں قبول عام حاصل ہوا۔ ان میں "آتش رفتہ" "چہرہ بہ چہرہ روبرو" اور "دشت ہوس" ایسے ناول ہیں جن کا ہر کردار زندگی کی حقیقتوں کا آئینہ دار ہے۔ اپنی وفات سے قبل موصوفہ اسپین سے متعلق ایک ضخیم ناول لکھنے میں مصروف تھیں مواد کی تلاش میں اور مناظر کے بہ نفس نفیس مشاہدے کے لئے وہ دو مرتبہ اسپین بھی تشریف لے گئی تھیں۔

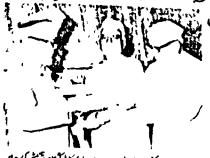
مرحومہ ایک منفرد مشاق افسانہ نگار بھی تھیں۔ انہوں نے معاشرے کے جیتے جاگتے عوامل کو کہانی کا موضوع بنا کر اس صنف ادب کو خاصی تاب و توانائی عطا کی ہے۔ ان کے افسانوں کے تین مجموعے "اپنا اپنا جہنم" ، "آپ بیتی جگ بیتی" اور "ڈرنگ بھوم" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ انہوں نے "کیا داغ کیسی بہار" کے نام سے انگریزی فکشن کا ترجمہ بھی کیا تھا۔

جمیلہ ہاشمی نے اردو کے مشہور سہ ماہی جریدے "نیا دور" کراچی میں مسلسل تین سال تک اعلیٰ درجے کے ناولٹ اور افسانے لکھے جنہیں پاک و ہند میں قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا گیا۔ مرحومہ اس ادبی رسالے کے ادارتی بورڈ کی ایک فعال رکن بھی تھیں۔ انہوں نے "خواتین سیریز" کے نام سے اُردو کی کلاسیکی کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اس نوع کے چالیس شمارے شائع ہو چکے تھے وہ ہر سال "شبِ افسانہ" کے نام سے ایسی بزم کا اہتمام کرتی تھیں جس میں طبع زاد افسانے پڑھے جاتے تھے

خان غازی کابلی

شاعر اور سیاسی کارکن خان غازی کابلی کا پیدائشی نام حبیب الرحمٰن تھا۔ وہ لگ بھگ ۱۸۸۵ء میں موضع درائی ضلع خوست پاکتیا افغانستان میں پیدا ہوئے انہوں

نے ۱۹۱۹ء کی رولٹ ایکٹ ایجی ٹیشن میں حصہ لیا، ۱۹۲۱ء کی تحریک ترک موالات، ۱۹۳۰ء کے نمک ستیہ گرہ، ۳۲-۳۳-۱۹۳۴ء سول نافرمانی تحریک، ۱۹۳۹ء میں جنگ کے خلاف احرار ایجی ٹیشن



راما رس چیف ایڈیٹر کنور اسلام دہلی، صاحب حال ماری کال کو نام سپاس پیش کر رہے ہیں

اور ۱۹۴۲ء کی تحریک ہندوستان چھوڑ دو، میں شریک ہوئے۔ ۱۹۱۹ء میں گرفتار ہوئے اور راولپنڈی اور میانوالی کی جیلوں میں ایک سال کی قید و بند کی صعوبت جھیلی۔ ۱۹۲۱ء میں پرنس آف ویلز کی آمد پر ٹیکسلا اور حسن ابدال کے درمیان گرفتار ہوئے اور ایک ماہ بعد رہا کر دیئے گئے۔ ۱۹۲۲ء میں دردنی میران شاہ (لوچی پولیٹکل ایجنسی) میں گرفتار کئے گئے اور ایک سال کی قید عید ک فورٹ، بنوں، ڈیرہ اسمٰعیل خان اور ٹانک کی جیلوں میں کاٹی۔

۱۹۲۵ء میں سیاسی سرگرمیوں کی بنا پر کوئٹہ سے نکالے گئے۔ ۱۹۳۹ء میں روپوش رہ کر احرار تحریک چلاتے رہے۔ تقسیم ملک کے بعد دہلی آگئے اور کچھ عرصہ روزنامہ پرتاپ نئی دہلی سے وابستہ رہے ان کا شمار پختونستان تحریک کے رہنماؤں میں ہوتا تھا۔

۲ر فروری ۱۹۸۸ء کو دہلی کے جے پرکاش نرائن ہسپتال میں وفات ہو گئی جہاں سیڑھیوں سے گرنے پر انہیں داخل کرایا گیا تھا۔

مطبوعات:۔ محمد امین بخاری (۲) حیات بخاری (۳) حیات افضل حق (۴) ظفر علی خان کی گرفتاری (۵) تحریک خدائی خدمتگار۔

شعری مجموعے:۔ جے ہند (۲) خروش عشق اور سرخ پھول۔

خوشتر گرامی

خوشتر گرامی کا ۱۵ر جنوری ۱۹۸۸ء کو سول چند ہسپتال نئی دہلی میں انتقال ہو گیا۔ مرحوم کا اصلی نام رام رکھا مل چڈھا تھا۔ اور انہوں نے ۱۹۲۴ء میں لاہور سے ماہنامہ بیسویں صدی کا اجرا کیا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد پہلے چوڑی والان دہلی سے اور بعد ازاں دریا گنج دہلی سے اسے نکالتے رہے۔ صحت کی خرابی کی بنا پر انہوں نے اس مشہور و معروف جریدے کو فروخت کر دیا۔ ادبی

میں سکونت اختیار کرلی۔ وہ آل انڈیا
نیوز پیپرز ایڈیٹرز کانفرنس کی اسٹینڈنگ
کمیٹی کے بھی رکن رہے اور آل پارٹی اُردو
کانفرنس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ ان کے
تیرونشتر اور کارٹونوں کا منفرد انداز تھا اور
ان کے لیے وہ ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔

دینا ناتھ نادم

دینا ناتھ نادم ۱۶ر مارچ ۱۹۱۶ء کو سری نگر میں پیدا ہوئے۔ بی اے بی ٹی تک تعلیم پائی اور درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا وہ ایل ایم ہائر اسکنڈری اسکول سری نگر کے پرنسپل بھی رہے۔



۱۹۵۷-۶۳ء میں وہ جموں و کشمیر لیجسلیٹو کونسل کے ممبر بھی رہے۔
۱۹۶۱-۶۵ء میں وہ کشمیر نیشنل تھیٹر کے چیرمین رہے اور ۱۹۷۰ء میں انہیں سوویت لینڈ ایوارڈ عطا کیا گیا۔ ۱۹۸۸ء میں ان کا جموں میں انتقال ہوگیا۔
کشمیری مطبوعات (ہا مبور ٹو امبورزال اور رحال لڑ بنوگی

رئیس امروہوی

۱۲ر ستمبر ۱۹۱۴ء کو امروہہ میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر سے ۱۹۳۰ء تک اپنے ہی گھر پر اپنے چچازاد بھائی کمال امروہوی (مشہور ڈائرکٹر اور ادیب) کے ساتھ مختلف اساتذ سے اُردو فارسی اور عربی زبان میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ انگریزی بطور خود پڑھی



جو بعد ازاں صحافتی زندگی میں کام آئی۔ دس
برس کی عمر سے شاعری میں دلچسپی لینے لگے
اور بقول ان کے ۹ تک ہندی شروع کر
دی۔ ۱۹۳۱ء سے ان کا کلام روزنامہ اسد،
روزنامہ، سرفراز، لکھنؤ ہفت روزہ جماعت
اسلام، لاہور وغیرہ میں چھپنے لگا۔ اسی زمانہ

میں امروہہ سے حیات امروہوی نے حیات نامی رسالہ جاری کیا جس میں وہ خوب چھپے۔ ۱۹۴۳ء میں امروہہ ہی سے مولانا منصور حسین نجم نے رسالہ ادراک نکالا تو اس میں بھی طبع آزمائی کرتے رہے۔ ۱۹۴۰ء سے بطور پیشہ لکھنا شروع کیا۔ تقسیم ملک کے بعد ہجرت کرکے کراچی چلے گئے ــــــ اور روزنامہ جنگ سے وابستہ ہوگئے اور باقاعدگی سے ایک قطعہ روزانہ لکھتے رہے۔ اُن کے اخباری قطعات کی تعداد کئی ہزار ہوگی۔ ان کی غزلوں، نظموں، مثنویوں تاریخ وفات و پیدائش، سہروں اور دیگر فرمائشی نظموں کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

۲۲ ستمبر ۱۹۸۸ء کو کراچی میں ان کی قیام گاہ پر انہیں کسی نے قتل کردیا۔

انہوں نے مثنوی لالہ صحرا، حسین اور حسینیت الف، پس غبار، خبرنامہ، اچھے مرزا وغیرہ متعدد کتابیں لکھیں۔

صالحہ عابد حسین



خاندانی نام: مصداق فاطمہ

والد کا نام: خواجہ غلام الثقلین

والدہ کا نام: مشتاق فاطمہ

شوہر کا نام: ڈاکٹر عابد حسین

مقام پیدائش: پانی پت

تاریخ پیدائش: ۱۸ اگست ۱۹۱۳ء، سرٹیفکٹ میں ۱۵ ستمبر ۱۹۱۳ء

وفات۔ ۸ جنوری ۱۹۸۹ء جامعہ نگر نئی دہلی

پہلی مطبوعہ کہانی۔ لمبی داڑھی والا بوڑھا پوپ

مطبوعات: ناول (۱) عذرا (۲) آتش خاموش (۳) قطرے سے گہر ہونے تک (۴) یادوں کے چراغ (۵) الجھی ڈور (۶) راہ عمل (۷) اپنی اپنی صلیب (۸) ساتواں آنگن (۹) گوری سوئے سیج پر۔

افسانے (۱) ساز ہستی (۲) نرنگے (۳) نقش اول (۴) تین چہرے تین آوازیں بزاماں یلی

اُس ادبی کتب: (۱) یادگارِ حالی (۲) ذکرِ جمیل (۳) ادبی جھلکیاں (۴) انیس سے تعارف (۵) انتخاب مراثی انیس (۶) بات چیت (۷) خواتین کربلا۔ کلام انیس کے آئینے میں

ڈرامے: (۱) امتحان (۲) عفت (۳) زندگی کے کھیل

سفرنامہ: رہ نوردِ شوق

خودنوشت: سلسلہ روز و شب

تراجم: (۱) باپو (۲) کثرت میں وحدت (گاندھی جی) (۳) بڑا پاپی (۴) ہیم کماری۔

دیگر بچوں اور نو سکھئے بالغوں کے لئے: جادو کا ہرن (۲) سندر چنار (۳) بہادر سندر (۴) سنہری بالوں والے بچوں کا دیش (۵) الطاف حسین حالی (۶) بھولی (۷) بچوں کے چار بزرگ دوست (۸) ایک دلیش ایک خون۔

دیگر (۱) بچوں کے انیس (۲) مہاکوی انیس (۳) پریم اور سیوا کی جیت (۴) جانے والوں کی یاد آتی ہے (۵) سلک گہر (۶) ہندی انتخاب مراثی انیس بمعہ فرہنگ

طالب چکوالی

منوہر لال کپور ولد لالہ بالمکند کپور ۱۲ مئی ۱۹۰۰ء کو چکوال ضلع جہلم (پاکستان) کے ایک متمول زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والدین کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا لہذا ان کی پرورش ان کے دادا رئیس اعظم



لالہ ایشر داس کپور نے کی۔ ۱۹۱۷ء میں ڈی بی ہائی اسکول چکوال سے میٹرک، ۱۹۲۱ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے اور ۱۹۲۳ء میں کالج لاہور سے ایل ایل بی پاس کیا۔

۱۹۲۳ء سے ۱۹۳۶ء تک چکوال میں وکالت کرتے رہے ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۷ء تک راولپنڈی میں پتھری کوئلہ کا ہول سیل کاروبار کرتے رہے۔ تقسیم ملک کے بعد ہجرت کر کے دہلی میں آئے اور نارتھ لینڈ انڈسٹریز سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۹۷۹ء میں اس سے الگ ہو گئے۔

۲۴ر دسمبر ۱۹۸۸ کو دہلی میں وفات ہوئی۔
مطبوعات: الزام حقیقت ۱۹۲۹ برگ سبز (۱۹۸۰ء) فوجی کی محبوبہ (ناول ۱۹۳۸ء) ملک اور نوکر (ناول) مور پنکھ (انشائیے) میری یادیں (۱۹۸۶ء)۔

عمیق حنفی



عمیق حنفی کا نام محمد عبدالعزیز تھا۔ وہ ۲ر نومبر ۱۹۲۸ء (ریکارڈ میں ۱۹۲۹ء) کو مہو اُولی مدھیہ پردیش میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۳ء میں ہائی اسکول ۱۹۴۸ء میں انٹرمیڈیٹ اور ۱۹۵۰ء میں دیواس سے بی۔ اے پاس کیا ۱۹۵۲ء میں انہوں نے سیاسیات میں اور ۱۹۵۴ء میں تاریخ میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی اکتوبر ۱۹۵۲ء میں شاعری کی شروعات کی ۱۹۵۶ء میں آل انڈیا ریڈیو بھوپال سے وابستہ ہوئے ۱۹۶۹ء میں بحیثیت پروگرام ایگزیکیٹو آن کا دہلی میں تقرر ہوا۔ ۱۹۷۷ء میں ترقی پاکر اسسٹنٹ ڈائرکٹر ہو گئے۔ ۳۰ر نومبر ۱۹۸۷ء کو ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔

۱۳ر اگست ۱۹۸۸ء کو اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے نئی دہلی میں وفات ہوگئی۔

مطبوعات:۔ سنگ پیراہن (شعری مجموعہ ۵۸) سند باد (طویل نظم ۶۴) شب گشت (شعری مجموعہ ۶۹) سلسلۃ الجرس (طویل نظم ۷۱) شجر صدا (انتخاب ۷۵) شہر چیزے دیگر ست (نظمیں ۸۳)

ہندی تصانیف:۔ سانسوں کا سنگیت ۵۶، آئینے کا کورس ۱۹۷۹ء، ناٹک استاد رجب علی خاں ۸۲،۔

انہیں اتر پردیش ہندی سنستھان سے تین ہزار روپے، اتر پردیش اُردو اکادمی سے ڈیڑھ ہزار اور مدھیہ پردیش اُردو اکادمی سے پانچ ہزار کا ایوارڈ ملا تھا۔ مدھیہ پردیش سرکار نے بس از مرگ پچاس ہزار روپے پر مشتمل شکھر سمان سے نوازا

قمر اقبال

اورنگ آباد کی نئی نسل کے شعرا میں قمر اقبال کا نام نمایاں تھا۔ اور ان کا پہلا مجموعہ کلام "تتلیاں" کے نام سے چھپا تھا جو تین سطری نظموں (ثلاثی، تثلیث، مثلث پر مشتمل تھا۔ جو ایک طرح سے جاپانی ہائیکو کا جواب ہے۔ انہوں نے بعض نہایت عمدہ تثلیثیں لکھیں جو قاری کے دل و ذہن پر گہرا اثر چھوڑتی ہیں جیسے:



قمر اقبال

کھوئی کھوئی اداس لگتی ہے
ڈھونڈتی ہے ندی سمندر کو
جب کبھی اس کو پیاس لگتی ہے

●

یاد ہے وہ فساد کا منظر
رو رہی تھی گلی میں اک بچی
اپنی گڑیا کو گود میں لے کر

قمر اقبال نظم نگاری کی اعلیٰ صلاحیت رکھتے تھے۔ اس کا اندازہ کتابوں میں جو لکھا ہے، رو برو، ان کہی، جیسی نظموں سے لگایا جاسکتا ہے۔ اور پھر غزل سے ان کی رغبت بڑھ گئی۔ قمر اقبال کا دوسرا مجموعہ کلام "موسم کا شہر" تمام تر غزلوں پر مشتمل ہے۔ ان کی غزلوں میں عصری احساس کے ساتھ ان کا اپنا مزاج بھی جھلکتا ہے۔ غزلوں کے افق پر جو نئے نام ابھرے اُن میں قمر اقبال کا نام نمایاں ہے۔ قمر اقبال کو غزل میں اظہار کے نئے امکانات تلاش کرنے اور اپنی انفرادی شناخت پیدا کرنے کی جو لگن تھی۔ اس کا اندازہ ان اشعار سے ہوتا ہے۔

کون خوابوں سے بچے رات کے ویرانے میں — ان چٹانوں سے ہر اک شخص نے سر پھوڑا ہے
ستارے ٹوٹ کے مٹی میں سر چھپاتے ہیں — ابھی زمین سے رشتہ ہے آسمانوں کا
بچوں کی طرح پانی میں مہتاب دیکھئے — اک عمر کٹ گئی ہے یہاں خواب دیکھتے
خودکشی چپکے سے کرنے نہیں دیتے مجھ کو — چند چہرے ہیں جو مرنے نہیں دیتے مجھ کو
پھولوں میں چاندنی میں گھٹاؤں میں کچھ نہیں — موسم تو آنکھوں میں ہے فضاؤں میں کچھ نہیں

مجنوں گورکھپوری

مجنوں گورکھپوری کا نام احمد صدیق تھا۔ وہ ۱۰ رمئی ۱۹۰۴ء کو گورکھپور (اتر پردیش) میں پیدا ہوئے۔ اُن کا آبائی وطن ملکہ جوت عرف پلاہ تحصیل خلیل آباد ضلع بستی (اتر پردیش) تھا۔ چودہ برس کی عمر تک انہوں نے یہیں تعلیم پائی۔ پھر انگریزی تعلیم کے لئے گورکھپور آگئے۔ انہوں نے دس بارہ برس کی عمر میں شاعری کی ابتدا کی۔



۱۹۱۹ء سے ۱۹۳۰ء تک باقاعدہ مشاعروں میں شرکت کرتے رہے پھر شرکت کرنا چھوڑ دیا۔ ۱۹۳۴ء میں آگرہ یونیورسٹی سے ایم اے انگریزی ادبیات میں اور ۱۹۳۶ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے اردو میں ایم اے کیا۔ ۱۹۳۲ء سے ۱۹۵۸ء تک گورکھپور کے دو مختلف کالجوں میں انگریزی کے استاد رہے۔ اس کے بعد دس سال تک تاریخ ادب اُردو کے معاون ڈائرکٹر اور شعبۂ اردو کے ریڈر رہے۔

۲۱-۱۹۲۰ء میں مجنوں صاحب نے امریکن شاعر والٹ وھٹمن اور ٹیگور سے متاثر ہوکر کچھ تحریریں لکھی تھیں۔ ٹیگور کے منظومات "باغبان" سے بھی کچھ تراجم انہی برسوں میں کئے۔ "مسیح فلسطین" کے عنوان سے انہوں نے ۲۱-۱۹۲۰ء میں تاریخ یہود کے لکھنے کا آغاز کیا۔ اس کی صرف دو قسطیں رسالہ "سہان" گورکھپور میں شائع ہوئیں۔ اسی طرح "نقیب" بدایوں کے ۱۹۲۱ء کے کسی شمارے میں "رونے والے فلسفی" کے عنوان سے مشہور یونانی فلسفی ہرقلیطوس پر اپنا پہلا مضمون تحریر کیا۔

نیاز فتحپوری کے افسانے "شہاب کی سرگذشت" کی اشاعت کے بعد مہدی افادی کی صاحبزادی کے چیلنج پر مجنوں صاحب نے اپنا پہلا افسانہ "زیدی کا حشر" ۱۹۲۵ء کے لگ بھگ تحریر کیا۔ اور یوں مجنوں صاحب کی افسانہ نگاری کا آغاز ہوا۔ جس کی یادگار ساٹھ افسانوی مجموعے ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں ایوان اشاعت قائم کیا اور ۱۹۳۱ء میں ذاتی ادبی

رسالے "ایوان" کا اجرا گورکھپور سے کیا۔

۱۹۲۷ء میں مجنوں صاحب نے رسالہ "جن" کے ابتدائی چار شمارے مرتب کر کے نیاز فتحپوری کو دے دیئے اس رسالے کے لئے انہوں نے علوم باطن و روحانی کی بنیاد پر اپنے مشہور افسانے "سمن پوش" اور "حسن شاہ" وغیرہ لکھے تھے۔ مگر یہ رسالہ عملی شکل اختیار نہ کر سکا۔ مذکورہ افسانے بعد میں "نگار" لکھنؤ میں ہی شائع ہوئے۔

۱۹۲۷ء میں "من درچہ خیالم فلک درچہ خیالی"، "بازگشت"، اور "سراب" نامی طویل انگریزی ناول نگار ٹامس ہارڈی سے متاثر ہو کر تحریر کئے۔ ۱۹۳۵ء کے دوران "قسمت کا پانسہ"، "سوگوارِ شباب"، "سرنوشت"، اور "محبت کی فریب کاریاں"، کے عنوانات سے ناولٹ لکھے۔

پہلا ادبی تنقیدی مضمون مجنوں صاحب نے "مثنوی زہر عشق"، پر ۱۹۳۰ء میں لکھا۔ یہ مثنوی ان کے ذاتی اشاعتی ادارہ "ایوان اشاعت"، گورکھپور سے ان کے مضمون کے ساتھ شائع ہوئی انہوں نے مشتاق کے فرضی نام سے بھی لکھا ہے۔ چنانچہ غنیمت کنجاہی کی مشہور فارسی مثنوی "نیرنگ عشق" پر ایک طویل تنقیدی مضمون رسالہ ایوان گورکھپور میں اسی نام سے شائع ہوا تھا۔

۱۹۶۸ء میں وہ ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے اور ۱۹۷۸ء تک کراچی یونیورسٹی میں اعزازی پروفیسر رہے۔

۴؍ جون ۱۹۸۸ء کو کراچی میں ان کی وفات ہو گئی۔

مجنوں گورکھپوری کی تصانیف

(تنقید و فلسفہ) شوپنہار، نکاتِ مجنوں، تاریخ جمالیات، شعر و غزل، افسانہ، دوش فردا، ادب اور زندگی، پردیسی کے خطوط ؁۱، اقبال، پردیسی کے خطوط ؁۲، تنقیدی حاشیے، غزل سرا، نقوش و افکار، غالب، شخص اور شاعر۔

(افسانوی مجموعے)

خواب و خیال، سمن پوش،

گردش، صیدِ زبوں

• تلاش جوہر • سرنوشت • جہان آخر (افغانستانی) • گلگا شمر (چیخوف)
• محبت کے فسانے • سراب • قابیل (بائرن) • افسون حیات (ٹالسٹائی)
• سوکھ کر شباب • زندگی کا سفر

تالیف

ترجمہ

ریم عشق (ناول ہنری جیمز) حسن فطرت (جیوفری چاسر)

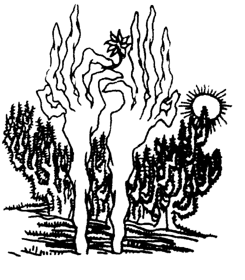
• سوتی (آسکر وائلڈ) • مریم مجدلیہ (میٹر لنک)
• ... (موپساں) • عظیم ... جیسی (ہندوستانی کہانیاں)

ارمغان مجنوں حصہ اوّل،
ارمغان مجنوں حصہ دوئم

وقار انبالوی

ممتاز و مشہور صحافی کالم نگار شاعر اور ادیب وقار انبالوی کا پاکستان میں اپنے گاؤں میں جون میں ۹۲ برس کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ مرحوم کو غیر منقسم برصغیر میں بھی بڑی شہرت حاصل تھی۔ انہوں نے اپنی صحافتی زندگی کا آغاز مولانا ظفر علی خاں کے روزنامہ زمیندار میں بطور رپورٹر کیا۔

وہ ایک عرصہ تک نوائے وقت میں قطعات اور سر راہے جیسا مقبول کالم لکھتے رہے تھے۔ اور اردو صحافت کو انہوں نے اپنی گوناگوں صلاحیتوں سے مالا مال کیا تھا۔



ہماری مطبوعات

مکتی ترسل	(ناول)	ہنسراج رہبر	قیمت ۳۰/- روپے
یادوں کے کھنڈر	(ناول)	نند کشور وکرم	قیمت ۳۰/- روپے
پدمنی	(مثنوی)	ششر فتحپوری	قیمت ۳۰/- روپے
جلوۂ صد رنگ	(مثنوی)	عبدالمجید تبسم	قیمت ۲۴/- روپے
کیکٹس کا صحرا	(افسانوں کا مجموعہ)	دیویندر اسر	قیمت ۳۰/- روپے
شعلۂ احساس	(شعری مجموعہ)	ڈاکٹر کرشن مراری	قیمت ۲۶/- روپے
نئی دنیا نیا آدم	(مثنویاں)	ششر فتحپوری	قیمت ۲۲/- روپے
فردا	(شعری مجموعہ)	ششر فتحپوری	قیمت ۲۶/- روپے
حرف حرف	(شاعری)	شرر سیتاپوری	قیمت ۲۴/- روپے
منتخب افسانے ۱۹۸۲		نند کشور وکرم	قیمت ۳۰/- روپے
اردو ۱۹۸۳ء		نند کشور وکرم	قیمت ۸۰/- روپے
منتخب افسانے ۸۵-۱۹۸۴		نند کشور وکرم	قیمت ۴۰/- روپے
مستقبل کے روبرو		دیویندر اسر	قیمت ۴۰/- روپے
گیانی ذیل سنگھ	(سوانح)	سریندر سنگھ جوہر	قیمت ۸۰/- روپے
عالمی اردو ادب ۱۹۸۶		نند کشور وکرم	قیمت ۸۰/- روپے
منتخب افسانے ۸۷-۱۹۸۶		نند کشور وکرم	قیمت ۴۰/- روپے
عالمی اردو ادب ۸۸-۱۹۸۷		نند کشور وکرم	قیمت ۸۰/- روپے
خوشبو بن کے لوٹیں گے	(ناول)	دیویندر اسر	قیمت ۳۰/- روپے

پبلشرز اینڈ ایڈورٹائزرز

بی-۶ کرشن نگر، دہلی ۱۱۰۰۵۱

نوید جیلانی

مولانا عبدالواحد سندھی

کچھ یادیں ۔ کچھ باتیں

نئے سال کا پہلا ہفتہ ہے ـــــ ۸۸ ہمارا نیا سال ـ جنوری نئے سال کا پہلا مہینا ـــ ۳ جنوری کی رات آئی تو مولانا عبدالواحد سندھی صاحب ہم سے بچھڑ گئے ـــ ایک دور اور ختم ہوا۔ علم و ادب کا ایک چراغ اور بجھ گیا۔ وہ جو تمام عمر علم و ادب کے لیے جدوجہد کرتا رہا وہ ہم سے بچھڑ گیا۔ ماضی قریب سے لے کر موجودہ دور تک سرزمین سندھ میں جن مشاہیر کو شہرت ملی ان میں عبیداللہ سندھی، شیخ عبدالمجید سندھی اور عبدالواحد سندھی شامل ہیں۔ عبیداللہ سندھی اور شیخ عبدالمجید سندھی نے جہاں سندھ کی تاریخ، سماجی اور سیاسی زندگی کے افق پر گہرے نقوش ثبت کیے، وہاں عبدالواحد سندھی نے سندھی اور اردو ادب و ثقافت میں نمایاں کارنامے انجام دیے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ عبیداللہ سندھی اور شیخ عبدالمجید سندھی نومسلم تھے اور عبدالواحد سندھی کا خاندان اندر تک ہندو مت سے تعلق رکھتا تھا لیکن عبدالواحد سندھی کے آباؤاجداد مسلمان ہو گئے تھے۔

وقت کے بے لگام گھوڑے اسی آگہی کی جانب دوڑتے ہیں ـــ ذرا ایک لمحے کو پیچھے دیکھیں، سوچیں ـــ احساس ہوتا ہے کہ ایک طویل عرصہ لمحے بھر میں جست لگا کر آگے بڑھ گیا ہے یہ ۱۹۵۹ء ہے، سندھی صاحب کو جب میں نے پہلی بار دیکھا تھا وہ اپنے بیٹے آصف جیلانی کی شادی کے سلسلے میں تشریف لائے تھے۔ میں دسویں کلاس کا طالب علم تھا۔ ادیبوں اور مدیروں کا بہت ہی رعب تھا۔ سندھی صاحب میرے خالو تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ پاکستان کے ایک سندھی رسالے کے ایڈیٹر ہیں۔ بہت سی کتابوں کے مصنف بھی، ملنے کی آرزو تھی ـــ مہمانوں میں ایک صاحب دبلے پتلے، آنکھوں پر عینک لگائے، ہاتھ میں بیگ اٹھائے شیروانی اور پاجامے میں ملبوس داخل ہوئے۔ میری نگاہیں اس مدیر کو تلاش کر رہی تھیں جو سندھی ادب کے ایک رسالے کا مدیر تھا ـــ رعب دار۔ معلوم ہوا یہی عبدالواحد سندھی ہیں ایک لمحے کو میں نے سوچا ـــ مدیر ایسے ہوتے ہیں، تعارف ہوا ـــ دھیما لہجہ ـــ بچوں جیسی معصومیت، بات بات پر ہنسی اور ایسا کہنا۔ جیسے ان کی اپنی کوئی رائے ہی نہ ہو۔ ایسا معصوم انسان زندگی میں پہلی بار دیکھا اور آج تک ویسے انسان کی تلاش ہے۔

اس بھری دنیا میں یقیناً بے شمار انسان اور بھی معصوم ضرور ہوں گے، لیکن سندھی صاحب

سے جو لوگ واقف ہیں وہ یقیناً میری بات کی گواہی دیں گے۔ اتنے شریف، نیک، معصوم آدمی اس دنیا میں ناپید نہیں، کم ہی ہوں گے اور اگر ہوں گے تو وہ کسی اخبار یا رسالے کے اڈیٹر یا ایسے اچھی کتابوں کے مصنف نہیں ہوں گے، کیونکہ ادیب اور مدیر جب تک اچھا بن ہی نہیں سکتا جب تک وہ خود سادہ سا نہ ہو، تجربہ کار نہ ہو۔ اچھے اور برے کا تجزیہ نہ کر سکتا ہو لیکن سندھی صاحب کامیاب مدیر بھی تھے اور بڑے ادیب بھی ــــ زندگی میں، میں نے کبھی انھیں کسی کی برائی کرتے نہیں سنا۔ وہ سب کی تعریف کرتے تھے، حوصلہ بڑھاتے تھے اور اپنے کام میں مگن رہتے تھے۔ شاید یہی ان کی کامیاب زندگی کا گُر تھا۔

۱۹۶۴ء میں، میں پاکستان چلا آیا۔ حیدرآباد سندھ میں اپنے بڑے بہنوئی محفوظ الحق صاحب کے پاس رہتا تھا۔ ریڈیو پر پروگرام بھی کرتا تھا اور ساتھ ہی ساتھ تعلیم بھی جاری تھی سندھی صاحب اکثر حیدرآباد آتے جاتے رہتے۔ سندھی ادیبوں سے میرا تعارف کراتے، آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے۔ تقریباً آٹھ سال حیدرآباد سندھ میں رہنے کے بعد میں ایک فلم کے سلسلے میں کراچی چلا آیا۔ تو سندھی صاحب کو اور قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ کئی بار "نئی زندگی" کے دفتر بھی جانا ہوا اکثر یہی دیکھا کہ آفس میں جو لڑکے کلرک ہوتے تھے وہ غائب ہیں اور سندھی صاحب اپنی میز سے اٹھ اٹھ کر ان کی میزوں پر جاتے اور کچھ کام کرتے، پھر واپس اپنی میز پر آ بیٹھتے ایک دن میں نے پوچھا، یہ سب لوگ کہاں جاتے ہیں، بڑی معصومیت سے فرمایا۔ ہمارے طالب علم ہیں۔ پڑھتے ہیں۔ یہ سندھی صاحب کا معمول تھا کہ دوسروں کو آگے بڑھانے کے لیے ان کے کاموں کا بوجھ بھی اپنے سر لے لیتے۔ جہاں تک ہوتا مدد کرتے، دفتر سے گھر آتے تو بیٹھک میں بے انتہا مصروف ہوتے۔ رسالے کے پروف بھی خود ہی پڑھتے ــــ پریس کے چکر بھی کاٹتے غرض صبح نماز پڑھ کر جو مصروف ہوتے تو رات ایک بجے تک رسالے کا کام کرتے رہتے۔ ریڈیو سننے کا شوق تھا، جتنی دیر کام کرتے ریڈیو کھلا رہتا۔ چائے پینے کے بھی بڑے شوقین تھے چار پانچ چمچے چینی پیتے ــــ کام کے ساتھ ساتھ بچوں کا بھی بہت خیال رکھتے۔ میری خالہ بڑے حوصلے والی خاتون ہیں۔ گھر انھوں نے سنبھال رکھا تھا اس طرح سندھی صاحب گھر کی جانب سے بے فکر تھے ــــ آٹے دال کا بھاؤ انھیں بالکل معلوم نہ تھا۔ ان دنوں سندھی صاحب پاکستان کوارٹرز میں رہتے تھے ان کے ساتھ میں تقریباً چار پانچ سال رہا ــــ میں حیدرآباد سے کراچی منتقل ہو گیا تھا۔ فلم فلاپ ہو چکی تھی ــــ بے روزگاری کے دن تھے ــــ دن بھر دفتروں کے چکر کاٹتا کبھی کبھار ریڈیو ڈراما نشر ہو جاتا تو چالیس پچاس روپے کا چیک مل جاتا، ایک دن سندھی صاحب مجھے پیر علی محمد راشدی صاحب کے پاس لے گئے۔ صبح کا وقت تھا۔ راشدی صاحب ناشتہ کر رہے تھے، بڑی محبت سے ملے۔ بیگم راشدی بھی میز پر موجود تھیں ــــ سندھی صاحب نے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ آصف جیلانی کے برادر نسبتی ہیں لکھنے کا شوق ہے کئی کتابیں چھپ چکی ہیں ان کے لیے کچھ کیجیے۔ راشدی صاحب موڈ میں تھے، بولے سندھی صاحب ایک مہاجر عورت سے تم نے شادی کی بھلا ہم کیا کر سکتے ہیں ــــ؟ [illegible]

بڑی عجیب کیفیت ہوئی۔ بڑا عجیب سا ظاہیر علی محمد راشدی صاحب کے منہ سے یہ سب سُن کر ـــ بیگم راشدی نے اس لیے بات کو سنبھالا ـ مجھ سے مخاطب ہو کر بولیں، بیٹا، برا نہ ماننا۔ راشدی صاحب کا سندھی صاحب سے مذاق ہے پھر سندھی صاحب سے گویا ہوئیں، سندھی صاحب اب آپ بھی راشدی صاحب سے پوچھیے کہ انھوں نے ایک بنگالن سے شادی کیوں کی۔ وہ بات مذاق میں شروع ہوئی تھی مذاق ہی میں ختم ہو گئی۔ سندھی صاحب گھر آئے اور مجھے الگ لے ہی لے گئے ـــ جیب سے چیک بک نکالی اور پچاس روپے کا چیک مجھے دیتے ہوئے بولے، یہ رکھ لیجیے اور جب تک آپ کو سروس نہیں مل جاتی میں ہر ماہ جیسے آپ کو دیتا رہوں گا ـــ اس لیے میں جذباتی ہو گیا۔ یہ کیسی محبت تھی ـــ سندھی صاحب نے کتنی معصومیت سے یہ سب کہا تھا ـــ میں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے ان سے کہا ـــ آپ کی محبت ـــ آپ کی انسان دوستی مجھے ہمیشہ یاد رہے گی ـ اگر مجھے پیسوں کی ضرورت ہوتی میں یقیناً آپ ہی سے مانگ لیتا اور جب بھی ضرورت ہوئی تو آپ ہی سے تو لوں گا ـــ بڑی مشکل سے انھوں نے چیک واپس لیا۔ مجھے تنہائی میں چیک دینے کا ان کا یقیناً یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ میری گھر کے افراد سے چھپا کر مدد کرنا چاہتے تھے، بلکہ وہ گھر کے لوگوں کے سامنے میری انا کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتے تھے۔ کسی کی مدد کرنا اور پھر بھول جانا ان کی پرانی عادت تھی۔

مولانا عبدالواحد سندھی صاحب سندھ کے ایک گاؤں ہالے جی شریف میں پیدا ہوئے وہ سندھ کے ایک قدیم خاندان "اندھڑ" کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد کا نام وارث ڈنے تھا۔ ۹ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے ان کے قریبی رشتے دار مولانا حماد اللہ ٹھیری صاحب انھیں اپنے گھر لے آئے اور سندھی صاحب کو ٹھیری کے ایک مدرسے میں داخل کر دیا۔ وہیں سندھی صاحب نے دینی تعلیم حاصل کی۔ ایک دن ان کے ہاتھ ایک اخبار لگا جس میں جامعہ ملیہ علی گڑھ کے بارے میں تفصیلی مضمون شائع ہوا تھا۔ سندھی صاحب نے اس مضمون کو دلچسپی کے ساتھ پڑھا اور اپنے ایک بزرگ حاجی نور محمد صاحب سے مشورہ کیا۔ حاجی نور محمد صاحب بڑے شفیق بزرگ تھے انھوں نے سندھی صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ یہاں سے چلے جائیں یہی نہیں بلکہ سندھی صاحب کے جانے کے مکمل انتظامات بھی انھوں نے خود اپنی جیب سے کیے۔

یوں سندھی صاحب جامعہ ملیہ علی گڑھ میں جا پہنچے۔ علی گڑھ کے اس تعلیمی ماحول نے انھیں بہت متاثر کیا۔ سندھی صاحب نے محسوس کیا کہ اس درس گاہ میں تو سندھ کے اور طالب علموں کو بھی آنا چاہیے چنانچہ سندھی صاحب نے علی گڑھ سے سیٹھ عبداللہ ہارون صاحب کو جامعہ ملیہ کے بارے میں ایک خط تحریر کیا اور عبداللہ ہارون صاحب سے گزارش کی کہ وہ اس درس گاہ کے لیے کچھ کریں۔ جناب عبداللہ ہارون صاحب ایک روشن خیال انسان تھے۔ اردو سے شدید محبت کرتے تھے انھوں نے عبدالواحد سندھی صاحب کو لکھا کہ وہ جامعہ ملیہ علی گڑھ کے بارے میں ایک مقالہ تیار کر کے انھیں بھجوا دیں۔ چنانچہ سندھی صاحب نے جامعہ کے شب و روز وہاں کی تعلیمی سرگرمیوں کے بارے میں ایک مقالہ لکھ کر عبداللہ ہارون صاحب کی خدمت میں

پیش کیا۔ عبدالشہار رون صاحب نے اس خاکے کا مطالعہ فرمایا اور بہت سے طالب علموں کو سندھ سے اپنے خرچ پر جامعہ ملیہ میں داخل کرایا اور جامعہ ملیہ کی مالی امداد بھی فرمائی۔

کچھ دنوں بعد جامعہ ملیہ علی گڑھ سے دہلی منتقل ہو گئی، چنانچہ سندھی صاحب بھی دہلی چلے آئے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین، ڈاکٹر محمود حسین، پروفیسر مجیب صاحب اور ڈاکٹر انصاری صاحب ڈاکٹر سید عابد حسین جامعہ ملیہ اسلامیہ کے روح رواں تھے۔ سندھی صاحب کے کردار و گفتار پر ان ہی لوگوں کی شخصیت کی گہری چھاپ تھی۔ سندھی صاحب اپنی زندگی میں ان ہی لوگوں کا ذکر خیر اکثر کیا کرتے۔ ۱۹۳۳ء میں ذاکر صاحب ہی کے مشورے پر انھوں نے میری خالہ بیگم نور فاطمہ سے شادی کی۔ شادی کے وقت سندھی صاحب کی عمر ۲۸ سال تھی۔ شادی کے فوراً بعد ذاکر صاحب جو امیر جامعہ تھے انھوں نے سندھی صاحب کو موگا انسٹی ٹیوٹ ٹریننگ کے لیے بھجوایا۔ اس زمانے میں "موگا" ایک مثالی درسگاہ تھی۔ جہاں پر جدید طریقوں سے تعلیم دینے پر زور دیا جاتا تھا۔ سندھی صاحب نے وہاں تین سال تربیت حاصل کی اور پھر جامعہ ملیہ میں انگریز بچوں کو تعلیم دینے لگے یہ درس و تدریس کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک آزاد مملکت کی حیثیت سے طلوع ہوا۔ سندھی صاحب پاکستان چلے آئے۔ کچھ دن لاہور میں رہے پھر تقریباً تین سال بہاولپور میں رہے اور آخر کار سکھر ہوتے ہوئے کراچی میں سکونت اختیار کی۔ ۱۹۵۰ء میں حکومت پاکستان نے ایک سندھی جریدہ "نئی زندگی" جاری کیا۔ سندھی صاحب اس کے مدیر ہو گئے اور تقریباً بیس سال نئی زندگی کے مدیر رہے۔ یہ بیس سال سندھی ادب و سندھی صحافت کے سنہری دور ہیں۔ اس عرصہ میں عبدالواحد سندھی نے نئی زندگی کے کئی خاص نمبر شائع کیے جن میں شاہ عبداللطیف بھٹائی رح نمبر، سچل سرمست نمبر اپنی مثال آپ ہیں۔ انھوں نے نئے لکھنے والوں جس میں سندھی کی افسانہ نگار و شاعرات جو آج کل مشہور و مقبول ہیں، انھیں متعارف کرایا۔ وہ صحافت کو ایک مقدس فریضہ سمجھ کر انجام دیتے تھے غالباً یہی وجہ ہے کہ آج کل "نئی زندگی" کے مقالات سندھی ادب ایم اے طلبہ کے لیے حوالوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جناب عبدالواحد سندھی صاحب کو بچوں سے خصوصی لگاؤ تھا یہی وجہ ہے کہ انھوں نے بچوں کے لیے تقریباً ۵۰ کتابیں تحریر فرمائیں جو آج بھی بچوں میں مقبول ہیں۔

اسلام کے سپہ سالار، اسلام کیسے پھیلا؟ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کون تھے، سندھی صاحب کی ایسی کتابیں ہیں جن سے ہماری دو نسلیں مستفیض ہو چکی ہیں اور جن کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہو کر فروخت ہو چکے ہیں۔

ملازمت سے سبکدوش ہو کر وہ کچھ بجھ سے گئے تھے وہ کام کرنے کے عادی تھے، ہمارے سماجی زندگی کا کتنا بڑا المیہ ہے کہ جب آدمی کام کرنے کے قابل ہوتا ہے تو اسے ریٹائر کر دیا جاتا ہے۔ وہ مصروف رہنا چاہتے تھے چنانچہ ڈاکٹر محمود حسین صاحب نے جامعہ ملیہ سے ان کے لیے ایک بچوں کا رسالہ "ستارہ" شائع کرایا۔ تقریباً تین سال تک سندھی صاحب اس رسالے میں مصروف

سے ڈاکٹر محمد حسین صاحب کے انتقال کے بعد رسالہ بھی بند کر دیا گیا۔ سندھی صاحب پھر بے کار ہو گئے۔ بیگم علاؤ الدین نے سندھی صاحب کو اپنے رسالے "حور" میں کام دیا کافی عرصہ سندھی صاحب اس رسالے کو مرتب کرتے رہے۔ ۱۹۷۰ء میں ان کے جوان بیٹے سہیل کا حادثاتی طور پر انتقال ہو گیا۔ سندھی صاحب کے لیے یہ بہت بڑا صدمہ تھا۔ اس صدمے نے انھیں نڈھال کر دیا — لڑکیوں کی شادیاں ہو گئیں کچھ امریکہ چلی گئیں کچھ لندن — سندھی صاحب اپنے آپ کو تنہا محسوس کرنے لگے — آخری دنوں میں ان کی یادداشت کچھ جواب دے گئی وہ سب کچھ بھول گئے۔ البتہ نماز پابندی سے ادا کرتے اور آخر تک ادا کرتے رہے۔

جناب عبدالواحد سندھی، سندھی اور اردو کے ایک بڑے ادیب ہی نہیں بلکہ ذاتی زندگی میں بھی وہ ایک بڑے انسان تھے، ایسے نیک اور شریف لوگ بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی یادیں ان کی باتیں، ان کی محبتیں مجھے یاد ہیں۔ کاش اس وقت میں وہ چیک جو انھوں نے مجھے محبت سے پیش کیا تھا وہ واپس نہ کرتا اور اسے سدا اپنے پاس سنبھال کر رکھتا — جو ایک بڑے نیک اور شریف انسان دوست کا میرے لیے ایک بڑا اعزاز تھا۔

(کتاب نمائی دہلی مارچ ۸۸)

آپ سے التماس ہے کہ ازراہ کرم آپ اپنے علاقے کی ہر ادبی شخصیت، لائبریری، ناشر، کتب فروش، اخبار، رسالہ کی تفصیلات سے ہمیں آگاہ کریں علاوہ ازیں ۱۹۸۹ء میں شائع ہونے والی کتابوں اور اخبار و جرائد سے بھی مطلع کریں تاکہ اُن کے بارے میں بھی معلومات کو آئندہ ایڈیشن میں شامل اشاعت کیا جا سکے۔

اس حصے میں شامل تخلیقات کے لئے ہم اُن رسائل و جرائد کے ممنون ہیں جن سے ہم نے یہ افسانے غزلیں نظمیں اور مضامین اخذ کئے ہیں اس کے ساتھ ہی ہم اُن اہلِ قلم کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہیں جن کی تخلیقات اس میں شامل کی گئی ہیں۔

ان تخلیقات کی اشاعت میں حروف تہجی کو پیش نظر رکھا ہے تاکہ کسی ادیب یا شاعر کو امتیاز و تفریق کی شکایت نہ ہو تاہم اگر کہیں غلطی سے ایسا نہ ہو سکا ہو تو اس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔

... ہندوستان میں شائع مزید کتابیں ۱۹۸۵

۱: آباد حیدر آباد ہے (طیب انصاری) ۲: آپ سے مخاطب۔ وکٹوریہ میموریل کلکتہ (غلام نبی) ۳: آواز کا سایہ (محمد عبد القادر ادیب) ۴: اُردو الفاظ۔ ایک بین الاقوامی رابطہ (محمد نعیم اللہ خیالی) ۵: اُردو بحیثیت ذریعۂ تعلیم (محمد عبد الرشید ارشد) ۶: اُردو داستان میں ویلن کا تصور (شفیق الاعظمی) ۷: اُردو میں گلدستوں کی روایت (ساحل احمد) ۸: اسلوبیات (شمشاد زیدی) ۹: اشاریہ آج کل اُردو (جمیل اختر) ۱۰: اعجازِ سخن (اسد اللہ خاں اعجاز) ۱۱: انسانی شخصیت کا تصور (ذاکر حسین فاروقی) ۱۲: آئیس بیس (حبیب ضیاء) ۱۳: بامِ ہنر (شکیل رحمانی) ۱۴: بدلتے موسم کی آہٹ (اشعر ہاشمی) ۱۵: برگ نامہ (ساحل احمد) ۱۶: بنکم چندر چٹرجی (مظفر حنفی) ۱۷: بنگال کی زبانوں سے اُردو کا رشتہ (شانتی رنجن بھٹاچاریہ) ۱۸: پرواز (رشیدہ قاضی) ۱۹: پرویز شاہدی حیات و کارنامے (عبد المنان) ۲۰: پھول کا سایہ (حفیظ مومن) ۲۱: پیکرِ خیال (سعید صدیقی) ۲۲: پیوند خستہ بادبان (مختار قریشی) ۲۳: تحریرِ شوق (کے۔ کے رشی) ۲۴: تحمیل و ترسیل (رضوان احمد خاں) ۲۵: ٹھنڈی آگ کا سورج (عشرت بیتاب) ۲۶: جانو پہچانو (ناوک حمزہ پوری) ۲۷: جدید شاعری کا پس منظر (شمیم انور) ۲۸: جنہیں ہم بھول نہیں سکتے (دیویندر گپتا) ۲۹: حرف حرف تبسم (ظہیر ابن قدسی) ۳۰: خاتم النبیین (اقبال احمد انجم) ۳۱: خدنگ جستہ (حمید شوکت) ۳۲: دست نگاریں (رشید شاہجہاں پوری) ۳۳: دکنی شاعری (محمد علی اثر) ۳۴: دکھ کی میٹھی آنچ (کمال الدین کمال) ۳۵: دلی کی درگاہ شاہ مرداں (خلیق انجم) ۳۶: رقصِ نوا (نصرت صدیقی) ۳۷: سراپا منیرا (اختر آنولوی) ۳۸: سرگزشت برگشتہ (جوزف انور) ۳۹: سفر جاری ہے (صلاح الدین نیر) ۴۰: سوانح بہادر یار جنگ جلد اول و دوم (نذیر الدین احمد) ۴۱: شاہنامہ رسالت (جعفر برنی) ۴۲: شعری رویے (زینت اللہ جاوید) ۴۳: شعلۂ گل (مقصود الہ آبادی) ۴۴: شفق کی لہریں (احسن جاوید انصاری) ۴۵: شکست ساز (جعفر رضوی کاکوری) ۴۶: شمع جلتی ہے (رضیہ حکیم) ۴۷: صحرا صحرا اجنبی (رؤف خلش) ۴۸: عبد الغفور شہباز (محمد اختر الحسن) ۴۹: فانوسِ خیال (رضی بدایونی) ۵۰: فصیح الدین بلخی (مظفر بلخی) ۵۱: قوسِ اسماء (نامی نادری) ۵۲: قومی یکجہتی کا مسئلہ (خاور ہاشمی) ۵۳: کربِ احساس (نقی سکندرپوری) ۵۴: کیا گھر کیا خانقاہ (سکندر توفیق) ۵۵: لا صحرائی (ناز صحرائی) ۵۶: لفظ لفظ آئینہ (آر۔ ڈی شرما تاثیر) ۵۷: لفظوں کا حصار (قادم بلخی) ۵۸: لفظوں کا سفر (کاشف بہزادی) ۵۹: محمد علی جوہر (حمید ریاض) ۶۰: معتمد الدولہ آغا میر (انصار اللہ) ۶۱: مجبوری (واحد انصاری) ۶۲: مقناطیس کا علاج (ڈاکٹر پیر محمد رحمانی) ۶۳: میری غزلیں میرے گیت (غلش جگری) ۶۴: نشیب و فراز (امیر چند بہار) ۶۵: نقشِ سنگ (مقیم اثر) ۶۶: نقوشِ ناتمام (ایس پی شرما تفتہ) ۶۷: نئی حاتم (رشید عبد السمیع جلیلی) ●

ک ت ا ب ی ا ت

۱۹۹۰ء میں شائع ہونے والی ہندوستانی کتب کی دستیاب تفصیل

نام کتاب	مصنف/مولف	سائز	صفحات	قیمت	ناشر/تقسیم کار
[illegible]	کالی داس گپتا رضا	کراؤن	۵۰	۲۰	[illegible] پبلیکیشنز بمبئی
آبلہ (افسانے)	احمد ندیم قاسمی	ڈیمائی		۵۰	[illegible] فکر جدید
[illegible]	سلمان علی خاں				
آفتاب اسلام	غلام محی الدین عربی	ڈیمائی			
[illegible]	شہاب [illegible]	ڈیمائی	۱۰۴	۴۰	[illegible] پبلشنگ ہاؤس دہلی
[illegible]	[illegible]	کراؤن	۳۰۸	۳۰	نسیم بکڈپو لکھنؤ
آہٹ (ناول)	الحاج کرنل سید سمیع الحسن	ڈیمائی	۳۱۵	۷۵	دانش محل لکھنؤ
انتخاب کلام اقبال	گیان چند	ڈیمائی	۴۷۳	۱۲۵	اردو ریسرچ سینٹر حیدرآباد
[illegible]	غلام حیدر				
[illegible]	مظفر صدیقی	ڈیمائی	۱۷۶	۴۰	مکتبہ شان ہند دہلی
[illegible]	غلام رسول [illegible]				
اردو شاعری کا مزاج (تحقیق و تنقید)	وزیر آغا	ڈیمائی	۴۴۸	۱۵۰	سیمانت پرکاشن دہلی
[illegible]	[illegible]			۳۰	
[illegible]	[illegible]	کراؤن	۴۰۴	۵۰	نسیم بکڈپو لکھنؤ
[illegible]	یونس اگاسکر	ڈیمائی	۲۳۶	۸۰	موڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی
[illegible]	ساحل احمد	ڈیمائی	۱۵۲	۲۰	اردو رائٹرز گلڈ الہ آباد
[illegible]	تنویر احمد علوی	کراؤن	۲۸۷	۴۹	اردو اکادمی دہلی
[illegible]	منظر اعظمی	ڈیمائی		۳۶	مکتبہ جامعہ [illegible]
[illegible]	عنوان چشتی	ڈیمائی		۴۵	مکتبہ جامعہ [illegible]
[illegible]	حیات افتخار	کراؤن	۲۷۰	۵۰	نسیم بکڈپو لکھنؤ

اُردو میں سائنسی و تکنیکی ادب	محمد شکیل خاں				
اُردو تذکروں میں سوانحی مسائل کا جائزہ	محمد امین انصاری				
اُردو نثر کا ارتقاء (تحقیق)	عابدہ بیگم	ڈیمائی	۳۴	۱۰۰	دہلی یونیورسٹی دہلی
اشاریہ آج کل (جلد اول)	جمیل اختر	ڈیمائی		۷۵	اردو اکادمی دہلی
اصول تنسوخ نویسی	محمد آفتاب				
اعراب	شمیم شہزاد				
اقبال کے تصورات عشق و خرد	وزیر آغا		۲۵۴	۱۰۰	موڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی
اکڑے ہوئے لوگ (افسانے)	رام لعل	کراؤن	۳۶۰	۴۰	ادارہ فکر جدید دہلی
البیرونی کے جغرافیائی نظریات	حسن عسکری کاظمی				
الف (شاعری)	یعقوب یاور کوٹی	ڈیمائی	۱۲۰	۸۰	نسیم بک ڈپو لکھنؤ
امید کی کرن (بچوں کے لئے کہانیاں)	تسکین زیدی	ڈیمائی	۶۴	۱۰	مکتبہ جامعہ نئی دہلی
انتخاب کلام داغ	بیگم ممتاز مرزا	ڈیمائی	۲۲۹	۳/۴	اُردو اکادمی دہلی
انتخاب کلیات جوش	فضل امام	ڈیمائی	۲۰۸	۶۰	مکتبہ جامعہ دہلی
اندھی گلیریں (افسانے)	آنند لہر				
اندھیری راتوں کا تنہا مسافر	شہزاد منظر	کراؤن	۱۳۶	۲۵	نصرت پبلشرز لکھنؤ
انڈین نیشنل کانگریس کی تاریخ	شاہد ماہلی				
انسانیت زندہ ہے	شوکت عظیم	ڈیمائی	۱۱۲	۱۶	عثمانیہ بکڈپو کلکتہ
انیسویں صدی میں اُردو کے تصنیفی ادارے	سمیع اللہ				
انشاء کی بنیاد (تحقیق)	سلیم اختر	ڈیمائی	۳۴۸	۱۰۰	مکتبہ شان ہند دہلی
انتظار حسین کی کہانیاں	رفیعہ شبنم عابدی				
انیس اور دبیر کا تقابلی مطالعہ	سید فدا حسین				
اندیشۂ شہر	اسلم پارہ بنکوی				
ایک اور سیر اشارہ (کہانیاں)	کاظمی مشتاق احمد	ڈیمائی	۱۰۰	۲۵	مصنف آئی سی ہاسپٹل کالونی پھولنے
بادل چھٹ گئے (ناول)	محمود و بشیر	کراؤن	۱۲۴	۵۰	و.بی پبلشرز دہلی
باطن	اختر گورکھپوری				
بازگوئی (افسانے)	سریندر پرکاش	ڈیمائی	۴۳	۵۰	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی
بچوں کے اقبال	یش سروپ	[illegible]	۴۰	۱۰	سیمانت پرکاشن دہلی
بچوں کے غالب	یش سروپ	"	۶	۰	سیمانت پرکاشن دہلی

[illegible]	[illegible]	[illegible]	۴۰	۱۰	سیمانت پرکاشن دہلی
برگ آفتاب	جلیس نجیب آبادی				
برگ تر	ساحل احمد	ڈیمائی			رائٹرز گلڈ الہ آباد
بکھرے موتی (نظمیں)	مرتضیٰ نسیم			۸	مکتبہ جامعہ نئی دہلی
[illegible]	[illegible]	ڈیمائی	۱۱۲	۵۰	ساہتیہ اکادمی دہلی
بوند بوند	[illegible]				
[illegible]	وسیم احمد اعظمی				
بے چہرہ لوگوں کا سفر (کہانیاں)	ویریندر پٹواری	ڈیمائی	۱۳۶	۴	موڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی
بے لباس لمحے (افسانے)	ستیش بترا		۳۲	۴۰	سیمانت پرکاشن دہلی
پاگل خانہ (ناول)	حجاب امتیاز علی	کراؤن	۲۳۰	۴	موڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی
پتھروں کے گیت	محمود بالیسری		۱۲۸	۲۵	اردو گھر نئی دہلی
پچھلے موسم کا پھول (شاعری)	مظہر امام	ڈیمائی	۱۲۸	۵	آدرش بک ہاؤس سری نگر
پرانی بات ہے (نظمیں)	زبیر رضوی	ڈیمائی	۹۶	۳	مکتبہ جامعہ نئی دہلی
پس انداز (انشائیے)	[illegible]	کراؤن	۲۵۴	۵۰	موڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی
پریم چند کے کچھ خطوط (تحقیق)	مانک ٹالا	ڈیمائی	۲۸	۱۰	موڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی
پوربی دیسوں کی کہانیاں	[illegible] صدیقی	ڈیمائی	۳۴۳	۱۹	
پھول [illegible] بچوں کے لئے	بشیر احمد انصاری	ڈیمائی	۲۸۰	۱۰۰	موڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی
پھول جیسے لوگ [illegible]	انور رحمان	ڈیمائی	۲۸۰	۱۰۰	موڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی
پھولوں کے رنگ	اسلم واحدی				
پھول کانٹوں کی سیج پر	شبنم گورکھپوری				
پیارا ہندوستان (بچوں کے لئے)	فضل امام	ڈیمائی	۴۰	۱۰	وجے پبلشرز دہلی
پیاری پیاری کہانیاں بچوں کے لئے	رام لعل			۱۰	
پیغمبر حق (سوانح)	عقیل ہاشمی	کراؤن	۲۴۲	۱۵	سیل کاؤنٹر سیاست حیدرآباد
پیکر خیال (شاعری)	سعد الدین سعد صدیقی		۱۹۲	۲۵	پیراماؤنٹ ایجوکیشن بورڈ
تابشیں	نور الحسن نور گورکھپوری				
تاریخ آصفی	ثروت علی		۱۸۸	۱۰	ترقی اردو بیورو نئی دہلی
تتلیوں کے گیت	عبدالمتین نیاز			۱۰	
تحریک نظم جماعت	ابو سلمان شاہجہانپوری	کراؤن	۳۰۲	۳۰	شاہین بک سیلرز [illegible] دہلی
تخلیقی ساہتیہ [illegible]	رام رتن پنڈوروی			۷۵	

تحریک کی تاریخ	خلیل الرب			۱۸	
تذکرہ مہکشاں جارشت	سید حیات وارثی				
ترجمہ قرآن	مشیر الحق	ٹھانی	۴۰	۸	مکتبہ جامعہ نئی دہلی
تصورات (تنقید)	عبد المغنی	ڈیمائی	۱۴۸	۶۰	ادارہ فکر جدید دہلی
تصویر سخن	سعید قریشی مراد آبادی				
تصویر غالب (ڈرامہ)	ڈی ۔ اے ۔ پیرسن		۱۴۸	۲۰	اُردو گھر نئی دہلی
تعارف (شاعری)	طلعت عرفانی	کراؤن	۱۱۱	۴۰	موڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی
تفہیم و تنقید (تنقید)	حامد کاشمیری	ڈیمائی	۱۴۴	۴۰	مکتبہ جامعہ نئی دہلی
تلاش و تعبیر (تحقیق و تنقید)	رشید حسن خان		۳۰۴	۴۵	اُردو گھر نئی دہلی
تلافی (شاعری)	جاوید ناصر			۱۰	
تنویر رسالت	صوفی اختر قدیر				
تنویر غزل	اقبال بھارتی				
توفیق الحکیم (ناول نگاری کا جائزہ)	بدر الدین الحافظ	ڈیمائی	۱۰۸	۷	مکتبہ جامعہ نئی دہلی
تیرا غم رہے سلامت (ناول)	عطیہ پروین	کراؤن	۲۴۸	۳۰	نسیم بکڈپو لکھنؤ
جدید فارسی شاعری	محمد تقی علی				
جغرافیہ کی ماہیت اور اس کا مقصد	نفیس احمد صدیقی	ڈیمائی		۱۹	ترقی اُردو بیورو نئی دہلی
جمال ابتدا جلال انتہا (شاعری)	سکندر علی وجد	ڈیمائی			
جواب دوست	نسیم انصاری				
جمہور کا غلام	تزئین عائشہ تاج				
جولیس سیزر (ڈرامہ)	شیکسپیئر / نجیب الرحمٰن	ڈیمائی	۱۳۲	۲۰	ساہتیہ اکادمی نئی دہلی
جوہی کی کلیاں (ناول)	شہناز کنول	کراؤن	۲۱۶	۴۲	نسیم بکڈپو لکھنؤ
جہاد حرف (شاعری)	عزیز بگھروی				
جہانِ افکار	سید مجاور حسین رضوی				
چار شہر ایک کہانی (سفرنامہ)	وحید انور	ڈیمائی	۱۰۲	۲۰	کلاسیک انٹرنیشنل بمبئی ۵۵
چکبست	سرسوتی سرن کیف	ڈیمائی	۱۳۹	۲۰	ساہتیہ اکادمی نئی دہلی
چہرہ چہرہ درق	نسیم فاروقی			۱۷	
چہرہ (افسانے)	ساحل احمد	کراؤن	۱۲۸	۲۰	لٹریری بک سینٹر الہ آباد
حادثے	کرشن موہن جوہری				
حرف اتہام	شہاب الدین ثاقب				
حرف حرف داستان (افسانے)	عظیم اقبال	ڈیمائی	۱۲۷	۴	موڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی

جہاں داری (تحقیق)	شافع قدوائی	ڈیمائی	۲۴۳	۲۵	مکتبہ جامعہ علی گڑھ
[illegible]	حقیر آستانی				
[illegible] (شعری مجموعہ)	جوہر نعمانی				
[illegible] (تنقیدی مضامین)	آدم نصرت	ڈیمائی	۱۰۳	۲۰	
خواجہ احمد عباس کے افسانے	رام لعل	ڈیمائی	۲۲۳	۷۵	سیمانت پرکاشن دہلی
نواب سید نظام الدین حسن سخن	محمد فہیم [illegible]				
خوشبو (شاعری)	پروین شاکر	کراؤن	۱۶	۱۲/-	مکتبہ شان ہند دہلی
خوشبو	روشن تقی				
خوشبو بن کے لوٹیں گے	دیویندر اسر	ڈیمائی	۸۸	۳۰	پبلشرز اینڈ ایڈورٹائزرز دہلی
خوشبو کا سفر (سفرنامہ)	کیول دھیر			۴۰	موڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی
حصار (شعری مجموعہ)	یوگیندر بہل تشنہ	ڈیمائی	۱۳۶	۵۰	[illegible] پبلشرز [illegible] دہلی
دسترس	محمد عرفان				
دکنی ادب	قیوم صادق	ڈیمائی	۱۲۸	۲۰	کرناٹک ادبی سرکل گلبرگہ
دو گز زمین (افسانے)	عبدالصمد	ڈیمائی	۲۹۷	۴۰	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی
دھڑکنوں کا سفر	محمد علی شیدا				
دھنک احساس کی (شاعری)	راج نرائن راز	ڈیمائی	۱۲۸	۴۵	موڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی
دیوان غالب کامل	کالی داس گپتا رضا	ڈیمائی	۶۰	۱۴	ساکار پبلشرز بمبئی
ڈوبتا ابھرتا آدمی	رام لعل	کراؤن	۲۴۲	۴۵	مکتبہ شان ہند
[illegible] (افسانے)	ابوالکلام عزیزی	کراؤن	۱۲۸	۱۵	بک امپوریم پٹنہ
[illegible] بچوں کے لئے	[illegible]	۲۰×۲۳/۸	۴۰	۱	ادارہ فکر جدید دہلی
زہر کے پھول (شاعری)	محمد محسن	ڈیمائی	۱۳۶	۲۵	مکتبہ جامعہ دہلی
زندگی کی طرف (ڈرامے)	شمیم حنفی	ڈیمائی	۱۳۶	۳۶	مکتبہ جامعہ نئی دہلی
[illegible] (ناول)	عباس خان	ڈیمائی	۲۲۴	۷۵	ادارۂ فکر جدید دہلی
[illegible]	ذکاء الدین شایاں			۳۰	
سات سمت کا شاعر	ساحر شیوی	ڈیمائی	۱۴۲	۳	موڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی
[illegible]	سید عشرت سراج				
سلام حق (شاعری)	ادا جعفری	ڈیمائی		۴۵	مکتبہ جامعہ نئی دہلی
سامان سرخوشی	[illegible]				
سائنس کی تدریس	غلام دستگیر	ڈیمائی	۱۴۴	۳	ترقی اردو بیورو نئی دہلی

سبزۂ گل	شاداں بدایونی				
سچے بول (نظمیں)	گوپال متل	ڈیمائی		۳۰	موڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی
سراب (شاعری)	مظہر فاروقی	ڈیمائی	۱۱۴	۱۵	مصنف آندھرا یونیورسٹی والٹیر
سرہند میں فارسی ادب	ادریس احمد	ڈیمائی	۲۳۷	۷۰	مصنف
سفر اور سائے (شعری مجموعہ)	اسلم بدر				
سفر جاری ہے	صلاح الدین نیر				
سوانح حیات ملک عنبر	آغا مرزا بیگ				
شاد کا عہد اور فن	نقی احمد ارشاد	ڈیمائی	۳۱۱	۳۰	مصنف
شام و سحر (شاعری)	مغل اقبال اختر	ڈیمائی	۹۶	۳۰	موڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی
شہر احساس	نسیم سامانی				
شہر صدا	عمر قریشی				
شہر گماں	آشفتہ چنگیزی				
شہنشاہ اشعار۔	تاباں امروہوی نقوی	ڈیمائی	۱۴۴	۱۱	ترقی اردو بیورو نئی دہلی
شہید جستجو ـ ڈاکٹر ذاکر حسین	ضیاالحسن فاروقی الحسن	ڈیمائی	۴۰۷	۷۵	مکتبہ جامعہ نئی دہلی
صاحب نظراں	غلام رضوی گردش				
صدائے سنگ (شاعری)	محمد سالم	ڈیمائی	۱۴۳	۳۰	بک امپوریم پٹنہ
صبح کی کرن	رشید خاں راہی				
صدف سمندر	شبیر رسول				
صفر	ثروت شفائی				
صلاح الدین پرویز کے خطوط (شاعری)	صلاح الدین پرویز	ڈیمائی	۲۴۴	۴۰	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی
ظفریات	ڈاکٹر احسان اللہ				
عالمی اردو ادب حوالاتی دستاویز	نند کشور وکرم	ڈیمائی	۳۴۴	۸۰	پبلشرز اینڈ ایڈورٹائزرز دہلی
عکس غالب	مسلم انصاری				
علاج رحمت یا زحمت	مرزا انور بیگ			۳۰	
غالب اور انقلاب ستاون	معین الرحمن	ڈیمائی	۲۸۷	۳۰	غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی
غبار (شاعری)	صالح ندیم	ڈیمائی	۱۱۲	۷	مصنف دودری پور الہ آباد
غزل کے نئے جہات	محمد عقیل	ڈیمائی	۱۸۴	۷۰	مکتبہ جدید دہلی
غزل نما (غزلیات کا انتخاب)	ادا جعفری	ڈیمائی		۷۵	مکتبہ جامعہ نئی دہلی
فراق کی شاعری	افغان اللہ خاں				
فرہنگ معارف	کالی داس گپتا رضا	کراؤن	۲۲۸	۵۰	وصل پبلیکیشنز بمبئی

درپن کلیات محمد	نوح احمد برکاتی				
فروغ نثری مباحث اور ادب	شمیم افروز زیدی	ڈیمائی	۳۲۵	۱۰۰	بیسویں صدی پبلیکیشنز نئی دہلی
نشاطِ خواب	نورالحسن ہاشمی				
فصیلِ جاں	احسن نشاط				
نوحہ	یوسف ناظم	ڈیمائی	۱۱۲	۳۰	نئی آواز نئی دہلی
نعیم ہندوستانی کی مکمل سرگزشت	مجیب اشرف	ڈیمائی	۸۸	۱۲	نئی آواز نئی دہلی
قصۂ غالب (نقوش و اسناد)	مسعود حسن رودولوی	ڈیمائی	۳۴۲	۴۰	موڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی
کچھ لہجے کچھ چہرے	سعید سہروردی				
کلام نشتر	نشتر قاسم گجوری				
کلیات جوہر	جوہر دیوبندی				
کشف ادب کی تاریخ	آرائیس مولی / رسر محمد حسین	ڈیمائی	۳۰۳	۷۵	ساہتیہ اکادمی نئی دہلی
کتاب ہوس کے دانشگاہ	مشرف کمالی	ڈیمائی	۱۵۹	۵۰	موڈرن پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی
کلمہ ای کیمیائی	حکیم مرزا محمد امین				
کہکشاں	شور ملیح آبادی				
کہکشاں کہکشاں	کوثر بریلوی				
گردشِ رنگِ چمن (ناول)	قرۃ العین حیدر	ڈیمائی	۷۰۱	۱۵۰	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی
کیبرلی باسری سلامت	محمد صدرالاسلام				
گلدستۂ سخن	نکہت سہائے سری واستو				
گلاب رت	مصطفیٰ مومن				
گلشنِ تخیل	کرشن مراری ضیا میرٹھی				
گول سال	شفیقہ فرحت	کراؤن	۱۲	۱۸	نئی آواز نئی دہلی
گویا اور خاندان گویا کی ادبی خدمات	ناہید اشرف				
لسان الصدق	مولانا ابوالکلام آزاد	ڈیمائی		۷۵	مکتبہ جامعہ نئی دہلی
لسانی فلسفے کے آئینے میں		ڈیمائی	۱۳۲	۳۶	پیش رفت پبلیکیشنز گلبرگہ
لوک غزل	شہاب اشرف				
ماہر لکھنوی	شبیر حکیم				
مبادی کتابیات	کرشن کمار / شہاب انصاری				
مسائل (افسانے)	علی امام نقوی	کراؤن	۱۲۷	۳۰	سیمانت پرکاشن دہلی
متاعِ نور (شاعری)	درشن سنگھ	ڈیمائی	۳۳۸	۵۰	ساون کرپال پبلیکیشنز وجے نگر دہلی
مثنوی جہیز کی لعنت	فردوسی	ڈیمائی	۱۴۸	۳۰	موڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی

مخدوم محی الدین حیات اور شاعری	عطاء الرحمٰن	ڈیمائی	۱۴۴	۳۰	مصنف / مکتبہ جامعہ نئی دہلی
عراقی انیس میں مناظر قدرت	منظر جعفری				
مرزا مظہر جان جاناں	تبارک علی نقشبندی	ڈیمائی	۱۴۴	۲۵	اردو گھر نئی دہلی
معالجات امراض اطفال	علی حیدر جعفری				
معیار سخن	تاج احمد تاج لکھنوی				
مسلمات فن	زار علامی	کراؤن	۱۷۶		مصنف / مکتبہ جامعہ نئی دہلی
ملا وجہی اور انشائیہ	رفیعہ شبنم عابدی				
منزل بہ منزل	پی پیام			۲۸	
من کی گیتا	من موہن لال چھابڑہ				
مور رقص اور تماشائی (افسانے)	نور الحسن				
مولانا آزاد فکر و فن	ملک زادہ منظور احمد	ڈیمائی	۵۴	۷۵	نسیم بکڈپو لکھنؤ
مولانا آزاد کی کہانی	ظفر احمد نظامی	ڈیمائی		۱۸	مکتبہ جامعہ نئی دہلی
میخانہ شارب	شارب لکھنوی				
میری اخبار نویسی کے چالیس برس	اپندر ناتھ اشک	ڈیمائی	۱۴۸	۵۰	نیا ادارہ الہ آباد
میری قومی نظمیں	جعفر ملیح آبادی				
نروان	آنند لہر	کراؤن	۱۸۵	۳۰	جے کے بک ہاؤس جموں
نشاط درد	عبرت بہرائچی				
نذر خسرو (پہیلیاں)	شان الحق حقی		۱۴۴	۳۰	سیمانت پرکاشن دہلی
نذر مختار	مالک رام	ڈیمائی		۱۰۱	مکتبہ جامعہ نئی دہلی
نظام رنگ	اسلم فرخی	ڈیمائی	۷۹	۱۵	مکتبہ جامعہ نئی دہلی
نعتیہ شاعری کا ارتقاء	محمد اسمٰعیل آزاد	ڈیمائی		۸۰	دانش محل لکھنؤ
نغمات طوبیٰ (شاعری)	عالم لکھنوی		۱۷۶	۵۰	اردو گھر نئی دہلی
نقوش زریں	ایم اے طارق ایرانانی				
نگار شب	شمیم شہزاد				
نغمے چراغ	بشیشر پردیپ		۴۰	۱۰	ادارہ فکر جدید دہلی
نوائے دل (شاعری)	رونق بدایونی	[illegible]	۱۴۰	۲۵	قاضی الیاس رشید سید باڑہ منڈی مسہد بدایوں
نوائے سرور (شاعری)	سید محمد سرور		۱۵۴	۲۵	اردو گھر نئی دہلی
نیا اردو افسانہ	گوپی چند نارنگ	ڈیمائی	۲۳۱	۴۰	اردو اکادمی دہلی
نیاز فتح پوری فکر و فن	اختر یزداں محسن				

نئی تنقید (تنقید)	جمیل جالبی		۳۴	۸۰	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی
نئے قطرے	کنہیا لال کپور	کراؤن	۱۰	۲۵	سلور جوبلی کاسٹن نئی دہلی
نئے موسم کی تلاش (شاعری)	عالم خورشید	ڈیمائی		۳۰	مصنف
ہارمن کی آواز (شعری مجموعہ)	حاجت اللہ شاعر	ڈیمائی	۱۴۴	۲۵	نصرت پبلشرز لکھنؤ
ہمایوں نامہ	گلبدن بیگم	ڈیمائی	۱۷۵	۹۶	ترقی اردو بیورو نئی دہلی
ہندوستان کی عظیم عورتیں	صفدر حسین	ڈیمائی	۴۴	۸	ترقی اردو بیورو نئی دہلی
ہندوستانی تہذیب، ہندوستان خیال کے تناظر میں	ابی کنول				

۸۸-۱۹۸۷ء میں شائع ہونے والی پاکستانی کتب کی دستیاب تفصیل

آخری چال (افسانے)	طارق محمود				
آدم نو کی آواز (شاعری)	جاوید اختر بیدی				
آشنا آشنا (افسانے)	نیر اعظم۔				
آنگن آنگن رات (شاعری)	ماجد صدیقی				
آنکھیں رنگ اور خواب	خاور اعجاز			۸	شاخسار پبلشرز راولپنڈی صدر
آئینہ ہے یہ پیرہن (انشائیے)	شہزاد قیصر				
آئینے میں سورج (افسانے)	ابن نشاط		۱۱۲	۳۰	وڈی گلبرگ اسکوائر کراچی
ابر بہار احساس	نیاز حسین لکھویرا				ماورا پبلشرز لاہور
ابلاغ (شاعری)	اقبال ساجد				کاغذی پیرہن لاہور
ادب اور ریڈیکل جدیدیت	سجاد حارث				
اردو افسانہ (تحقیق و تنقید)	انوار احمد	ڈیمائی	۵۱۲	۱۲۵	بیکن بکس گلگشت ملتان
ارض تمنا (سفرنامہ)	غلام الثقلین نقوی				فیروز سنز لاہور
ارمغان حال	نصیر احمد ناصر				
ارمغان نیاز	جعفر طاہر				
افکار تازہ (مقالات)	سبط حسن		۲۳۱	۴۵	مکتبۂ دانیال کراچی
اتفاق کی خوشبو (شاعری)	اعجاز رحمانی				
اقبال شناسی اور ایکو (تحقیق)	فارق عزیز				
اقبال شناسی اور ادبی دنیا (تحقیق)	انور سدید				
اقبالیات کے چند گوشے (تحقیق)	انعام الحق کوثر				

انتخاب (انشائیے)	شفیق احمد				
انداز بیاں اور (طنز و مزاح)	سلیمان عبداللہ			۵۰	یونیورسل بکس لاہور
بادل چاند ہوا اور میں (شاعری)	سعد اللہ شاہ				
باران رحمت (نعتیہ کلام)	نیر کمال				
بازیافت (افسانے)	فرحت جہاں				
بانہال کے اس پار	ثریا خورشید	ڈیمائی	۱۴۱	۴۰	ویری ٹاک پبلشرز
بت شکن (نظمیں)	رشید نثار				
برگ تازہ (مجموعہ کلام)	رفیق اظہر				
برگ ثنا (نعتیہ کلام)	تابش صمدانی				
برگ سبز (نعتیہ کلام)	اختر ہوشیارپوری				
بکھر جانے کی رت (شاعری)	شہزاد احمد			۵۰	سنگ میل پبلیکیشنز لاہور
بہار کے سترہ لمحے (ناول)	یولیان سیمیونف		۱۳۱	۴۵	مکتبہ دانیال کراچی
بھاگے ہے بیاباں مجھ سے	رشید احمد				
بے مثال (افسانے)	روحی کنجاہی				
پاتال (شعری مجموعہ)	صابر ظفر				مکتبہ دانیال کراچی
بیوروکریٹ (افسانے)	صادق الخیری				
پاکستان میں اردو تحقیق	معین الدین عقیل				
پاکستانی کلچر اور قومی تشخص	فیض احمد فیض				
پاکستانی کلچر کی مختلف جہتیں	آزاد کوثری	ڈیمائی		۸۰	ریپبلکن بکس لاہور
پس آئینہ (شاعری)	یاسمین حمید				
پل صراط (تاریخی ناول)	اکرام بریلوی				مکتبہ افکار کراچی
پیام سحر (شاعری)	مسعود عظیم آبادی				
تحریریں چند (تحقیق و تنقید)	الطاف گوہر			۱۰	مطبوعات حرمت اسلام آباد
تلافی (افسانے)	محمد سعید شیخ				
تماشا طلب آزار	قمر ہاشمی				
تیسری دنیا کا ادب	رضی عابدی				
ثبات (شاعری)	صبا اکبر آبادی		۱۰۴	۳۵	مکتبہ دانیال کراچی
جاگتی آنکھوں کا خواب	ابو عنایت اللہ		۲۴۴	۴۵	صبا پبلیکیشنز کراچی
جتنی آنکھیں باقی ہوں گی (شاعری)	صابر ظفر		۹۶	۵۵	مکتبہ دانیال کراچی

جرم ظریفی (طنز و مزاح)	عطاء الحق قاسمی			
[illegible] (طنز و مزاح)	منظر علی خان			
حرا کا چاند (نعتیہ کلام)	صابر کوثر			
حرف بیدار (شاعری)	اختر شیخ			
حرف [illegible] (شاعری)	عبدالسکین			
حیات اقبال کے چند مخفی گوشے	محمد حمزہ فاروقی			
حیدر گردیزی کا مجموعہ کلام	جاوید اختر بھٹی			
خاکستر پروانہ (شاعری)	جلیل قدوائی			مکتبہ ہم زبان کراچی
خطوط رشید احمد صدیقی	لطیف الزماں			
خندہ زیر لب (طنز و مزاح)	رشید گورسیچ			
خواب سفر (شاعری)	جاوید منظر		۴۵	مکتبہ عالمین کراچی
خوشبو کے قافلے (انشائیے)	محمد اقبال انجم			مکتبہ قرطاس گوجرانوالہ
داستاں داستاں (تحقیق)	آرزو چودھری			
دو گلاب (افسانے)	صوفی طارق			
دھواں (شعری مجموعہ)	اطہر نادر		۲۵	ناشر مصنف
دریچۂ شب (نظمیں)	نسیم سحر			
دست دعا (شاعری)	شاہین حنیف رامے			
دو سفر (سفر نامہ)	نظیر صدیقی			
دھوپ کا سایہ (افسانے)	غلام الثقلین نقوی			ماہ ادب اردو بازار لاہور
دیکھتا ہوں نقش دیکھنے سے	قمر ریاض صدیقی			قمر کتاب گھر کراچی
دھیان کی سیڑھیاں (شاعری)	اعزاز احمد آذر			
رابطہ (خود نوشت سوانح)	غلام الثقلین نقوی			
راہ ساز	فاخر حسین	ڈیمائی ۲۴۷	۱۲۵	نگارشات لاہور
رنگ ظرافت (مزاحیہ شاعری)	ضیاء الحق قاسمی			
رسالے اور شخصیتیں (تحقیق و تنقید)	رشید امجد			مقبول اکیڈمی لاہور
زندہ آدمی (شاعری)	عامر انصاری			
زمانہ سفر میں ہے (سفر نامہ)	اسرار ادیب			
زیر نظر (تحقیق و تنقید)	ذکاء الدین شایاں			
زیر سطح (افسانے)	قیوم راہی		۴۸	یونائیٹڈ بک کارپوریشن کراچی
سرپھری ہوا (شعری مجموعہ)	عارف شفیق			مکتبۂ خاتون پاکستان کراچی

سرسید احمد (سوانح عمری)	راجہ طارق محمود	ڈیمائی	۳۴۴	۴۰	بک کارنر جہلم
سفر ہم سفر (سفرنامہ)	راغب شکیب				مکتبہ ہم زبان کراچی
سلگتے خواب (غزلوں کا مجموعہ)	حیدر قریشی				مکتبہ عالمین کراچی
سموک سکرین اور اللہ (ناول)	طارق اسمٰعیل ساگر				
سمتیں (مجموعہ غزلیات)	روحی کنجاہی				کتب خانہ مینارہ لاہور
سورج کے ساتھ ساتھ (سفرنامہ)	ذکیہ ارشد		۲۱۴	۶۵	مکتبہ ہم زبان کراچی
شام کا سورج (نذر وزیر آغا)	انور سدید	ڈیمائی	۴۲۸	۳۰	مکتبہ فکر و خیال لاہور
شاعری اور تہذیب	جاذب قریشی				
شاہکار غزلیں (مرتب)	خالد شریف				
شہد سم (شاعری)	محمود الحسن				
شہر احساس (شاعری)	اکبر کاظمی				مکتبہ کاظمین مغلپورہ لاہور
شہر در شہر (افسانے)	صادق حسین				
شہر در شہر (سفرنامہ)	امجد اسلام امجد				
صدائیں (شاعری)	نثار اکبر آبادی	ڈیمائی	۱۱۲	۴۰	اظہار سنز لاہور
ضمیر ظرافت (مزاحیہ شاعری)	سید ضمیر جعفری				
طاہرین (منقبت)	وحید الحسن ہاشمی				
ظرفِ احساس (تحقیق)	اصغر ندیم سید	ڈیمائی	۱۱۲	۵۰	سنگ میل لاہور
عالم پرواز (خود نوشت سوانح) الطاف پرواز					
عروس شہادت (مرثیہ)	شید الحسن زیدی				
علامہ اقبال اور اُن کے بعض احباب	محمد صدیق				
غبار آلود سمتوں کا سفر	ظفر اقبال				
غزل (انتخاب)	قائم نقوی				
غزل سہیلی (شاعری)	پنہاں				وحید احمد اکیڈمی کراچی
فیض شاعری اور سیاست	فتح محمد ملک				
قامت (شاعری)	شاہد عتیق				
قلم کرسی اور وردی (افسانے)	عباس خاں				
کاسنی کھڑکی شیشوں کے دریچے (شاعری)	احمد صغیر صدیقی				
کڑوے بادام (افسانے)	سلیم اختر	ڈیمائی	۱۹۹	۹	سنگ میل پبلیکیشنز لاہور
کلیات راشد					
کلیات مجید امجد / کلیات میرا جی / کلیات ناصر کاظمی					

کیفِ دوام (نعتیہ کلام)	مرتضا		۳۲	۳۰	محسن بھوپالی ایوان ادب کراچی
گلِ صفات (شاعری)					شاخسار پبلشرز راولپنڈی
گفتار (شاعری)	بشیر سیفی				
لبِ خنداں (طنز و مزاح)	عاصی کرنالی				
لولو راکھ (ناول)	مرزا ادیب				
لندن براستہ ماسکو	حسن رضوی				
لی طہٰ (نعتیہ کلام)	حمید گردیزی				
سات ہونے تک (شاعری)	ساجد ارحل		۱۴۴	۱۵	مکتبہ دانیال کراچی
مٹی بھر ہوا (ناول)	کوکب جمیل				
محبت کی نظمیں (انتخاب)	فاخر حسین شاکر رضی الدین				
مشعل (شاعری)	رفعت ہاشمی				
مطلعِ فاراں (نعتیہ کلام)	حافظ لدھیانوی				
مکالمات اقبال	سعید راشد	ڈیمائی	۱۸۰	۳۰	کاروان بک ہاؤس جہلم
ملاقاتیں (خود نوشت)	انتظار حسین				
منزل میں گرداب (سفرنامہ)	اجمل نیازی				قیصر پبلی کیشنز فیض آباد
موجِ سحر (مجموعہ کلام)	حزیں لدھیانوی			۵۰	مکتبہ اشاعت اردو کراچی
میراں نقش (تحقیق)	وفا راشدی				
میری زندگی کے ۷۵ سال	اعجاز الحق قدوسی				
ناگزیر (شاعری)	محسن احسان				
نفرتوں کے گلاب جاوداں	عاصی کرنالی				
نیا موسم کا اجرا	رئیس الدین رئیس				
نیکیوں سے خالی سفر	جاوید شاہین	ڈیمائی	۱۷۲	۵۰	سنگ میل لاہور
وفاتیں (تحقیق)	سجاد باقر رضوی				
وقت سمندر (افسانے)	محمد منشا یاد				ماڈرن بک ڈپو اسلام آباد
وہم سا (شاعری)	جوہر نظامی				
ہم قفس (رپورتاژ)	مسعود مفتی				
یادِ جمہور رفتہ	عبادت بریلوی				
یادوں کے گلاب	اے حمید				
یہ بات جاں کی ہے	منتظر علی خان				افسر پبلیکیشنز
مسجد میں اللہ ہے (سفرنامہ)	لطف اللہ			۵۰	مکتبہ ہم زبان کراچی
[illegible] (شاعری)	۔۔ لیاز		۱۶۱	۵۰	مکتبہ دانیال کراچی

مگدھ یونیورسٹی سے اردو میں پی ایچ ڈی کرنے والوں کی فہرست

شاہد اقبال

مگدھ یونیورسٹی، بودھ گیا ۱۹۶۲ء میں عالم وجود میں آئی۔ ریاست بہار کی یہ دوسری ... یونیورسٹی ہے۔ اس کے پہلے وائس چانسلر مشہور مصنف پروفیسر کالی کنکر دتا تھے۔ اس یونیورسٹی میں پی۔ جی۔ شعبۂ اردو کا قیام ۱۹۶۸-۶۹ء کے تعلیمی سال سے عمل میں آیا۔ ڈاکٹر سید محمد حسنین صدر شعبۂ اردو گیا کالج کو پی۔ جی۔ شعبہ کی تنظیم و ترتیب کے لیے منتخب کیا گیا۔ پھر وہ اس شعبہ کے باضابطہ صدر بحال کیے گئے۔ ڈاکٹر سید محمد حسنین ادبیات اردو میں بہار کے پہلے پی ایچ ڈی ہیں۔ انھوں نے یہ ڈگری پٹنہ یونیورسٹی سے ۱۹۵۲ء میں حاصل کی۔

پروفیسر سید محمد حسنین ۳۵ سالہ خدمت کے بعد ۲۸ فروری ۱۹۸۵ء کو اس شعبے کی تعلیمی و تدریسی خدمات سے سبکدوش ہوئے۔ ان کی جگہ ڈاکٹر الحاج سید شاہ محمد طیب ابدالی صدر شعبہ مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۲-۸۳ء کے تعلیمی سال سے پروفیسر سید طیب ابدالی کے زیر اہتمام ادبیات فارسی کا شعبہ بھی قائم ہوا۔

فہرست ان امیدواروں کی جن کو پی ایچ ڈی اور ڈی لٹ کی ڈگری تفویض کی گئی۔

موضوع	مقالہ نگار	نگراں	سال
۱۔ اکبر الہ آبادی کا سماجی اور سیاسی مطالعہ	ڈاکٹر اصلح ظفر	ڈاکٹر سید محمد حسنین	۱۹۷۲ء
۲۔ بہار میں افسانہ نگاری	ڈاکٹر عبد الحفیظ الہاجی	" "	۱۹۷۳ء
۳۔ اردو غزل اور شاد عظیم آبادی کا فن	ڈاکٹر سید آل احمد	" "	۱۹۷۴ء
۴۔ بہار میں ڈرامہ نگاری اور اس کا ارتقاء	ڈاکٹر انیس الرحمٰن	ڈاکٹر اصلح ظفر	۱۹۷۵ء
۵۔ منظم عظیم آبادی عمر، حیات اور شاعری (مطبوعہ)	ڈاکٹر محمد محمود الحسن	ڈاکٹر سید محمد حسنین	۱۹۷۵ء
۶۔ بہار میں تذکرہ نگاری (مطبوعہ)	ڈاکٹر محمد منصور عالم	" "	۱۹۷۵ء
۷۔ سعادت یار خاں رنگین حیات اور شاعری (ڈی لٹ مجلد)	ڈاکٹر حسن آرزو	" "	۱۹۷۷ء
۸۔ اردو شاعری کے رجحانات (۱۸۸۰ء سے ۱۹۴۷ء تک)	ڈاکٹر حکیم اللہ حقی		۱۹۷۷ء
۹۔ غالب کی اردو شاعری میں پیکر تراشی	ڈاکٹر سید حسن امام	ڈاکٹر اصلح ظفر	۱۹۷۷ء
۱۰۔ امیر الدین وفا حیات اور شاعری	ڈاکٹر ملک نعیم مصطفیٰ	ڈاکٹر شاہ شکیل احمد	۱۹۷۷ء
۱۱۔ مرزا اسلام بیگ، حیات اور شاعری	ڈاکٹر سید محمد اختر مرتضی	ڈاکٹر محمد طیب ابدالی	۱۹۷۸ء
۱۲۔ اردو قصیدہ نگاری پر فارسی قصیدہ نگاری کے اثرات	ڈاکٹر سید شاہ مطیع الرحمٰن	ڈاکٹر سید محمد حسنین	۱۹۷۸ء

بقیہ صفحہ ۳۸۳ پر

پٹنہ یونیورسٹی سے اردو میں پی ایچ۔ ڈی کرنے والوں کی فہرست

مرتبین: — شاہد اقبال، — محبوب اقبال

پٹنہ یونیورسٹی ۱۹۲۷ء میں قائم ہوئی۔ ابتداً یہاں اردو فارسی اور عربی کا مشترکہ شعبہ تھا۔ ڈاکٹر سید عظیم الدین احمد، ڈاکٹر سید اقبال حسین جیسی ہستیاں اس کی سربراہ رہ چکی ہیں۔ جب پروفیسر کلیم الدین احمد کو ۱۹۴۸ء میں پٹنہ کالج کی پرنسپل شپ تفویض کی گئی تو ان کی کوششوں سے یونیورسٹی نے مذکورہ تینوں شعبوں کو علیحدہ کیا۔ اسی وقت سے اردو کا خود مختار وجود قائم ہو گیا۔

پروفیسر سید احمد اریوی، ڈی فل (قاہرہ) شعبۂ عربی، پروفیسر حافظ شمس الدین احمد شمس منیری، شعبۂ اردو، اور پروفیسر حسن، ڈی لٹ (تہران) شعبۂ فارسی کے پہلے سربراہ بحال ہوئے۔ شمس منیری ۱۹۵۱ء میں شعبۂ اردو کے تدریسی فرائض سے سبکدوش ہو گئے۔ اس کے بعد پروفیسر اختر اورینوی شعبۂ اردو کے دوسرے سربراہ بحال ہوئے۔

پروفیسر سید اختر احمد اورینوی، شمس منیری کے ہدایت یافتہ شاگرد تھے جن کی خوش بیانی و خوش فکری، ذہانت و طباعی اور ظرافت و انشا پردازی نے انھیں نامور بنا دیا تھا۔ لائق استاد نے جس محنت اور محبت کے ساتھ شعبہ کو سینچا تھا، لائق شاگرد نے بھی غیر معمولی عزم و عمل کے ساتھ اس شعبہ کو سنبھالا۔ افسوس ۱۹۷۷ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ان دونوں مرحوم اساتذہ کی بابرکت زندگی اور مساعی نیک کا نتیجہ تھا کہ عظیم آباد کے گہوارۂ علم و ادب میں اردو کا یہ پہلا شعبہ ملک کے دو چار موقر پوسٹ گریجویٹ تعلیمی اداروں میں ایک اہم مرکز تصور کیا گیا۔ پروفیسر سید [illegible] پٹنہ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے تیسرے صدر ہوئے۔ صد افسوس ان کا عہدِ صدارت ان کی بیماری کی بنا پر رخصت ہو گئی۔

موجودہ صدر شعبۂ اردو پروفیسر مختار احمد صاحب ہیں۔ جن کی نگرانی میں تدریس و تحقیق کا کام بحسن و خوبی جاری ہے۔ موصوف نے اپنے بزرگ اساتذہ کی پیروی میں شعبۂ اردو کو فعال بنائے رکھا ہے۔

پٹنہ یونیورسٹی سے اب تک ۶۳ طالب علموں نے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی ہے اور ۲۴ طلبہ نے اپنے مقالات کا رجسٹریشن کرایا ہے۔

ذیل میں ان امیدواروں کی فہرست دی جا رہی ہے جنھوں نے پٹنہ یونیورسٹی سے اردو میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے یا اپنا رجسٹریشن کرا لیا ہے۔
جو مقالات منظرِ عام پر آ چکے ہیں ان کے آگے مطبوعہ لکھ دیا گیا ہے۔
مندرجہ ذیل مقالات پر پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی جا چکی ہے۔

شمار نمبر		موضوع	مقالہ نگار	نگراں	سال
۱	مطبوعہ	بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء آغاز سے ۱۸۵۷ء تک (ڈی لٹ)	ڈاکٹر اختر اورینوی	ڈاکٹر اختر اورینوی	۱۹۵۷ء
۲		جدید اردو افسانہ نگاری	ڈاکٹر فردوس خاتون نفیس	〃 〃	۱۹۵۷ء
۳	مطبوعہ	راسخ عظیم آبادی بحیثیت مثنوی نگار	ڈاکٹر ممتاز احمد	پروفیسر کلیم الدین احمد	۱۹۵۸ء
۴		متحدہ تہذیب اردو ادب کی روشنی میں	ڈاکٹر محمد یوسف خورشیدی	〃 〃	۱۹۶۱ء
۵		شاہ آیت اللہ جوہری حیات اور شاعری۔ ڈی لٹ	ڈاکٹر سید اسلام الدین	〃 〃	۱۹۶۱ء
۶		پریم چند کی افسانہ نگاری	ڈاکٹر محمد شکیل الرحمن	〃 〃	۱۹۶۲ء
۷		راسخ کے دو شاگرد گھسی اور فرحت	ڈاکٹر محمد مطیع الرحمن	〃 〃	۱۹۶۴ء
۸	مطبوعہ	شاہ رکن الدین عشق، حیات اور شاعری	ڈاکٹر قریشہ خاتون	〃 〃	۱۹۶۴ء
۹	〃	شبر علی افسوس، عصر، حیات اور شاعری	ڈاکٹر سید ظہیر احسن	پروفیسر کلیم الدین احمد	۱۹۶۶ء
۱۰	مطبوعہ	افضل حق آزاد، حیات اور شاعری	ڈاکٹر سید حسن مجید	پروفیسر اختر اورینوی	۱۹۶۶
۱۱		بہار میں اردو شاعری کا ارتقاء، (۱۸۵۷ء سے ۱۹۱۴ء تک)	ڈاکٹر کلیم احمد عاجز	〃 〃	۱۹۶۶
۱۲	〃	صوفی منیری، حیات اور شاعری	ڈاکٹر خالد رشید صبا	〃 〃	۱۹۶۶
۱۳	〃	صفی منیری کے نثری کارنامے	ڈاکٹر محمد طیب ابدالی	〃 〃	۱۹۶۸ء
۱۴	〃	صفیر بلگرامی بحیثیت شاعر و ادیب	ڈاکٹر ظفر اوگانوی	پروفیسر جمیل مظہری	۱۹۶۸
۱۵	〃	اردو نثر میں طنز و مزاح اور رشید احمد صدیقی کا حصہ	ڈاکٹر اقبال اختر	ڈاکٹر سید صباح الدین	۱۹۶۸
۱۶		راجندر سنگھ بیدی، حیات اور خدمات	ڈاکٹر سید نثار مصطفیٰ	پروفیسر اختر اورینوی	۱۹۶۸
۱۷		جرأت بحیثیت مثنوی نگار	محمد یونس	پروفیسر ممتاز احمد	۱۹۶۹
۱۸	مطبوعہ	شاہ اکبر داناپوری، حیات اور شاعری	ڈاکٹر سید محمد ظہیر الحق	پروفیسر جمیل مظہری	۱۹۷۰
۱۹	〃	اردو شعرا کا تحقیقی تجزیہ (ڈی لٹ)	ڈاکٹر ممتاز احمد	پروفیسر کلیم الدین احمد	۱۹۷۰
۲۰	〃	بہار میں اردو نثر کا ارتقاء، ۱۸۵۷ء سے ۱۹۱۴ء تک	ڈاکٹر سید ظفر اقبال	〃 〃	〃

۲۱		اکبر الٰہ آبادی کی شاعری میں ہندوستانی تہذیب	شاہ شکیل احمد	پروفیسر سید محمد صدرالدین	۱۹۷۰ء
۲۲	مطبوعہ	اردو ڈرامہ آغا حشر کے بعد	قمر اعظم ہاشمی	پروفیسر اختر اورینوی	۱۹۷۱ء
۲۳	"	اردو میں داستان نگاری	محمد زین العابدین	پروفیسر سید صدرالدین	۱۹۷۲ء
۲۴		ناسخ لکھنوی حیات اور شاعری	محمد شعیب صابری	پروفیسر اختر اورینوی	۱۹۷۳ء
۲۵		عبدالحکیم شرر حیات اور خدمات	قاسم حسن صدیقی	مطیع الرحمن	۱۹۷۳ء
۲۶		اردو ناول ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۷ء	ڈاکٹر اسلم آزاد	پروفیسر اختر اورینوی	۱۹۷۴ء
۲۷		اردو نثر کا اسلوب			
		محمد حسین آزاد سے ابوالکلام آزاد تک	عبدالخالق	جمیل مظہری	۱۹۷۴ء
۲۸		بہار میں انیس کے بعد مرثیہ نگاری	سید افضل حسن	مطیع الرحمن	۱۹۷۵ء
۲۹	مطبوعہ	اردو میں قصیدہ نگاری آغاز سے ۱۹۲۵ء تک	محمد کمال الدین	اختر اورینوی	۱۹۷۵ء
۳۰		عبدالحق تنقید نگار کی حیثیت سے		" " "	۱۹۷۵ء
۳۱		محمد جعفر خان رقیب اور اردو میں انکی ادبی خدمات	محمد کاظم حسینی	کلیم الدین احمد	۱۹۷۵ء
۳۲		اردو میں رباعی مہدی بخش تسلیم	حمیرا خاتون	" " "	۱۹۷۵ء
۳۳		امیر اللہ تسلیم حیات اور شاعری	سید فضل امام رضوی	" " "	۱۹۷۶ء
۳۴		مرزا رسوا کے نسوانی کردار	ثریا جمال مظہری	یوسف خورشیدی	۱۹۷۶ء
۳۵		ناسخ کے شاگرد بحر لکھنوی	حمیدہ خاتون	سید صدرالدین	۱۹۷۶ء
۳۶		اردو افسانہ ۱۹۴۷ء کے بعد	قدوس جاوید	" " " "	۱۹۷۶ء
۳۷		اردو تنقید حالی کے بعد (ڈی لٹ)	سید وہاب کریم	" " " "	۱۹۷۷ء
۳۸		اردو غزل میں فکری عناصر	یوسف خورشیدی	یوسف خورشیدی	۱۹۷۷ء
۳۹		اردو مرثیہ اور خاندان دبیر	سعیدہ بیگم	" " "	۱۹۷۷ء
۴۰		شاہ محمد اعظم بہاری بحیثیت شاعر	ذیشان فاطمی	" " "	۱۹۷۷ء
۴۰		میر حسن کی غزلیات سے تعارف (ڈی لٹ)	محمد ذکی الحق		۱۹۷۷ء
۴۱	مطبوعہ	رمز عظیم آبادی حیات اور فن	ثریا جبیں	ڈاکٹر ممتاز احمد	۱۹۷۷ء
۴۲		عبدالماجد دریابادی حیات اور خدمات	عتیق الرحمن خاں		۱۹۷۷ء
۴۳		نذیر احمد کی کردار نگاری	اشرف جہاں		۱۹۷۸ء
۴۴		شوق نیموی حیات اور خدمات	ریاض احمد سہیل		۱۹۷۸ء
۴۵		اسی غازی پوری بحیثیت صوفی شاعر	سید محمد کاظم ہاشمی	پروفیسر جمیل مظہری	۱۹۷۸ء
۴۶		اکبر الٰہ آبادی کے سیاسی افکار و خیالات	محمد عزیز الرحمن	ممتاز احمد	۱۹۷۹ء
۴۷		غالب کی شاعری اور فن	محمد ظہیر عالم	" " "	۱۹۸۰ء

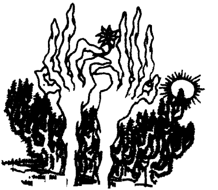
۴۹	حافظ نذر الرحمٰن صفا عظیم آبادی حیات اور شاعری		٭ سید صبیح احمد	٭ حکیم احمد جاوید	۱۹۸۴
۵۰	اُردو میں خود نوشت سوانح نگاری		٭ شیریں جمال	٭ ڈاکٹر [illegible]	۱۹۸۴
۵۱	سہیل عظیم آبادی کی افسانہ نگاری		ڈاکٹر محمد حبیب الحق	ڈاکٹر اعجاز علی ارشد	۱۹۸۵
۵۲	خلیل الرحمٰن اعظمی حیات اور شاعری	مطبوعہ	٭ محمد اسلام الدین	٭ اسلم آزاد	۱۹۸۵
۵۳	واقف دہلوی احوال تحقیق دیوان و تنقید کلام		٭ شکیب ایاز	٭ کلیم الدین احمد	۱۹۸۵
۵۴	پروفیسر محمد حبیب حیات و خدمات		٭ سارہ قمر ذکی	٭ ممتاز احمد	۱۹۸۵
۵۵	ترتیب و تدوین دیوان رضیہ خاتون جمیلہ خدا بخش		٭ محمد اسرائیل رضا	〃 〃	۱۹۸۶
۵۶	اُردو میں احادیث نبوی کے تراجم و تشریحات		٭ محمد عاصم اعظمی	〃 〃	۱۹۸۶
۵۷	بہار میں اُردو صحافت		٭ جاوید حیات	〃 〃	۱۹۸۶
۵۸	سہیل عظیم آبادی حیات اور کارنامے		٭ مجاز رسول	〃 〃	۱۹۸۶
۵۹	بہار کا اردو ادب ۱۹۴۷ء کے بعد		٭ نسیم اختر	٭ یوسف خورشیدی	۱۹۸۷
۶۰	یاس بہاری حیات اور شاعری		٭ انیس صدیقی	٭ ممتاز احمد	۱۹۸۸
۶۱	پریم چند کے نمائندہ کردار — ناول کی روشنی میں		٭ عبد الستار	〃 اسلم آزاد	۱۹۸۸
۶۲	اُردو میں مرثیے کی روایت		٭ ممتاز احمد خاں	〃 پروفیسر ممتاز احمد	۱۹۸۸
۶۳	اکبر بحیثیت شاعر		٭ محمد افتخار عالم	〃 〃	۱۹۸۹

٭ مندرجہ ذیل موضوعات کا رجسٹریشن برائے پی ایچ۔ ڈی ہو گیا ہے :

۱	تدوین دیوان میر دوست علی خلیل	سید محبوب اقبال	پروفیسر یوسف خورشیدی
۲	بہار میں اُردو ناول کا ارتقا	محمد مینا احمد	٭ ممتاز احمد
۳	رسالہ معاصر کی ادبی خدمات	اکبر علی	〃 〃
۴	اختر الایمان، حیات اور شاعری	شمشاد جہاں	ڈاکٹر اعجاز علی ارشد
۵	بہار کے رسائل (۱۹۴۷ء کے بعد)	رخسانہ خاتون	〃 〃
۶	پریم چند کے ناول میں نسوانی کردار	عارفہ اختر	پروفیسر ممتاز احمد
۷	اردو کے ابتدائی تنقیدی عمل — ایک تنقیدی مطالعہ	محمد ممتاز عالم	ڈاکٹر اسرائیل رضا
۸	کتاب نما (دہلی) کی ادبی خدمات ۱۹۶۰ء سے ۱۹۸۰ء تک	انور خورشید	پروفیسر کلیم [illegible]

۹	فلسفۂ ادب کی ابتدائی خدمات	راجا جلیل	" مشتاق احمد	
۱۰	معاصر صحیفہ کی شاعری میں سماجی، سیاسی اور تہذیبی شعور	مسرت جہاں	ڈاکٹر رضیہ تبسم	
۱۱	جمیل عظیم آبادی	نجمہ کلیم	پروفیسر مشتاق احمد	
۱۲	قاضی عبدالستار بحیثیت ناول نگار	عبدالغفور	پروفیسر کلیم عاجز	
۱۳	آل احمد سرور کا نظریۂ تنقید اور اسلوب	سید خورشید انور	" مشتاق احمد	
۱۴	منشی [illegible] اور قرۃ العین حیدر	سید زماں غنی	ڈاکٹر رضیہ تبسم	
۱۵	مولانا عثمان غنی ایک دانشور اور صحافی	سید نعمان غنی	" "	
۱۶	اقبال کے مذہبی افکار کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ	اشفاق احمد	پروفیسر مشتاق احمد	
۱۷	پریم چند کے ناولوں کا سیاسی سماجی اور معاشی پس منظر	محمد ابوالبرکات	ڈاکٹر اسلم آزاد	
۱۸	[illegible] بحیثیت ناول نگار	فیروز احمد	" " "	
۱۹	بہار میں اردو تحقیق	مطیع الرحمٰن	ڈاکٹر اسرائیل رضا	
۲۰	کرشن چندر اور سماجی مسائل	محمد نسیب حسنین	" " "	
۲۱	بہار میں اردو مرثیہ نگاری (۱۹۱۳ء سے ۱۹۴۰ء تک)	سید عظمت امام	پروفیسر مشتاق احمد	
۲۲	قصائد سودا کی فرہنگ سازی	محمد عباس	" "	
۲۳	پروفیسر محمد ارتقا - احوال و آثار	محمد سہیل احمد صفدر	" "	
۲۴	شبلی نعمانی کا سیاسی، ملی اور تعلیمی شعور	محمد نوشاد عالم ملک	ڈاکٹر رضیہ تبسم	

(خبر نامہ بہار اردو اکادمی پٹنہ اپریل ۸۸



شاہد اقبال

اضافی فہرست

پی۔ایچ۔ڈی (اردو) پٹنہ یونیورسٹی

بہار اردو اکادمی کا ماہنامہ "خبرنامہ" بابت اپریل ۸۹ء میں پٹنہ یونیورسٹی سے اردو میں پی۔ایچ۔ڈی کرنے والوں کی فہرست شائع ہوئی ہے۔ اس فہرست میں مندرجہ ذیل نام شامل نہ ہو سکے تھے۔ تفصیلات دستیاب نہ ہو سکی تھی۔ اس اضافی فہرست کی ترتیب میں جناب حسن احمد (گورنمنٹ اردو لائبریری پٹنہ) نے عملی تعاون دیا جن کے لیے راقم ان کا بے حد مشکور ہے۔

(الف) مندرجہ ذیل موضوعات پر پی۔ایچ۔ڈی کی سند تفویض کی جا چکی ہے۔

موضوع	مقالہ نگار	نگراں
۱۔ راسخ کی غزل گوئی	ڈاکٹر لطف الرحمٰن	ڈاکٹر مطیع الرحمٰن
۲۔ قرۃ العین حیدر کے ناولوں میں نسوانی کردار	،، شمیم صادقہ	،، قریشہ خاتون
۳۔ حسرت موہانی اور ان کے دور کے متعلق	،، ریحان غنی	،، ممتاز احمد
۴۔ نذیر احمد بحیثیت ناول نگار (مطبوعہ)	،، اعجاز علی ارشد	،، نواب کریم
۵۔ آسی غازی پوری حیات اور خدمات اور منتخب کلام (ڈی لٹ) (مطبوعہ)	،، طیب ابدالی	
۶۔ انیس کے مرثیوں میں [illegible]	،، ناہید مقدس	
۷۔ عبدالمنان بیدل حیات اور خدمات	،، مسرت شہناز	،، اعجاز علی ارشد
۸۔ عصمت چغتائی بحیثیت ناول نگار	،، فرزانہ اسلم	،، ممتاز احمد
۹۔ اردو کے سفرنامے	،، برکت علی	،، ،، ،،
۱۰۔ کلیم عاجز حیات اور شاعری	،، انیس الحق	،، کلیم عاجز
۱۱۔ عبدالمغنی بحیثیت نقاد	،، محمد مشتاق احمد	،، ممتاز احمد
۱۲۔ مرزا دبیر کی مرثیہ نگاری (مطبوعہ)	،، نفیس فاطمہ	،، یوسف خورشیدی
۱۳۔ مبارک عظیم آبادی حیات اور شاعری	،، نشاط احمد	،، ،، ،،

۱۴۔ اردو کے طنزیہ ناول	فرحت بانو	ممتاز احمد
۱۵۔ بہار میں اردو ناول نگاری	آصفہ واسع	"
۱۶۔ ماہنامہ ندیم گیا کی ادبی خدمات	ڈاکٹر خلیل الحق حقانی	"
۱۷۔ عبدالغفور شہباز (مطبوعہ)	اخلاق الحق داؤدی	کلیم عاجز
۱۸۔ عبدالرحمن بحیثیت محقق	روشن نعیمی	قریشہ خاتون
۱۹۔ اریب کی ادبی خدمات	محمد علی ابدالی	ممتاز احمد
۲۰۔ حکیم ابراہیم ندوی	السیں ایم سنز	ذکی الحق
۲۱۔ بہار میں اردو نثر کا ارتقا	محمد قمر الزماں	سیدہ بیگم
۲۲۔ شاد کی حیات اور شاعری	ابراہیم آہ	جمیل مظہری
۲۳۔ نیر الحق کی تنقید حیات اور شاعری	ناصر رضا خاں جلالی	پروفیسر کلیم الدین احمد

(ب) مندرجہ ذیل مقالات برائے پی۔ ایچ۔ ڈی داخل کیے جا چکے ہیں :

۱۔ احمد جمال پاشا بحیثیت مزاح نگار	محمد ظفر اللہ	ڈاکٹر اعجاز علی ارشد
۲۔ کرشن چندر کی ناول نگاری	اشفاق احسن	ممتاز احمد
۳۔ آج کل کی ادبی خدمات	شمع احمد	کلیم عاجز
۴۔ اردو ادب پر تقسیم ہند کے اثرات	ظفر سعید	قریشہ خاتون
۵۔ بہار میں اردو تحقیق	زاہدہ باقر	حمیرا خاتون
۶۔ بہار میں اردو مرثیہ آزادی کے بعد	شہناز بیگم	ڈاکٹر یوسف خورشیدی
۷۔ اردو مرثیے میں بین السانی عناصر	شہناز بانو	"
۸۔ ... کے ادبی کارنامے	صفیت دراب	ضیا جبیں

(ج) مندرجہ ذیل موضوعات کا رجسٹریشن برائے پی۔ ایچ۔ ڈی ہو چکا ہے :

۱۔ بہار میں اردو تحقیق آغاز و ارتقا	حسن احمد	ڈاکٹر اعجاز علی ارشد
۲۔ تفہیم اقبال ... رفتار	نسیم احمد	"
۳۔ صالحہ عابد حسین کی ناول نگاری	فرحت صدیقی	حمیرا خاتون
۴۔ عبدالودود بحیثیت محقق	محمد آصف اختر	"
۵۔ کلیم عاجز کی شاعری	اسلم جاوداں	
۶۔ گلزار نسیم اور سحرالبیان کا موازنہ	وسیمہ اختر	

(اخبار نامہ بہار اردو اکادمی پٹنہ مئی ۱۹۸۸ء)

ضمیمہ

پٹنہ یونیورسٹی کے ریسرچ اسکالرز کی اضافی فہرست

سال	نگراں	مقالہ نگار	موضوع
[illegible]	ڈاکٹر اعجاز علی ارشد	محترمہ شگفتہ بیگم	عبدالمنان بیدل حیات اور کارنامے
[illegible]	ڈاکٹر اعجاز علی ارشد	محمد ضیاء الحق	حکیم عاجز۔ حیات اور فن
[illegible]	ڈاکٹر اعجاز علی ارشد	ظفر اللہ	احمد جمال پاشا شخصیت اور کارنامے
[illegible]	ڈاکٹر اعجاز علی ارشد	محمد حبیب الحق	سہیل عظیم آبادی کی افسانہ نگاری

جن کا رجسٹریشن ہو چکا ہے :-

۱۔ غیاث احمد گدی بحیثیت افسانہ نگار — تنویر احمد انصاری — ڈاکٹر اعجاز علی ارشد

۲۔ اختر اورینوی حیات اور شاعری — محترمہ شمشاد جہاں — ڈاکٹر اعجاز علی ارشد

۳۔ بہار کے رسائل ۱۹۴۷ء کے بعد — محترمہ رخسانہ — ڈاکٹر اعجاز علی ارشد

۴۔ [illegible] شاعر کی ادبی خدمات — اقبال احمد — ڈاکٹر اعجاز علی ارشد

بہار یونیورسٹی (مظفرپور)

سے اردو میں پی ایچ ڈی کرنیوالوں کی فہرست

شاہد اقبال

بہار یونیورسٹی ۱۹۶۰ء میں وجود میں آئی۔ [illegible] مظفرپور [illegible]
کے پہلے وائس چانسلر جناب [illegible] اس وقت بہار یونیورسٹی کے [illegible]

پروفیسر شکیل احمد -

بہار یونیورسٹی (مظفر پور) ریاست بہار میں پٹنہ کے بعد فارسی اور اردو میں ایم اے تعلیم کا دوسرا مرکز ہے۔ یہ وہ مرکز ہے جس کی علمی و ادبی سرگرمیوں کا تذکرہ مشہور فرانسیسی دانشور گارساں دتاسی نے خطبات میں وقتاً فوقتاً کرتا رہا ہے۔ یہ [illegible] ضلع اودھ بہاری سنگھ کالج پوسٹ گریجویٹ شعبہ اردو وفارسی کے بانی اور پہلے صدر شعبہ تھے۔ پروفیسر اودھ بہاری ناگر کی سبکدوشی کے بعد مولانا عبدالماجد، پروفیسر سید وحید الرحمن علاکری اور پروفیسر سید شاہ اختر قادری بلیاوی، صدر شعبہ اردو وفارسی رہے۔ پروفیسر اختر قادری کی نگرانی میں شمالی بہار کے اس مرکز نے اپنے ابتدائی منازل ترقی چند ہی سال میں طے کیے

۱۹۷۵ء میں پروفیسر اختر قادری اپنے عہدے سے سبکدوش ہوئے۔ ان کے بعد پروفیسر محمد سلیمان، پروفیسر سید شمیم احمد، ڈاکٹر سید عبدالواسع، پروفیسر سید شمیم احمد اور پروفیسر سید نجم الہدیٰ صدر شعبہ ہوئے۔

ابتدا میں اردو فارسی کا مشترکہ شعبہ تھا۔ ۱۹۷۸ء میں ڈاکٹر قمر اعظم ہاشمی کی کوششوں سے یونیورسٹی نے ان دونوں شعبوں کا خود مختارانہ درجہ تسلیم کر لیا۔ اس وقت ڈاکٹر محمد متین شعبہ فارسی اور ڈاکٹر نجم الہدیٰ شعبہ اردو کے صدر ہیں۔

بہار یونیورسٹی سے اب تک ۸۰ طالب علموں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے اس کی مکمل فہرست پیش خدمت ہے۔

جو مقالات منظر عام پر آ چکے ہیں ان کے آگے مطبوعہ لکھ دیا گیا ہے۔

نمبر شمار	موضوع	مقالہ نگار	نگراں	سال
۱	مرزا محمد شاد ندوی: حیات اور شاعری	ڈاکٹر سید محمد حسین	پروفیسر کلیم الدین احمد	۱۹۵۴ء
۲	متصوفانہ شاعری میں تصور عشق	سید احمد حسن	"	۱۹۶۱ء
۳	بہار میں اردو ناول نگاری	آصفہ ذکریا	"	۱۹۶۳ء
۴	مناظر فطرت، اسلوب حیات اور کارنامے	مطیع احمد	"	۱۹۶۷
۵	دیوان عبدالوہاب یکرو کی تدوین (ڈی۔لٹ) (غیر مطبوعہ)	سید شمیم احمد	قاضی عبدالودود	۱۹۶۷ء
۶	اردو نثر کی ترقی میں شاد عظیم آبادی کا حصہ (مطبوعہ)	سید عبدالوہاب اشرفی	پروفیسر اختر قادری	۱۹۶۷ء
۷	عبدالغفور شہباز: حیات اور کارنامے (غیر مطبوعہ)	محمد ناصر الحسن	"	۱۹۶۸ء

۔ نظیر کی شاعری میں عورت اور تہذیب کے عناصر (ادبی مرقع)	محمد سلیمان	پروفیسر حافظ شمس الدین احمد	۱۹۶۷
۹ - پریم چند کے بعد اردو افسانہ	محمد حامد	" اختر قادری	۱۹۶۹
۱۰ بہار میں اردو سوانح نگاری کا آغاز و ارتقا (مطبوعہ)	سید عبدالواسع	" " "	۱۹۷۱
۱۱ - اردو شاعری میں جدید رجحانات	ڈاکٹر انوار حسین	ڈاکٹر محمد سلیمان	۱۹۷۲
۱۲ اردو مثنویوں میں کردار نگاری	سید نجم الہدیٰ	پروفیسر اختر قادری	۱۹۷۳
۱۳ - جدید اردو ادب پر وجودیت کے اثرات	خورشید عالم	" "	۱۹۷۴
۱۴ - منشی دیا شنکر نسیم، حیات اور کارنامے	الیس احمد	" "	۱۹۷۵
۱۵ - سید سلیمان ندوی - حیات اور خدمات	علی وردی خاں	" "	۱۹۷۵
۱۶ - ذوق البحر کا تصور اور اقبال کا مرد مومن	حاتم سالم لیچی	" "	۱۹۷۶
۱۷ - فیض احمد فیض کی شاعری میں تشبیہ و استعارہ	لئی جہاں		۱۹۷۶
۱۸ - دیوان ریاض حسن خاں خیال ترتیب و تدوین	فاروق احمد صدیقی	ڈاکٹر سید شمیم احمد	۱۹۷۸
۱۹ - نظیر اکبر آبادی کی خدمات بحیثیت نظم گو	جمیلہ محمد جہان	" محمد سلیمان	۱۹۷۸
۲۰ - اختر اورینوی حیات	ظاہر حسین شاد	" قمر اعظم ہاشمی	۱۹۷۸
۲۱ - بہار میں اردو مثنوی ۔۔ ارتقا	احمد حسین دانش	" سید شمیم احمد	۱۹۷۸
۲۲ - اقبال بحیثیت غزل گو	منظور عالم نعمانی	" سید نجم الہدیٰ	۱۹۷۸
۲۳ - جمیل مظہری - حیات اور شاعری	محمد سلیم اشرف	" سید عبدالواسع	۱۹۷۹
۲۴ - سید احتشام حسین حیات اور کارنامے	اقبال احمد ریاض	" سید نجم الہدیٰ	۱۹۷۹
۲۵ بہار میں اردو رسائل کا جائزہ	خلیل الرحمٰن خلیل	"	۱۹۷۹
۲۶ - اردو ناولوں میں خاتون کا حصہ	محی الدین انصاری ناز	" سید شمیم احمد	۱۹۷۹
۲۷ - اردو ناولٹ فن اور ارتقا	سید مہدی احمد رضوی	" قمر اعظم ہاشمی	۱۹۷۹
۲۸ - ن م راشد فن اور شاعری	محمد اسرار حیدری	" " "	۱۹۸۱ ء
۲۹ - اردو میں رپورتاژ نگاری فن اور ارتقا	سیدہ زبیدہ زرین	" " "	۱۹۸۱
۳۰ - احسان حسن خاں اور ان کی ادبی خدمات	ڈاکٹر محمد عبداللہ دہلوی	" زبیر احمد قمر	۱۹۸۰
۳۱ - ابتدا سے تغلق تک اردو مرثیے کا ارتقا			

(مقالہ ۱۹۵۷ء) ادبی خدمات	ثریا جلال خاں	محمد سلیمان	۱۹۸۱
۳۲۔ مخدوم محی الدین حیات اور کارنامے (مطبوعہ)	عطاء الرحمٰن	سید عبدالواسع	۱۹۸۲
۳۳۔ مرزا عظیم بیگ چغتائی حیات اور کارنامے	ذاکرہ ریحانہ یاسمین	محمد سلیمان	۱۹۸۲
۳۴۔ اردو ناولوں میں ہندوستانی زندگی کا عکس	محمد غیاث الدین	قمر اعظم ہاشمی	۱۹۸۲
۳۵۔ اردو خطوط نگاری میں عبدالغفور شہباز کا حصہ	ایس صابر حسن	" " "	۱۹۸۳
۳۶۔ ترقی پسند تحریک اور اردو کی افسانوی روایت	سید علی عباس	سید عبدالواسع	۱۹۸۳
۳۷۔ آزادی کے بعد اردو ناول کی ترقی میں خواتین ناول نگار کا حصہ	محمد تسنیم احمد	" "	۱۹۸۳
۳۸۔ اردو افسانے میں انسانی نفسیات کے عناصر	فرحت جہاں آرا بیگم	محمد سلیمان	۱۹۸۳
۳۹۔ مرزا دبیر اور ان کی مرثیہ نگاری (مطبوعہ)	سید نفیس فاطمہ	" "	۱۹۸۳
۴۰۔ جدوجہد آزادی میں اردو شعرا کا حصہ	مقصود احمد انصاری	" "	۱۹۸۴
۴۱۔ آزادی کے بعد اردو ناول میں رجحانات	محمد تہذیب الحق	" "	۱۹۸۴
۴۲۔ احمد اللہ اثر حیات اور کارنامے (ڈی لٹ) (مطبوعہ)	اختر قادری	اختر قادری	۱۹۸۴
۴۳۔ جمیل مظہری کا فن	سلیم اشرف	سید عبدالواسع	۱۹۸۴
۴۴۔ صوفیا اور مشائخ کے تذکرے	سراج الحق برقی	"	۱۹۸۴
۴۵۔ اختر اورینوی کی تنقید نگاری	عامر صدیقی	" " "	۱۹۸۴
۴۶۔ اردو میں اشتراکی تنقید	ایم۔ اے صدیقی	" " "	۱۹۸۴
۴۷۔ اردو ظرافت اور رشید احمد صدیقی	قطب الدین اشرف	" " "	۱۹۸۴
۴۸۔ سید سلیمان ندوی کی سوانح نگاری	ظفیر الدین انصاری	" " "	۹۴
۴۹۔ پریم چند کے بعد ناول میں کردار نگاری کا فن	محمد سلیم اللہ	قمر اعظم ہاشمی	۱۹۸۴
۵۰۔ اردو کی انقلابی شاعری	ڈاکٹر نور علی	پروفیسر قمر اعظم ہاشمی	۱۹۸۲
۵۱۔ سید شاہ شاہد علی قاسمی گورکھپوری حیات اور خدمات	ڈاکٹر منظور حسن	" "	۱۹۸۴
۵۲۔ بہار میں اردو صحافت کا ارتقا	ولی اللہ صدیقی	سید شمیم احمد	۱۹۸۴
۵۳۔ اردو کے تاریخی ناول کا تنقیدی جائزہ	محمد شاکر	" "	۱۹۸۴

۵۴۔ نگین تاجا ... شخصیت اور شاعری	سید محمد منور اللہ	محمد سلیمان	۱۹۸۵
۵۵۔ ... کے ناولوں میں کردار نگاری	نور الہدیٰ شاہد	" "	۱۹۸۵
۵۶۔ ... کی نظم آبادی	ابو منور گیلانی	عبد الرحمٰن	۱۹۸۵
۵۷۔ اردو شاعری میں ...	محمد ... الحق	قمر اعظم ہاشمی	۱۹۸۰
۵۸۔ اردو نظم میں ...	محمد شفیع حسن	" "	۱۹۸۶
۵۹۔ جوش ملیح آبادی کی نثر نگاری	اسرائیل حسن	سید شمیم احمد	۱۹۸۶
۶۰۔ امداد امام اثر ... حیات اور شاعری	نور ...	" " "	۱۹۸۶
۶۱۔ ... حیات اور ادبی خدمات	محمد ... فاروقی	سید عبد الواحد	۱۹۸۶
۶۲۔ شبلی نعمانی کی خطوط نگاری	محمد سعید	" " "	۱۹۸۶
۶۳۔ مثنوی ... کا تنقیدی مطالعہ	محمد رشید	قمر اعظم ہاشمی	۱۹۸۶
۶۴۔ بہار میں اردو افسانے کا ارتقائی سفر ۱۹۳۰ - ۱۹۸۰ء	... حسین خاں بادل	" " "	۱۹۸۶
۶۵۔ قاضی عبد الودود کے تحقیقی کارناموں کا تنقیدی جائزہ	بشمیہ کمال	... محمد قمر	۱۹۸۷
۶۶۔ ڈاکٹر عبد الحق بحیثیت تنقید نگار	محمد حبیب الحق	قمر اعظم ہاشمی	۱۹۸۸
۶۷۔ شبلی نعمانی بحیثیت مورخ اسلام	سلام ... خاں	عطا الرحمٰن	۱۹۸۸
۶۸۔ اردو افسانہ روایت اور امکانات	محمد سلیمان	متین احمد صبا	۱۹۸۸
۶۹۔ بہار میں اردو مرثیہ نگاری	سید حسن عباس	سید عبد الواحد	"
۷۰۔ اردو افسانے میں کردار نگاری کا فن	منزہ ...	" " "	۱۹۸۸
۷۱۔ بہار میں جدید نظم کا ارتقا (۱۹۴۷-۱۹۷۷)	ولی احمد ولی	قمر اعظم ہاشمی	۱۹۸۸
۷۲۔ ... اختر حیات اور خدمات	سید مظہر الحق انور	" " "	۱۹۸۸
۷۳۔ محمد علی جوہر حیات اور کارنامے	نسیم بانو	" " "	۱۹۸۸
۷۴۔ بہار کی اردو شاعری پر ترقی پسند تحریک کا اثر	شمس الضحیٰ شمس ...	" " "	۱۹۸۸
۷۵۔ سفرنامے اردو ادب میں	ساجدہ کمال	فاران احمد صدیقی	۱۹۸۸
۷۶۔ پریم چند کے ناولوں میں عورت	اختر کمال بانو	سید عبد الواحد	۱۹۸۸
۷۷۔ اجتبیٰ رضوی کی حیات اور شاعری	ادیبا ساجدہ	" " "	۱۹۸۸
۷۸۔ برج نرائن چکبست کی قومی شاعری	خورشید انور	قمر اعظم ہاشمی	۱۹۸۹
۷۹۔ حیات اللہ انصاری حیات اور خدمات	جلال اصغر فریدی	" " "	"
۸۰۔ ... ظہیر کی ادبی خدمات	محمد عزیز احمد ...	ایم اے ناز قادری	(زیر تکمیل)

(جرنامہ بہار اردو اکادمی پٹنہ جون جولائی ۸۸ء)

سوانحی

سوانحی

آغا بابر

نام:۔ آغا سجاد حسین بابر
پیدائش:۔ ۳۱ مارچ ۱۹۱۹ء وطن بٹالہ مشرقی پنجاب
تعلیم:۔ ایم۔ اے
مطبوعات:۔ چاک گریباں، اُڑن طشتریاں (افسانے) بڑا صاحب، آخر شب، سینیر فائل (ڈرامے)
پتہ:۔ ۱۹۸ حیدر آباد روڈ راولپنڈی (پاکستان)

آغا سہیل

پیدائش:۔ ۲۶ جون ۱۹۲۳ء لکھنؤ

تعلیم:۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی
پیشہ:۔ درس و تدریس
مطبوعات:۔ شہر نا پرساں، بدلتا ہے رنگ آسماں (افسانے) غبارِ کوچۂ جاناں (ناول) معارف سہیل لسانیاتی خاکہ دبستان لکھنؤ کے داستانی ادب کا ارتقا
پتہ:۔ ۳۴۳ ایف سی کالج لاہور ۱۶

آل احمد سرور

پیدائش:۔ ۷ اکتوبر ۱۹۱۲ء بدایوں
تعلیم: بی۔ ایس۔ سی، ایم۔ اے انگریزی و اُردو (آگرہ اور علی گڑھ یونیورسٹی)

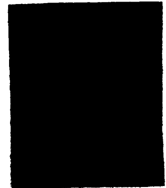




صدر شعبۂ اردو علی گڑھ یونیورسٹی رہے
۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۸ء تک انجمن ترقی اُردو (ہند)
کے جنرل سکریٹری۔ اُردو سے متعلق کئی کمیٹیوں
کے رکن رہ چکے ہیں۔ کشمیر یونیورسٹی
سے بھی وابستہ رہے ہیں۔
مطبوعات: سلسبیل ۱۹۳۵ء (شاعری)
تنقیدی اشارے ۱۹۴۲ء نئے اور پرانے چراغ
۱۹۴۶ء، تنقید کیا ہے ۱۹۴۷ء ادب اور نظریہ
۱۹۵۴ء، ذوقِ جنوں ۱۹۵۵ء مسرت سے بصیرت
تک، نظر اور نظریے۔
پتہ: دودھ پور۔ علی گڑھ (یوپی)

آنند نرائن ملا

پیدائش: اکتوبر ۱۹۰۱ء
تعلیم: ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی (لکھنؤ)
۱۹۲۶ء میں وکالت شروع کی۔ ۱۹۵۴ء
میں الہ آباد ہائی کورٹ کے جج۔ لوک سبھا کے



ممبر اور جیل میں اصلاحات کمیشن کے چیرمین رہے۔

مطبوعات: جوئے شیر ۱۹۵۰ء (شاعری) کرب
آگہی۔ سیاہی کی ایک بوند۔ بکھرے ذرے کچھ تارے
(غالب انعام) میری حدیثِ عمر گریزاں (ساہتیہ
اکاڈمی ایوارڈ ۱۹۶۹ء) مضامین نہرو۔ یاد چکبست
جادہ منزل (شعری مجموعہ)
پتہ: بی۔ آر۔ مہتہ لین۔ نئی دہلی۔

احمد ندیم قاسمی

نام: احمد شاہ
پیدائش: ۲۰ نومبر ۱۹۱۶ء انگہ۔ ضلع
شاہ پور (پاکستان)

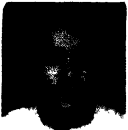


تعلیم: بی۔ اے (۱۹۳۵ء)
پیشہ: ادب و صحافت ایڈیٹر فنون لاہور۔
بی اے کرنے کے بعد سول سپلائی میں ملازمت
بعد ازاں تہذیب نسواں، پھول اور ادب
لطیف کے مدیر رہے۔ آج کل فنون لاہور
کے مدیر ہیں۔
افسانوی مجموعے، چوپال، طلوع و غروب،

مجموعے۔ آنچل، اپنے، اُس پاس، دو روز یولہ،
بانسریمات، درگ پتا، سناٹا، گھریے گمرنگ،
کپاس کا پھول۔
شعری مجموعے۔ جلال و جمال، رم جھم، محبتا معدولم
شعلۂ گل، دشتِ وفا۔
پتہ:۔ ۷ ے ۴ انارکلی لاہور (پاکستان)

اختر الایمان

پیدائش:۔ ۱۲ نومبر ۱۹۱۵، قلعہ پتھر گڑھ
نجیب آباد ضلع بجنور (یوپی)
تعلیم:۔ ایم۔ اے



میرٹھ میں ایشیا کی ادارت کے سلسلے میں مقیم
رہے۔ محکمہ سول سپلائز اور آل انڈیا ریڈیو میں
بھی ملازمت کی۔ ۱۹۴۴ء میں شالیمار پکچرز سے
وابستہ ہوئے تب سے فلمی دنیا سے وابستہ ہیں
شعری مجموعہ: یادیں پر ساہتیہ اکاڈمی ایوارڈ ملا۔
مطبوعات:۔ بنت لمحات، سب رنگ،
تاریک سیارہ، بیتے لمحات، نیا آہنگ، ایک لڑکا

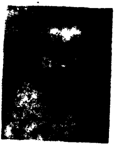
آب جو اور یادیں۔
پتہ:۔ بینڈ اسٹینڈ بلڈنگ کینے روڈ بمبئی ۵۰

اشفاق احمد

نام:۔ اشفاق احمد
پیدائش:۔ ۲۲ اگست ۱۹۲۵ء
تعلیم:۔ ایم۔ اے
گریجویٹ ایوارڈ، مجید ملکی ایوارڈ، پی ٹی وی
ایوارڈ اور پرائڈ آف پرفارمنس ایوارڈ حاصل
کر چکے ہیں۔
مطبوعات:۔ اُجلے پھول، ایک محبت سو افسانے
سفر مینا (افسانے) سفر در سفر (سفر نامہ) توتا کہانی
(ٹیلی ویژن ڈرامہ)
پتہ:۔ داستان سرائے، ۱۲۱ بی ماڈل ٹاؤن
لاہور (پاکستان)

اقبال متین

نام:۔ سید مسیح الدّین
پیدائش:۔ ۲ فروری ۱۹۲۹ء حیدر آباد



تعلیم :۔ انٹرمیڈیٹ
پیشہ :۔ محکمہ مال میں سرکاری ملازمت
مطبوعات :۔ تنہا ہوا البم ، آنچلی پرچھائیاں، آگہی
کے ویرانے، خالی پہاڑی کا مداری (افسانے)
چراغ تہہ داماں (ناول)
پتہ :۔ کہانی دودھ گاؤں کالونی لوچم پاڑ ۵۰۳۲۱۹
۰ آندھرا پردیش ۰

اقبال مجید

پیدائش :۔ ۱۲ جولائی ۱۹۳۴ء
وطن ۔ لکھنؤ
تعلیم :۔ ایم۔ اے، بی ایڈ
پیشہ :۔ پروڈیوسر آل انڈیا ریڈیو
مطبوعات :۔ ایک حلفیہ بیان۔ بھیگے ہوئے
لوگ (افسانے)
پتہ :۔ پروڈیوسر اُردو پروگرام، آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ

امیر قزلباش

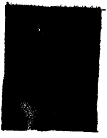
دیکھئے عالمی اُردو ادب ۱۸۸ء

اندرجیت لال

دیکھئے عالمی اُردو ادب ۱۸۸ء

اندر سروپ نادان

نام :۔ اندر سروپ دت



پیدائش :۔ ۲۷ نومبر ۱۹۲۷ء ڈھلی دتال ضلع اٹک
تعلیم :۔ بی۔ اے
ڈپٹی سکریٹری وزارت داخلہ کے عہدے سے سبکدوش
مطبوعات :۔ غبار رنگ (شعری مجموعہ) ۱۹۷۷ء
لہو پکارے گا (شعری مجموعہ) ۱۹۸۶ء
پتہ :۔ ۳/۳۴۹ بی پنچم دہار، نئی دہلی ۶۳

انتظار حسین

پیدائش :۔ دسمبر ۱۹۲۵ء
ڈبائی ضلع بلند شہر



تعلیم:۔ ایم۔ اے
پیشہ:۔ صحافت۔ اخبار مشرق سے وابستہ
مطبوعات: کنکری گلی کوچے، بچھوے، آخری
آدمی (افسانے) بستی چاند گہن (ناول)
علامتوں کا زوال (تنقید) زمین اور فلک
(سفرنامہ) تذکرہ شہر افسوس
پتہ:۔ ۱/۲۸ جیل روڈ لاہور

انور خان

پیدائش:۔ ۱۹۴۲ء
تعلیم:۔ ایم۔اے



پیشہ:۔ ملازمت
مطبوعات:۔ راستے اور کھڑکیاں، حسن کاری
(افسانے)
پتہ:۔ ۴۳/۴۴ کنگھی والی چال شیخ بی قمرالدین
اسٹریٹ بمبئی ۸...۴

انور سجاد

سید محمود سجاد انور علی بخاری

پیدائش:۔ ۲۷ نومبر ۱۹۳۴ء لاہور
تعلیم:۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس (لاہور) ڈی۔ ٹی
ایم اینڈ ایچ (انگلینڈ)
پیشہ:۔ ڈاکٹری
مطبوعات:۔ آج، چوراہا، استعارے (افسانے)
خوشبو کا باغ (ناول) رگِ سنگ (ناولٹ)
پتہ:۔ نشیمن چونا منڈی لاہور پاکستان

انور سدید

پیدائش:۔ ۴ دسمبر ۱۹۲۸ء میانی ضلع سرگودھا
پاکستان۔
تعلیم:۔ سول انجینیئرنگ گریجویٹ، ایم۔اے،
پی۔ایچ۔ڈی پنجاب یونیورسٹی لاہور
پیشہ:۔ ایگزیکٹو انجینیئر محکمہ آب پاشی
مطبوعات:۔ فکر و خیال، اختلافات، اردو افسانے
میں دیہات کی پیش کش (تنقید) اردو ادب کی
تحریکیں (پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ) انشائیہ اردو
ادب میں (تحقیق و تنقید) اقبال کے کلاسیکی نقوش
(اقبالیات) سفرنامہ اردو ادب میں (تحقیق)
ذکر اس پری وش کا (انشائیے) غالب کے
نئے خطوط (طنز و مزاح) وزیر آغا ایک مطالعہ
(ایک موضوعی کتاب) وزیر آغا کے خطوط (مکاتیب)
میرانیس کی قلمرو (ادبیات) غالب کا جہاں اور
(غالبیات) رادھے شیام کے نام (تصوف)
راجہ مہدی علی خاں، بہترین ادب ۱۹۶۱ء



بہترین ادب ۱۹۷۰ء بہترین نظمیں ۱۹۷۵ء
بہترین نظمیں ۱۹۷۰ء انتخابات "جدید
اردو شاعری (انتخاب باشتراک وزیر آغا
اور سجاد نقوی)
پتہ :- ۲۷ اسٹیلج بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
(پاکستان)

انور عظیم

نام :- صدر الدین احمد
پیدائش :- ۱۹۲۸ء گاؤں پوکی (بہار)
تعلیم :- ایم۔ اے
پیشہ :- صحافت

مطبوعات :- قصہ رات کا (افسانے) دھواں
دھواں سویرا پرچھائیوں کی وادی (ناول) بارہ
ڈرامے
پتہ :- بی ۱۶ ایکسپریس انکلیو ساکیت نئی دہلی

انور عنایت اللہ

نام :- انور عنایت اللہ شریف
پیدائش :- حیدر آباد دکن
تعلیم :- بی ایس سی آنرز
مطبوعات :- کاروان درد، چاند کا داغ
ناگ اور نگینہ (ناول) ٹوٹی زنجیر، آگ
برف اور انسان (ترجمہ) قلعہ مضبوط تھا (پیتا فر)
ایک تماچور (ڈرامہ) ستاروں کی دنیا،
نیا افق نئی منزلیں (سائنسی موضوع) کمپیوٹر
کی کہانی، اسٹوری آف جناح (انگریزی)
پتہ :- ۱۹ الف چوتھی منزل بلاک ۷ پی ای سی ایچ
سوسائٹی کراچی۔ ۲۹ (پاکستان)

انور قمر

نام :- انور نادر قمر
پیدائش :- ۵ فروری ۱۹۴۱ء
تعلیم :- میٹرک
پیشہ :- کیٹرنگ
مطبوعات :- چھال میں ستا ہوا قصہ پہاڑی
کے سپرد (افسانے)

پتہ:۔ ۱۳/۳ اے گل بار تھش سینٹ اینڈریوز
روڈ باندرہ، بمبئی ۔ ۴۰۰۰۵۰

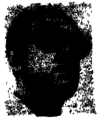
اے حمید

پیدائش امرتسر
مطبوعات:۔ کچھ یادیں کچھ آنسو، جنگل روتے ہیں، خزاں کا گیت، سورج کا داغ ڈوبے گلاب کی ٹہنی، مٹی کی مونالزا، منزل منزل، خوشبو کا خواب (افسانے) مرزا غالب لائل پارک میں، خیالی پلاؤ، شہر لاہور دیکھو (طنز و مزاح)

پتہ:۔ ۵۴۳ این روح چمن، حسن آباد لاہور

باقر مہدی

پیدائش:۔ ۱۱ فروری ۱۹۲۷ء ردولی
تعلیم:۔ ایم۔ اے (اقتصادیات)
پیشہ:۔ فری لانسر۔



مطبوعات:۔ شہر آرزو ۵۸ء۔ کالے کاغذ کی نظمیں ۷۴ء۔ ٹوٹے شیشے کی آخری نظمیں ۷۲ء (شعری مجموعے) آگہی و بے باکی ۶۵ء تنقیدی کشمکش ۷۹ء (تنقید)

پتہ:۔ ۱۰۸ موتی شاہ لین مزگاؤں
بمبئی ۱۰۔

باوا کرشن گوپال مغموم

دیکھئے عالمی اردو ادب ۸۸ء

بشریٰ رحمٰن

نام:۔ بشریٰ رشید
پیدائش: ۲۹ اگست ۱۹۴۴ء
وطن بہاولپور
تعلیم:۔ ایم۔ اے بی ایڈ
پیشہ:۔ صحافت جنگ میں کالم نگار۔ پنجاب اسمبلی کی ممبر رہ چکی ہیں۔ ذاتی اشاعتی ادارہ وطن دوست چلاتی ہیں۔

مطبوعات: عشق عشق، پشیمان (افسانے) چارہ گر، پیاس، لازوال، خوبصورت لگن (ناول) لا صحرائی، اللہ میاں جی، دل اور روح (ناولٹ)
پتہ:۔ وطن دوست ۸ سی احمد پارک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور (پاکستان)

بشیر بدر

پیدائش :- ۱۵ فروری ۱۹۳۵ء کانپور
تعلیم :- ایم ۔اے ۔پی ایچ ۔ڈی
پیشہ :- درس و تدریس ۔



مطبوعات :- اکائی ، امیج ، آزادی کے بعد غزل کا تنقیدی مطالعہ ۔
پتہ :- ۲۴۳ شاستری نگر میرٹھ (یو۔پی)

بشیر پردیپ

نام :- بی ۔ ایل دھون
پیدائش :- ۱۹۲۵ء پنجاب
تعلیم :- ایم ایس سی ، پی ۔ ایچ ۔ڈی
ڈائرکٹر پی ڈبلیو ڈی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ
یو۔پی کے عہدے سے سبکدوش ۔

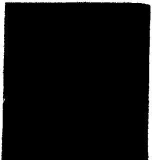
مطبوعات :- بچھڑے اجنبی ، وہ سب باتیں ، تم صرف تم ، پہلی بار ، ٹکڑے ٹکڑے آئینہ (ناول)
پتہ :- اے ۔۵۵۵ اندرا نگر لکھنؤ

بلراج ورما

پیدائش :- ۲ جنوری ۱۹۲۳ء ہوشیار پور
تعلیم :- بی ۔اے پنجاب یونیورسٹی
مشغلہ :- ایڈیٹر تناظر

۳۵ برس تک حکومت ہند کی ملازمت کے بعد ۱۹۸۱ء میں انڈر سکریٹری کے عہدے سے سبکدوش ہوئے ۔ دو برس تک سنگیت ناٹک اکادمی کے سہ ماہی انگریزی جریدے سنگیت ناٹک کے مدیر رہے ۔ ماہنامہ حال بنگلور اور دی رائزنگ اسٹار کی ادارت کے بھی فرائض انجام دیئے ۔

مطبوعات :- ایشودن (افسانوں کا مجموعہ) ۱۹۸۱ء کابوس (افسانوں کا مجموعہ) ۱۹۸۳ء



پتہ۔ سہولوی، پاکٹ ۲۲، بمسرو بار دہلی ۱۱۰۰۹۱

بلراج کومل

نام۔ بلراج
پیدائش۔ ۲۵؍ ستمبر ۱۹۲۸ء سیالکوٹ
تعلیم۔ ایم۔ اے انگریزی
مطبوعات۔ میری نظمیں ۱۹۵۴ء، رشتۂ دل (شاعری) ۱۹۶۴ء، تاریک کمرے میں (ہندی میں منتخب نظمیں) ۱۹۶۷ء، ہریالی کا ایک ٹکڑا (ہندی میں ناولٹ) ۱۹۶۸ء، سفر مدام سفر (شاعری) ۱۹۶۹ء، انتخاب ۱۹۷۱ء، نژاد سنگ (شاعری) ۱۹۷۵ء، آنکھیں اور



پاؤں (افسانے) ۱۹۸۱ء، پرندوں بھرا آسمان (شاعری) ۱۹۸۴ء، شہر میں ایک تقریب شاعری ۱۹۸۷ء، انگریزی کتب وغیرہ زاف اسپیس ایم سعد ساجی اور قصہ ادبی سے نکیا کے تمد تمام۔
پتہ۔ [illegible] نئی دہلی ۱۱۰۰۱۹

بیکل اتساہی

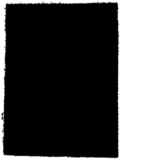
نام۔ محمد شفیع خان
پیدائش۔ ۱۹؍ جولائی ۱۹۳۰ء
مقام ولادت۔ گور رموا پور (تحصیل اترولہ) ضلع گونڈہ



تعلیم۔ انٹرمیڈیٹ۔ ادیب ماہر، کامل، ودیشش یوگیتا۔ وشارد۔
پیشہ۔ کاشت کار، رکن راجیہ سبھا
مطبوعات۔ پروائیاں (غزلوں کا مجموعہ)، کومل مکھڑے (گیت)، اپنی دھرتی چاند کا درپن۔ لکے بگیا، مہکے گیت، جام گل، موج تسنیم، نغمۂ یزداں، سرورِ جاں (نعتیں)، دھرتی سدا سہاگن، رنگ ہزاروں خوشبو ایک، غزل سانوری
پتہ۔ گیتانجلی۔ بلرام پور ضلع گونڈہ ۲۷۱۲۰۱

پروانہ ردولوی

نام۔ سید شمیم تمار



پیدائش:- ۱۱ نومبر ۱۹۴۳ء
تعلیم:- بی۔ اے
چیف ایڈیٹر روزانہ سیاست نو کانپور۔ ایڈیٹر
روزانہ نئی دنیا دہلی۔ نیوز ایڈیٹر روزانہ دعوت
دہلی نیوز ایڈیٹر روزانہ ملک و ملت دہلی ــــ
ریذیڈنٹ ایڈیٹر روزانہ قائد لکھنؤ



مطبوعات:- آزمائش (ناول) ویرانی نہیں
جاتی (ناول) کربلا سے کوفہ تک (تاریخ)
شاہنامۂ کربلا (منظوم تاریخ)
پتہ:- حوض رانی ۱۴۵۔ مالویہ نگر نئی دہلی

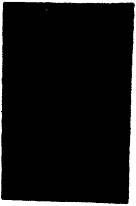
پریم پال اشکؔ

نام:- پریم پال
پیدائش:- ۵ جون ۱۹۳۲ء جالندھر پنجاب
تعلیم:- ایم اے اردو دہلی یونیورسٹی ۱۹۵۵ء
پیشہ:- سرکاری ملازمت سب ایڈیٹر ریک
سا (؟)

مطبوعات:- یاترا (منظوم) ۱۹۵۴ء راماین
(منظوم) ۱۹۶۱ء شکنتلا (منظوم) ۱۹۶۲ء سرشار
ایک مطالعہ (تحقیق و تنقید) ۱۹۶۴ء سرشار
بشن نرائن در کی نظر میں (تحقیق و ترجمہ) ۱۹۷۹ء
روزمرہ محاورہ غالب ۷۹ کام سوتر (ترجمہ)
فلمیں کیسے بنتی ہیں (ترجمہ) ۷۹ ہماری فلمیں
ہمارا سماج ۱۹۸۰ء رتن ناتھ سرشار ۱۹۸۲
سلولائیڈ کی دنیا ۱۹۸۶ء ہمارا سینما ۸۸
پتہ:- گروپ ۳۔ پاکٹ بی ۴ ۴ اے
دلشاد گارڈن دہلی ۱۱۰۰۳۲

جاوید وششٹ

نام:- منیو پرشاد وششٹ تخلص جاویدؔ
پیدائش:- ۲۶ ستمبر ۱۹۲۰ء موضع فتح پور بلوچ
ضلع گوڑگاؤں (ہریانہ)
تعلیم:- ایم اے (؟)



اسعد اللہ دھلی حیات و ادبی کارنامے ۱۹۷۶
ذاکر حسین کالج میں اردو کے استاد رہے اور
اب ملازمت سے سبکدوش ہیں۔
مطبوعات: شعلۂ تشنگی ۱۹۸۳ء (شعری مجموعہ)
ایک جسم ایک نظر (شعری مجموعہ) ہلا دینی کے
افسانے۔ روپ رس، سب رس کا قصۂ حسن
و دل۔
پتہ: موضع فتح پور بلوچ، ضلع گوڑگاؤں۔ ہریانہ

جذبی

نام: معین احسن تخلص جذبی
پیدائش: ۲۱؍ اگست ۱۹۱۲ء مبارک پور
ضلع اعظم گڑھ اتر پردیش
تعلیم: ایم۔اے ۱۹۴۲ پی۔ایچ ڈی
۱۹۵۶ء، موضوع: حالی کا سیاسی شعور
۱۹۲۹ء میں شاعری شروع کی ۱۹۴۵-۱۹۴۲ء
میں آج کل کے نائب مدیر رہے۔ بعد ازاں
۱۹۴۵ء میں علی گڑھ یونیورسٹی میں اُردو کے
اُستاد مقرر ہوئے۔
مطبوعات: فروزاں (شعری مجموعہ) حالی
کا سیاسی شعور (تحقیق)



پتہ: ذکاء اللہ روڈ۔ علی گڑھ۔ یوپی۔

جگن ناتھ آزاد

نام: جگن ناتھ۔ تخلص آزاد
پیدائش: ۵؍ دسمبر ۱۹۱۸ء عیسی خیل ضلع
میاں والی۔ (پاکستان)
تعلیم: ایم۔اے آنرز ان فارسی پنجاب
یونیورسٹی
تقسیم ملک کے بعد آج کل اور رسالہ عالم
کے مدیر معاون رہے۔ جون ۱۹۵۵ء میں وزارت
اطلاعات و نشریات میں ——————

انفارمیشن افسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۲ میں
یورپ کا سفر کیا۔ ۱۹۶۶ میں بارڈر
سیکورٹی فورس میں پبلک ریلیشنز افسر۔
۶۸ میں ڈپٹی پرنسپل انفارمیشن آفیسر
اور ۱۹۷۲ میں سری نگر میں ڈائرکٹر پبلک
ریلیشنز کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۹۷۷
میں سبکدوشی کے بعد جموں یونیورسٹی کے
شعبہ اردو میں پروفیسر مقرر ہوئے۔



مطبوعات: بیکراں، ستاروں سے ذروں
تک۔ نوائے پریشاں (شعری مجموعے)
اقبال اور مغربی مفکرین، اقبال اور اس
کا عہد، نشان منزل، علامہ اقبال کی ایک
ادبی سوانح، آنکھیں ترستیاں ہیں۔
پتہ: صدر شعبہ اردو جموں یونیورسٹی جموں

جمیل الدین عالی

تعلیم: بی اے ایل ایل بی
پیدائش: ۱۹۲۶ء دہلی
پیشہ: ایگزیکٹیو وائس پریزیڈنٹ نیشنل بینک
آف پاکستان۔
مطبوعات: غزلیں، دوہے، گیت،
لاحاصل، جیوے پاکستان (قومی نظم)

دنیا ہوئے آگے۔ تماشا ہو سکا
آتش پلٹ۔
پتہ: نیشنل بینک آف پاکستان (کراچی)

جوگندر پال

پیدائش: ۵ ستمبر ۱۹۲۵ء سیالکوٹ
تعلیم: ایم اے
مطبوعات: ایک بوند لہو کی۔ سلوٹیں۔
رسائی۔ مٹی کا ادراک۔ بے ارادہ۔ لیکن۔



آمد و رفت (افسانوں کے مجموعے) نادید
۱۹۸۳ (ناول) بیانات (ناولٹ) پریم
چند کی کہانیاں۔
پتہ: ۴۴/۴ منڈاکنی انکلیو
نئی دہلی ۱۹ ۱۱۰

جیلانی بانو

پیدائش: ۱۴ جولائی ۱۹۳۶ بدایوں یوپی
تعلیم: ایم اے اردو (جامعہ ملیہ)
مطبوعات: روشنی کے مینارے ۱۹۵۸، نروان
۱۹۶۴ (افسانوں کے مجموعے) جگنو اور
ستارے ۱۹۶۲ (ناولٹ) جیتی جاگتی کہانیاں
۱۹۶۵ (بچوں کی کہانیاں) ایوان غزل



۱۹۷۹ (ناول)

پتہ: ۱۱/۱۰۸ معظم پورہ حیدرآباد

حامدی کاشمیری

پیدائش: ۲۹ جنوری ۱۹۳۲ء بمقام کمل سری نگر (جموں کشمیر)

تعلیم: ایم اے انگریزی (۱۹۵۴ء) ایم اے اردو (۱۹۵۹ء) پی ایچ ڈی (۱۹۶۶ء)



۱۹۵۴ء میں سری پرتاپ کالج سری نگر میں انگریزی کے لکچرار مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۰ء میں ریاستی اکاڈمی آف کلچر اینڈ لینگویجز میں اسسٹنٹ سکریٹری ۱۹۶۱ میں شعبۂ اردو کشمیر یونیورسٹی میں لکچر ساور ۱۹۷۳ میں ریڈر۔

مطبوعات: عروس تمنا، لاحرف نالہات (شعری مجموعے) وادی کے پھول، سراب برف میں آگ (افسانوں کے مجموعے) بہاروں میں شعلے، پگھلتے خواب، بلندیوں کے خواب (ناول) جدید اردو نظم اور یورپی اثرات، غالب کے تخلیقی سرچشمے، نئی حسیت اور عصری اردو شاعری (تنقید و تحقیق)

پتہ: ۲۹۶۱ جواہر نگر سری نگر

حسن نعیم

نام: شاہ سید حسن۔

پیدائش: ۶ رجنوری ۱۹۲۷ء پٹنہ

تعلیم: بی ایس سی (۱۹۴۸ء) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)

۱۹۴۹ء میں محمڈن اینگلو عربک اسکول پٹنہ اور ۱۹۵۲ء میں کلکتہ کے اسکول



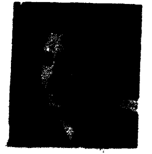
میں مجرر ہے ۱۹۵۲ء میں ڈاکٹر سید محمود
کے سکریٹری مقرر ہوئے۔ سید محمود کے
وزارت خارجہ میں عہدہ سنبھالنے پر ان کے
پرسنل سکریٹری، امریکہ میں ہندوستانی
سفارت خانے میں اعلیٰ عہدے پر فائز رہے
یکم ستمبر ۱۹۷۰ کو ملازمت ترک کی یکم جولائی
۱۹۷۲ تک ایوان غالب نئی دہلی میں ڈائرکٹر
کی حیثیت سے کام کیا۔ آج کل فری لانسر
ہیں۔

مطبوعات: اشعار ۱۹۷۱ (شعری مجموعہ)
غزل نامہ (ہندی میں)

پتہ: شالیمار سی - ۲۹ تیسری منزل نوئنگ
نگر وی پی روڈ، بمبئی ۴۰۰۰۶۵

حکیم منظور

نام: محمد منظور
پیدائش: ۱۷ جنوری ۱۹۳۷ء سری نگر
تعلیم: ایف۔ ایس۔ سی
شغل: ایڈیشنل سکریٹری حکومت

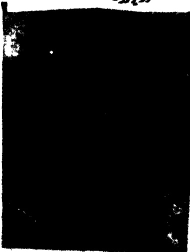


مطبوعات: ناتمام ۱۹۷۷ء، لہو لمس چنار
(۱۹۸۲ء) شعری مجموعے

پتہ: حکیم منزل نوشہرہ صاحب
گوجوارہ سری نگر جموں کشمیر

حمایت علی شاعر

پیدائش: ۱۹۳۰ء اورنگ آباد (دکن)
تعلیم: ایم اے (اردو ادبیات) سندھ
یونیورسٹی (۱۹۶۳ء)
تحقیق: (پاکستان میں اردو ڈراما) پیشہ
۱۹۴۷ء میں دکن ریڈیو سے بحیثیت
اناؤنسر اور نیوز ریڈر وابستہ۔ ۱۹۵۱ء میں
پاکستان ہجرت اور ۱۹۵۶ء تک کراچی اور
حیدرآباد سندھ ریڈیو سے منسلک۔ سندھ
یونیورسٹی میں پوسٹ گریجویٹ سطح پر اردو
صحافت پڑھانے پر بحیثیت اسسٹنٹ پروفیسر
مقرر۔ ۱۹۸۸ء میں ملازمت سے سبکدوش
۱۹۶۲ء میں فلم آنچل کے گیت لکھے اور نگار
ایوارڈ ملا۔ ۱۹۶۵ء میں فلم تصویر کا منظرنامہ
اور مکالمے لکھے اور ۱۹۶۶ء فلم لوری بنائی
اور ۱۹۷۲ء میں فلم گڑیا ڈائرکٹ کی۔
"دامن" اور "کنیز" کے گانوں پر نگار اور
مصور ایوارڈ۔



شعری تصانیف:
۱: جلد نیم رس (ابتدائی مجموعۂ کلام کمن گرج مطبوعہ بھارت
۲: آگ میں پھول۔ مطبوعہ ۱۹۵۷ء
۳: مٹی کا قرض۔ مطبوعہ ۱۹۷۴ء
۴: آشتی کا سفر (طویل نظمیں)
۵: ہارون کی آواز (مجموعۂ کلام)
۶: ثلاثی (نئی صنف سخن)
۷: میری دھرتی میرا خواب (نغموں کا مجموعہ)
۸: سرگم (گیتوں کا مجموعہ)
۹: زادیے (منظوم ڈرامے)
۱۰: حرف حرف روشنی
۱۱: آگ کا سفر

نثری تصانیف:
۱: فاصلے (ڈرامے)
۲: مہران موج (سندھی لوک کہانیوں کا تمثیلی روپ)
۳: کتابی چہرے (مضامین)
۴: شیخ ایاز۔ شخص اور شاعر۔ مطبوعہ ۱۹۷۹ء
۵: شخص و عکس

تالیفات:
۱: دود چراغ محفل (مختلف شعراء کا انتخاب) مطبوعہ ۱۹۵۹ء
۲: اردو نعتیہ شاعری کے سات سو سال۔ مطبوعہ بھارت ۱۹۷۹ء
۳: پاکستان میں اردو شاعری کے سات سو سال۔

پتہ: معرفت شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی کراچی

حمیدہ سلطان مخفی

دیکھیے عالمی اردو ادب ۱۹۸۶ء

حیات اللہ انصاری

دیکھیے عالمی اردو ادب ۱۹۸۸ء

خلیق احمد نظامی

دیکھیے عالمی اردو ادب ۱۹۸۸ء

خلیق انجم

نام: خلیق احمد خاں
پیدائش: ۲۲، دسمبر ۱۹۳۵ء دہلی
تعلیم: ایم اے پی ایچ ڈی۔



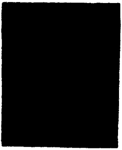
لائبریری سائنس میں ڈپلوما ۱۹۵۹ء
کئی برس تک کروڑی مل کالج
دہلی میں اُردو کے لیکچرر رہے۔ تین سال
تک سیکولر ڈیموکریسی " کی ادارت کے
فرائض انجام دیتے رہے۔ اب ہفت
روزہ ہماری زبان کے مدیر اور کل ہند
انجمن ترقی اردو ہند کے جنرل سکریٹری ہیں۔
مطبوعات: معراج العاشقین ۱۹۶۰
مرزا سودا ۱۹۶۵ء غالب اور شاہان تیموریہ
۱۹۷۴ء غالب کی نادر تحریریں ۱۹۶۱ء متنی
تنقیدے ۱۹۶۷ء کربل کتھا کا لسانی مطالعہ ۱۹۷۰
ضبط شدہ نظمیں۔
پتہ: انجم لاج۔ کلاں محل دہلی ۱۱۰۰۰۶

خمار بارہ بنکوی

دیکھیے عالمی اردو ادب ۶۸۶

خواجہ احمد فاروقی

پیدائش: ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۰ء بچھراؤں
ضلع مراد آباد یوپی
تعلیم: ایم اے پی ایچ ڈی
آگرہ اور دہلی یونیورسٹی
دہلی یونیورسٹی کے صدر شعبہ اُردو
رہے۔
مطبوعات: مرزا شوق ۱۹۵۰ء۔



کلاسیقی ادب ۱۹۵۳ء، میر تقی میر حیات
اور شاعری ۱۹۵۴ء (ساہتیہ اکاڈمی
ایوارڈ ملا ۱۹۵۷) مکتوبات اُردو کا ادبی و
تاریخی ارتقاء، ذوق و جستجو، تحریک آزادی
اور اُردو ادب، خدنگ غدر، کربل کتھا
۶۶، یادِ یارِ مہرباں ۷۵، اردو میں وہابی
ادب، تذکرۂ سرور، دہلی میں اردو اخبار
مرزا شوق ۵۰ میر تقی میر ۵۴۔
پتہ: دہلی یونیورسٹی کیولری لین دہلی ۷

دور آفریدی

دیکھیے عالمی اُردو ادب ۶۸۸

دیویندر اسر

نام: دیویندر ناتھ اسر
پیدائش: ۱۴ اگست ۱۹۲۸ء حسن ابدال ضلع

کیمبل پور (حال اٹک) پاکستان
تعلیم : ایم اے معاشیات پنجاب یونیورسٹی
بی۔ ایڈ علی گڑھ یونیورسٹی
ایم۔ بی۔ ایس (کمیونی کیشن آرٹس) کارنل
یونیورسٹی امریکہ۔
پیشہ : مختلف سرکاری اور غیر سرکاری رسالوں
کی ادارت، درس و تدریس۔ صحافت
۱۹۴۵ء میں ادبی زندگی کا آغاز کیا نسوانی دنیا،
لاہور کے بعد پہلی کہانی ساقی دلی، جولائی



ذہن (۱۹۶۸ء) اور مستقبل کے روبرو (۱۹۷۱ء)
ایک ناول خوشبو بن کے لوٹیں گے ۱۹۸۷ء میں
شائع ہوا۔
تراجم میں میری جیل ڈائری۔ جے پرکاش
نرائن شامل ہیں۔ اُردو ادب کو ہندی میں
پیش کیا، ان کتابوں میں، منٹو نامہ، منٹو
کے راج نیتک کہانیاں، اُردو کی چرچت
کہانیاں، سمکالین اُردو کہانیاں، ادھر
آدھونک اُردو ساہتیہ شامل ہیں۔

پتہ :- ۵۴ / ۳ / بی جنگ پوری۔ نئی دہلی

دیویندر ستیارتھی

نام : دیواندر بتا
پیدائش : ۲۸ / مئی ۱۹۰۸ء بھدوڑ ضلع
سنگرور (پنجاب)



اگست ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی، پہلا مضمون
آرٹ کا سائنٹفک تجزیہ، نظام (دیکلی) بمبئی
(نومبر ۱۹۲۷ء) میں شائع ہوا۔
اُردو، ہندی، پنجابی اور انگریزی میں
۵۰ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ افسانوں کے
مجموعے۔ گیت اور انگارے (۱۹۵۲ء)
شیشوں کا ساحل (۱۹۵۵ء) کینوس کا صحرا (۱۹۸۳ء)
تنقید کی کتابیں۔ فکر اور ادب (۱۹۶۸ء)
ادب اور نفسیات (۱۹۶۶ء) ادب اور تجربہ

۱۹۲۸ء میں۔ پانچ دریک فرانسیسی
رمئی ۱۹۲۶ء سے مئی ۱۹۲۸ء تک
، مہاراشٹر ہی ہائی اسکول۔ ۱۹۳۰ء سے
۱۹۴۰ء تک مدرسی آج کل ہندی۔ دہلی۔
وہیں لکھنا شروع کیا۔ پہلی اُردو
"اور بانسری بجتی رہی"۔ ۱۹۴۰ء میں
ب لطیف لاہور میں شائع ہوئی۔
رعات: نئے دیوتا، اور بانسری
رہی (افسانے) میں بھول خانہ بدوش
بگاتا جاتے بنجارا (لوک گیتوں سے
لق کتابیں) اس کے علاوہ ہندی
پنجابی میں کئی کتابیں شائع ہو چکی

۵/۴۶ سی بوربنک روڈ
نئی دہلی ۱۱۰۰۰۵

ج نرائن راز

، راج نرائن۔ تخلص راز



پیدائش: ۲۷ر اکتوبر ۱۹۲۳ء لسالائی
رچستان (پاکستان)
۱۹۳۶ء ابتدائی تعلیم، خالصہ ہائی اسکول کوئٹہ

ایس بی ہائی اسکول ہانسی بی۔ اے
اورایم۔ اے (اُردو) امتیاز کے ساتھ دہلی
یونیورسٹی سے۔
ملازمت: انڈین انفارمیشن سروس، موجودہ منصب
ایڈیٹر آجکل، اُردو، پبلیکیشنز ڈویژن پٹیالہ
ہاؤس نئی دہلی۔
مطبوعات: تراجم، عزم جوان (۱۹۵۷ء) کرامات
۱۹۶۴ء) لہروں کی آواز (۱۹۷۵ء) انجمن کی
کہانی (۱۹۷۷ء)
تالیفات: ۱۹۶۶ء کی منتخب شاعری (۱۹۶۸ء)
۱۹۶۸ء کی منتخب شاعری (۱۹۶۹ء) بہ شرکت
مخمور لکھنوی کی شخصیت اور شاعری (۱۹۶۹ء)
شعری مجموعے: چاندنی اساڑھ کی (۱۹۶۷ء)
لذت لفظوں کی (۱۹۷۷ء)
بچوں کے لئے: فٹ بال کی کہانی (۱۹۷۷ء)

پتہ: ۳۰/۲۹ ایسٹ پٹیل نگر، نئی دہلی ۸

رام آسوا راز

دیکھئے عالمی اردو ادب ۱۹۸۶ء

رام لعل

پیدائش: ۳ر مارچ ۱۹۲۳ء
تعلیم: میٹرک ۱۹۳۸ء
۱۹۳۰ء میں ریلوے میں ملازم ہوئے
اور مارچ ۱۹۸۱ء میں ناردرن ریلوے سے ریٹائر ہوئے

گوپڑا محصوّرے کلیم انسپکٹر کے عہدے سے سبکدوش۔ پہلی کہانی «تفوک» مارچ ۱۹۴۱ء میں لاہور کے ہفتہ وار خیام میں شائع ہوئی

مطبوعات:۔ افسانوں کے مجموعے، آئینے ۴۵ انقلاب آنے تک ۴۹ وہ مسکرا دے گی۔ نئی دھرتی پرانے گیت ۵۸ گلی گلی ۶۲ آواز تو پہچانو ۶۳ چراغوں کا سفر ۶۶ انتظار کے قیدی ۷۰ کل کی باتیں ۷۰ اکھڑے ہوئے لوگ ۷۳ گزرتے لمحوں کی چاپ ۷۵ معصوم آنکھوں کا کرب ناول: کہرا اور مسکراہٹ ۶۲ مٹھی بھر دھوپ ۷۲ نیل دھارا ۸۱ اُردو افسانے کی نئی فضا۔ خواجہ احمد عباس کے افسانے۔ ڈوبتا اُبھرتا آدمی ۸۸



سفرنامے: زرد پتوں کی بہار «سفرنامہ پاکستان ۱۹۸۲ء»، خواب خواب «سفرنامہ یورپ» ۱۹۸۳ء ہندی اور دیگر کئی زبانوں میں بھی کتابیں چھپ چکی ہیں۔
پتہ: شانتی نکیتن ڈی ۲۲۹۰ اندرا نگر لکھنؤ

رام لعل نابھوی

دیکھئے عالمی اُردو ادب ۱۹۸۸ء

رامانند ساگر

نام:۔ راماننت چوپڑہ
پیدائش:۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۱۷ء لاہور
تعلیم:۔ بی۔ اے آنرز (اُردو و فارسی) پنجاب یونیورسٹی لاہور
پیشہ:۔ فلم سازی
مطبوعات:۔ اور انسان مر گیا (ناول) آئینے (افسانے) کلاکار (اسٹیج ڈرامہ)
پتہ:۔ ساگر ولا روڈ نمبر ۱۔ ۱۲ جوہو چرچ بمبئی ۴۰۰۰۴۹

راہی شہابی

دیکھئے عالمی اُردو ادب ۸۸

رشید امجد

نام:۔ رشید احمد
پیدائش:۔ ۵ مارچ ۱۹۴۰ء سرینگر
تعلیم:۔ ایم۔ اے
پیشہ:۔ تدریس
کتابیں:۔ بے زار آدم کے بیٹے (افسانے)
ریت پر گرفت (افسانے)
سہ پہر کی خزاں (افسانے)

پت جھڑ میں خود کلامی (افسانے)
بھاگے ہے بیاباں مجھ سے (افسانے)
نیا ادب (مضامین)
معنیٔے اور شناختیں (مضامین)
ترتیب:- پاکستانی ادب (۶ جلدوں میں)
منتخب پاکستانی ادب (پانچ جلدوں میں)
اقبال فکر و فن، تعلیم کی نظریاتی اساس
پتہ:- سی ۵۲/ نمبر ۱۷۔ے گلستان کالونی
راولپنڈی (پاکستان)

رشید حسن خاں

پیدائش: ۱۰ جنوری ۱۹۳۰ء شاہجہانپور
درس نظامی کی باقاعدہ تعلیم اور لکھنؤ
یونیورسٹی سے دبیرِ کامل کی سند ۴۹ء
۱۹۴۱ء میں فرینڈ یونین سے وابستہ رہے ۱۹۵۹ء
میں دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو سے منسلک
ہو گئے۔



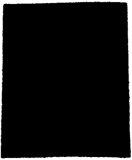
مطبوعات: اردو املا۔ ادبی تحقیق مسائل
اور تجزیہ، عبارت کیسے لکھیں۔ زبان اور قواعد، انتخاب
دیوان تاباں (مقدمہ) انتخاب دیوان سودا
موازنۂ انیس و دبیر۔ تلاش و تعبیر ۸۸
پتہ:- گوائر ہال، دہلی یونیورسٹی کیمپس دہلی

رشی پٹیالوی

دیکھیئے عالمی اردو ادب ۸۸

رفعت سروش

نام: شوکت علی



پیدائش: ۴ جنوری ۱۹۲۶ء نگینہ ضلع
بجنور۔ (اترپردیش)
۱۹۴۵ء میں آل انڈیا ریڈیو بمبئی سے وابستگی
۱۹۶۴ء میں اردو مجلس دہلی کے پروڈیوسر ۱۹۷۰ء
میں ماسکو میں منعقد سوویت ثقافتی تعلقات
کے موضوع پر سیمینار میں حصہ لیا۔ سوویت لینڈ

اترپردیش اردو اکادمی و مختلف اداروں سے انعامات ۔
غالب انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر بھی ہے
مطبوعات:۔ وادیٔ گل، حرفِ آدم، ذکر اس
پری وش کا۔ نقش صدا (شعری مجموعے)
جہاں آرا (ادبیہ) وادیٔ غزل نقوش رفتہ

پتہ۔ ڈی ۲/ اے، ڈی ڈی اے فلیٹس
منیکا دہلی ۴۷

زاہدہ زیدی

پیدائش: ۴/ جنوری ۱۹۳۰ میرٹھ
تعلیم:۔ ایم اے انگریزی (علی گڑھ یونیورسٹی)
۲ ماہ کیمبرج یونیورسٹی ۱۹۵۵
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں انگریزی کی
ریڈر ہیں۔
مطبوعات:۔ زہرِ حیات ۱۹۷۰ (شعری مجموعہ)
دھرتی کا لمس ۱۹۷۵ (شعری مجموعہ) پی پانڈ
درگوز ۱۹۷۹ بمدکن مرر ۱۹۷۹ء
پتہ: ۴۷ ذاکر باغ۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ (اترپردیش)

زبیر رضوی

پیدائش: ۱۵/ ۱۹۳۵ء امروہہ
تعلیم: ایم اے دہلی یونیورسٹی



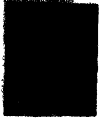
آل انڈیا ریڈیو میں
ڈائرکٹر کے عہدے پر مامور ہیں۔
مطبوعات: لہر لہر ندیا گہری ۱۹۶۴ خشت دیوار
۱۹۷۰ پرانی بات ہے ۱۹۸۸ (شعری مجموعے)
پتہ: ۱۹۵۷ ترکمان گیٹ دہلی

ساجد رشید

نام: عبدالرشید
پیدائش:۔ ۲۱ مارچ ۱۹۵۵ء
تعلیم:۔ انٹرمیڈیٹ
پیشہ: صحافت اور آرٹ
مطبوعات:۔ ریت گھڑی (افسانے) رگوں
میں بھی برف (ناولٹ)
پتہ: ۲۰/۸۰۸ بابو راؤ جگتاپ مارگ
بمبئی ۴۰۰۰۱۱

ساجدہ زیدی

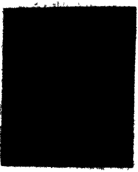
پیدائش: ۱۱ مئی [illegible]



تعلیم: بی اے ایم ایڈ علی گڑھ یونیورسٹی
ایم فل (لندن یونیورسٹی)
پروفیسر آف ایجوکیشن علی گڑھ یونیورسٹی
مطبوعات: جھلکے نقوش ۱۹۷۲ آتش سیال ۲۷
سیل وجود ۸۰ (شعری مجموعے)
پتہ: گلبرگ، ددھ پور علی گڑھ

ساحر ہوشیارپوری

نام: رام پرکاش



پیدائش: ۵ مارچ ۱۹۱۳ء ہوشیارپور
تعلیم: ایم اے (فارسی ادبیات)
تقسیم ملک کے بعد کانپور سے ماہنامہ سحر نکالا
جاری کیا۔
مطبوعات: شعری مجموعے، سحر غزل، سحر نغمہ،
سحر حرف ۱۹۸۲ء
پتہ: سیکٹر ۲۸ مکان نمبر ۲۲۶۹ فرید آباد
(ہریانہ)

ساحل احمد

نام: ساحل احمد
پیدائش: ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء
تعلیم: ایم۔اے، بی ایڈ
مشغلہ: درس و تدریس (۱۹۶۴ء سے)
موجودہ کام: صدر شعبہ اردو۔ یوئینگ کرسچین
کالج الہ آباد یونیورسٹی۔ الہ آباد
مطبوعات: اقبال ایک تجزیاتی مطالعہ
غزل پس منظر پیش منظر ۱۹۷۶ء
بازدہ ۱۹۷۸
ولی فن و شخصیت اور کلام ۱۹۷۹ء
اقبال اور غزل۔ جلد اول ۱۹۸۴ء
برگ نامہ، موسم (شاعری)
چہرہ (افسانے)
اقبال کی نظموں کا تجزیاتی مطالعہ ۱۹۸۲ء
مطالعۂ مومن ۱۹۸۵ء
اردو کی چند مشہور کتابیں (۱) ۱۹۸۵ء

اردو کی چند مشہور کتابیں (۲) ۱۹۸۵ء
محمد حسین آزاد ایک مطالعہ ۱۹۸۵ء
پتہ:۔ شعبہ اردو یونگ کرسچین کالج الہ آباد
(اترپردیش)

ساغر اعظمی

دیکھئے عالمی اردو ادب ۸۶ء

پتہ:۔ ۸/۱۸ ایل آئی جی بہادے نگر کوآپریٹو سوسائٹی، بمبئی ۴۰۰۰۷۰

سائرہ ہاشمی

پیدائش:۔ ۱۴ اپریل ۱۹۳۸ء
تعلیم:۔ ایم۔ اے
پیشہ:۔ خانہ داری
مطبوعات:۔ ریت کی دیوار (افسانے) سنگ زیست (افسانے)
پتہ:۔ ۲۹ سینٹ جان پارک لاہور کینٹ

سعادت نظیر

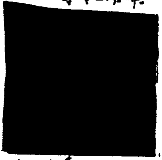
دیکھئے عالمی اُردو ادب ۸۶ء

سلام بن رزاق

نام: شیخ عبد السلام بن عبد الرزاق
پیدائش: ۱۵ نومبر ۱۹۴۱ء رکنڈپہ (آندھرا)
پیشہ: درس و تدریس
مطبوعات: ننگی دوپہر کا سپاہی، معبر (افسانوں کا مجموعہ) [illegible] (مراٹھی ناول کا ترجمہ)

سلیم اختر





پیدائش:۔ ۱۱ مارچ ۱۹۳۴ء
تعلیم:۔ ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی
پیشہ:۔ درس و تدریس گورنمنٹ کالج لاہور
مطبوعات:۔ نگاہ اور نقطے، تنقیدی دبستان، اُردو ادب کی مختصر تاریخ، ادب اور لاشعور، افسانے حقیقت سے علامت تک، ادب اور کلچر، تخلیق اور لاشعوری محرکات، شعور اور لاشعور کا شاعر غالب، اقبال کا نفسیاتی [illegible] اقبال ممدوحِ عالم (تنقید) [illegible]

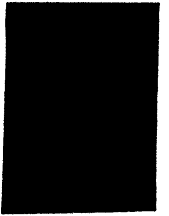
(ناولٹ) کلام نرم و نازک (طنز و مزاح)
ہماری جنس اور جذباتی زندگی، تین بڑے
نفسیات دان کارڈ دے بادام (افسانے)
پتہ:۔ الجودت ۳۳/۵۶۹ جہاں زیب بلاک
علامہ اقبال ٹاؤن۔ لاہور (پاکستان)

سیّدہ حنا

نام: سیّد سکینہ اختر
پیدائش:۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۵ء
وطن:۔ بھوپال (بھارت) اب پشاور (پاکستان)
تعلیم:۔ ایم۔ اے، بی ایڈ
پیشہ:۔ درس و تدریس بی اے ایف ڈگری کالج
پشاور۔
مطبوعات:۔ جھوٹی کہانیاں، پتھر کی نسل (افسانے)
وہ دن وہ راتیں (ناول) تنہا اُداس لڑکی
(ناولٹ)
پتہ:۔ ٹی ۳۴/۱۸ یوسف آباد دلازاک روڈ پشاور
شہر (پاکستان)

شارب ردولوی

نام:۔ سید شارب عباس
پیدائش: ۱۹۳۵ء، ردولی۔ بارہ بنکی یوپی
تعلیم:۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی
۱۹۶۱ء میں دیال سنگھ کالج نئی دہلی میں
لکچرر ہوئے۔ ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۹ء تک ترقی
اردو بیورو وزارت تعلیم حکومت ہند میں



پرنسپل پبلیکیشن افسر رہے۔
۱۹۷۹ء میں دیال سنگھ کالج لوٹ آئے۔
مطبوعات:۔ ۱۔ مراثی انیس میں ڈرامائی
عناصر (۱۹۵۹ء)
۲۔ گلِ صد رنگ ۱۹۶۰ء
۳۔ افکارِ سودا ۱۹۶۱ء
۴۔ جگر فن اور شخصیت ۱۹۶۱ء
۵۔ جدید اُردو تنقید، اصول اور نظریات
۱۹۶۸
۶۔ مطالعۂ دلی ۱۹۷۲ء
۷:۔ تنقیدی مطالعہ ۱۹۸۴ء
پتہ:۔ ڈی ۱۸/۱۷۵ ماڈل ٹاؤن دہلی ۱۱۰۰۰۹

شباب للت

نام:۔ بھگوان داس
پیدائش: ۱۶ اگست ۱۹۳۳ء خان پور
ضلع مظفر گڑھ (پاکستان)

تعلیم: ایم اے تاریخ (۱۹۵۶ء)
ایم اے اُردو (۱۹۶۳ء)
پیشہ: نیشنل پبلسٹی آفیسر
مطبوعات: مضراب، منزل منزل، پتوار، پروائی، سمندر موسموں کے سند، صحرا کی پیاس، آئینہ، واثروں کا سفر۔
پتہ: ۲۲/۱۰ ریلوے بورڈ بلڈنگ شملہ

شانتی رنجن بھٹاچاریہ

پیدائش: ۲۴ ستمبر ۱۹۳۰ء موضع شوره ضلع فرید پور۔ (بنگلہ دیش)
۱۹۶۵ء سے محکمۂ اطلاعات و ثقافتی امور سے وابستہ ہیں۔
مطبوعات: راہ کا کانٹا (افسانوں کا مجموعہ)، شاعر کی شادی (طویل افسانہ)
ہندوستان کا مطالبہ، بنگال میں اردو کی اردو خدمات، اُردو اور بنگالی، مختصر تاریخ بنگلہ ادب (دو حصے) آزادی کے بعد مغربی بنگال میں اُردو، بنگال میں اُردو زبان و ادب، غالب اور بنگال، اقبال، ٹیگور اور نذرل تین شاعر ایک مطالعہ اور کئی کتابوں کے اُردو سے بنگلہ میں تراجم
پتہ: آنند پلی، ڈاکخانہ پورسا تپیاری ضلع چوبیس پرگنہ (مغربی بنگال)

شجاع خاور

نام: شجاع الدین
پیدائش: ۲۶ ستمبر ۱۹۴۶ء دہلی
تعلیم: ایم اے انگریزی (دہلی یونیورسٹی)
مطبوعات: اُردو شاعری میں تاج محل ۱۹۶۰ء

ٹیلی فون نمبر: ۲۶۸۲
پتہ: محلہ سوداگران۔ لال کنواں، دہلی ۱۱۰۰۰۶
دہلی ۱۱۰۰۵۳

شرر فتح پوری

نام: رام سنگھ
پیدائش: ۱۶ مئی ۱۹۲۸ء فتح پور ضلع کورو کشیتر (ہریانہ)
تعلیم: بی اے (جامعہ ملیہ ۱۹۵۱) بی ایڈ (۱۹۵۳) علی گڑھ سے ایم ایڈ



(۱۹۵۵) اور ایم اے (۱۹۵۹)
۱۹۵۵ء میں درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ ۱۹۵۶ میں گورنمنٹ کالج میں ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر ۱۹۷۵ سے ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے ہریانہ کے مختلف اسکولوں میں تعینات رہے۔
مطبوعات: ہم جنگ نہ ہونے دیں گے (طویل نظم ۵۰) ساز جمہور (مثنوی ۵۲) ہمالیہ جاگ اٹھا (نظمیں ۶۳) کاروان عصر (مسدس ۷۲) پدمنی (مثنوی ۸۱) نئی دنیا نیا آدم (مثنویاں ۷۲) قرطاس شعری مجموعہ)
پتہ: فتح پور ضلع کورو کشیتر (ہریانہ)

شرون کمار ورما

پیدائش: ۳۰ رستمبر ۱۹۳۲ء لکھنؤ
تعلیم: بی اے ایل ایل بی
پیشہ: وکالت
مطبوعات: نیم کے پتے۔ (اُردو افسانے)
گرتے ہوئے درخت (اُردو افسانے)
دیوار (ناول، اردو، ہندی اور پنجابی)
پرندے (ناول ہندی)
پتہ: ۱۱/۱۸۰ کوچہ لیاں۔ امرت سر ۱۴۳۰۰۶

شکیل الرحمٰن

پیدائش: ۱۰ فروری ۱۹۳۱ موتی ہاری ضلع
چمپارن (بہار)
تعلیم: ایم اے پی ایچ ڈی
پیشہ: درس و تدریس
مطبوعات: ادب اور نفسیات، ادبی
ڈائری، ۵۰ شعور اور تنقیدی شعور ۵۸
زبان اور کلچر ۵۸ قصہ میرے سفر کا۔
پتہ: صدر شعبہ اُردو کشمیر یونیورسٹی سری نگر

شمس الرحمٰن فاروقی

پیدائش: ۳۰ ستمبر ۱۹۳۵ پرتاپ گڑھ (یوپی)
تعلیم: ایم اے انگریزی (الہ آباد
یونیورسٹی ۵۵)
پیشہ: سرکاری ملازمت
مطبوعات: نئے نام (جدید شاعری کا
انتخاب) گنج سوختہ ۶۹ سبز اندر سبز ۷۳،
چار سمت کا دریا، (شعری مجموعے)
لفظ و معانی (تنقید ۶۸) فاروقی کے
تبصرے (تنقید ۶۸) شعر غیر شعر اور نثر
(تنقید) عروض آہنگ اور بیان ۸۰،



پتہ: ۸۵/II ڈی کالکا نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۱۹

شمیم حنفی

پیدائش: ۱۷ رمئی ۱۹۳۹
تعلیم: ایم اے (تاریخ اور اُردو
ادبیات) پی ایچ ڈی (علی گڑھ یونیورسٹی)
مقالہ محمد حسین آزاد کے ادبی کارنامے
پیشہ: علمی
مطبوعات: نئی شعری روایت (تنقید)
جدیدیت کے فلسفیانہ اساس (تنقید)
مٹی کا ذائقہ (ڈرامے) فراق، شخص و شاعر
بحر توں کا جہان (بچوں کے لیے)
پتہ: گل مہر ایوینیو جامعہ نگر نئی دہلی

شوکت حیات

نام: شوکت حیات
پیدائش: یکم دسمبر ۱۹۵۰
تعلیم: بی ایس سی
شغل: افسانہ نگاری، صحافت،
ملازمت، ٹریڈ یونین سرگرمی۔
مطبوعات: سیاہ چادریں (افسانے)



پتہ: ڈاکٹر مہابیر بھون، کیدار، پٹنہ ۸۰۰۰۰۶

شہباز حسین

پیدائش: ۱۰ جنوری ۱۹۳۲ حسرت پٹنہ (بہار)
تعلیم: ایم اے (۵۱) بی ایل (۵۲)
۱۹۵۱ء میں سہ ماہی ساتھی پٹنہ
سے وابستہ ہوئے اور ۱۹۵۳ میں سہ ماہی



سنگم پٹنہ سے۔ ۱۹۵۵ میں ٹی این بی کالج
دانا پور میں اردو لیکچرر۔ اگست ۱۹۵۸ء
میں اسسٹنٹ ایڈیٹر پبلیکیشنز ڈویژن
وزارت اطلاعات ونشریات نئی دہلی،
نومبر ۱۹۶۷ء میں ایڈیٹر آج کل نئی دہلی
اپریل ۱۹۷۲ سے نومبر ۱۹۷۵ اور فروری
۱۹۸۱ سے فروری ۱۹۸۴ تک پرنسپل
پبلیکیشنز آفیسر، ترقی اردو بیورو وزارت
تعلیم، مارچ ۱۹۸۴ سے جوائنٹ ڈائرکٹر
ریسرچ اینڈ ریفرنس ڈویژن ۱۹۸۶ء
سے ڈپٹی ڈائرکٹر فیلڈ پبلسٹی
معلومات۔ روشنی کے مینار، آج کل کی
کہانیاں جدید ہندوستان میں ذات پات
(ترجمہ) پہیلیاں اور رنگ رنگے پھول"
(آر اے کرد دکتا بیں مع کشور وکرم
کے اشتراک سے)
پتہ۔ ۲۰ سیکٹر ۱۲ آر۔ کے پورم نئی دہلی

شہریار

نام: کنور محمد اخلاق خاں
پیدائش ۱۶ جون ۱۹۳۶
تعلیم: ایم اے پی ایچ ڈی
پیشہ درس وتدریس
معلومات اسم اعظم ساتواں در اور
ہجر کے موسم (شعری مجموعے)



پتہ: سی ۱۳ میڈیکل کالج علی گڑھ مسلم
یونیورسٹی۔ علی گڑھ

صادق

نام :- سیّد صادق علی
پیدائش : ۱۰ر اپریل ۱۹۴۳ء اجین (ایم پی)
تعلیم : ایم اے، پی ایچ ڈی
دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو سے وابستہ
ہیں ۔
مطبوعات : ترقی پسند تحریک اور اُردو افسانہ
نئی مراٹھی شاعری، سلسلہ (شعری مجموعہ)
پتہ : ۱۸/۱ بہر اجوری گارڈن نئی دہلی

صغیر احمد صوفی

دیکھئے عالمی اُردو ادب ۸۸

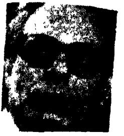
صلاح الدین پرویز

پیدائش :- ۱۹۵۰ء علی گڑھ
پیشہ :- تجارت
مطبوعات : ثراژ، نیگیٹو، جنگل، دھوپ
سایہ سمندر (شاعری) نمرتا (ناول)

پتہ : پوسٹ بکس ۵۵۱۴ الریاض
سعودی عربیہ

ظ انصاری

پیدائش : ۱۴ر فروری ۱۹۲۵ء سہارنپور
پیشہ : درس و تدریس



مطبوعات : ورق ورق ۱۹۵۲ء کمیونزم
اور مذہب ۱۹۵۷ء زبان و بیان ۱۹۵۸ء
خسرو کا ذہنی سفر، نذر غالب، غالب شناسی
کتاب شناسی، مثنویات غالب۔ پوشکن
چے خف
پتہ :- ۳۲ شیریں ۳۱ کولابا روڈ بمبئی

عابد مناوری

دیکھئے عالمی اردو ادب ۸۸

عارف نقشبندی

نام :- محمد عثمان
پیدائش :- ۱۹۲۸ء بیکانیر (راجستھان)



تعلیم: ایم اے۔ ایل ایل بی
پیشہ: گورنر اتر پردیش
مطبوعات: عقیدت کے پھول، نذرِ وطن،
قلم کی کاشت، نورِ سحر، ذکرِ محبوب وغیرہ۔
پتہ: راج بھون۔ لکھنؤ (اتر پردیش)

عبدالعزیز خالد

پیدائش: ۱۵ جنوری ۱۹۲۷ء موضع
پرجیاں کلاں تحصیل نکودر ضلع جالندھر
تعلیم: ایم اے
سرکاری ملازمت سے سبکدوش۔
مطبوعات: شعری مجموعے، خارقلیط، منحمنا،
حمطایا، ماذ ماذ، طاب طاب، ثانی لاثانی، عبدہٗ
بوتراب، زنجیرِ دم آہو، سلک مرج، کف دریا،
حدیثِ خواب، دشتِ شام، فن جریر، خرد شیر غم
ڈرامے: برگِ خزاں، دکان شیشہ گر، دوقی
ناخواندہ، سلومی اور لگ بھگ ایک درجن
کتابوں کے تراجم۔
پتہ: گلبرگ ۲ ے انکم ٹیکس کالونی لاہور (پاکستان)

عبداللطیف اعظمی

پیدائش: یکم مارچ ۱۹۱۷ء باندی کلاں
اعظم گڑھ (یوپی)
تعلیم: ایم اے جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی
عالم عربی (ندوۃ العلماء لکھنؤ)

۱۹۶۰ء سے مدیر معاون ماہنامہ جامعہ نئی دہلی



۱۹۴۵۔۵۰ء ایڈیٹر ہفتہ وار نئی روشنی۔
۱۹۵۰۔۵۵ء ایڈیٹر ہمدرد جامعہ ۱۹۷۷ء
ایڈیٹر سہ ماہی صبح۔
مطبوعات: شبلی کا مرتبہ اُردو ادب میں ۵۴ء
(تنقید) بابائے اُردو مولوی عبدالحق ۱۹۶۰ء
ڈاکٹر ذاکر حسین۔ سیرت و شخصیت ۱۹۷۰ء
جواہر لال نہرو ایک مطالعہ ۱۹۶۸ء گاندھی جی
اور ان کے خیالات ۱۹۷۰ء مشاہیر کے خطوط
اور ان کے مختصر حالات ۷۵ء مولانا محمد علی۔
پتہ: باٹلا نگر جامعہ نگر۔ نئی دہلی

عرفان صدیقی

پیدائش: ۸ جنوری ۱۹۳۹ء بدایوں
تعلیم: یونیورسٹی سطح تک، خصوصی مطالعہ
سماجیات۔
پیشہ: سرکاری ملازمت۔ مرکزی اطلاعات
سروس سے وابستہ۔
مطبوعات: کینوس (شعری مجموعہ) رُت



ـمار (کالی داس کی نظم رتو سنگھار کا منظوم
ـدو ترجمہ) مالویکا اگنی مترم (کالی داس کے
ـے کا اُردو روپ) ادرد ابلاغ عامہ ۱۹۷۶
ـنیوز ایڈیٹر دور درشن لکھنؤ

عصمت چغتائی

پیدائش:۔ ۲۱ اگست ۱۹۱۵ء بدایوں



تعلیم: بی اے بی ٹی علی گڑھ
پہلا افسانہ سادی ۱۹۳۹ء میں شائع
ہوا۔ ۱۹۴۲ء میں شاہد لطیف سے شادی کی

کچھ دن پونا قیام کرنے کے بعد بمبئی میں مستقل
سکونت اختیار کر لی۔
مطبوعات: کلیاں، چوٹیں، ایک بات
(افسانوں کے مجموعے) ضدی، ٹیڑھی لکیر (ناول)
تین اناڑی، ایک قطرہ خون۔
پتہ: ہدا انڈس کورٹ اے روڈ چرچ گیٹ بمبئی
۴۰۰۰۱

عقیل شاداب

دیکھئے عالمی اُردو ادب ۸۸

علقمہ شبلی

دیکھئے عالمی اُردو ادب ۸۸

علی جواد زیدی

پیدائش: ۹ جولائی ۱۹۲۰ء محمود آباد
ضلع اعظم گڑھ (یوپی)
تعلیم:۔ بی اے ایل ایل بی لکھنؤ
شروع میں تمابر تخلص کرتے تھے بعد
ترک کر دیا۔ آل انڈیا اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے
جنرل سکریٹری رہے۔ ۱۹۴۲ء میں قیدِ فرنگ کاٹی
۱۹۴۷ء سے حکومت اترپردیش سے وابستہ رہے۔
حکومت جموں و کشمیر سے بھی منسلک رہے۔ بعد
میں حکومت ہند کے محکمہ اطلاعات و نشریات
میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ تہران میں
حکومت کی جانب سے ریڈیو کے نامہ نگار

بھی رہے۔ ۱۹۷۸ء میں ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد اُتر پردیش اردو اکاڈمی کے صدر بھی رہے۔

مطبوعات:۔ میری غزلیں۔ رگِ سنگ دیارِ سحر (شعری مجموعے) دو ادبی اسکول، نسیمِ دشتِ آرزو، قصیدہ نگارانِ اُتر پردیش اُردو میں قومی شاعری کے سو سال، تعمیری ادب، آپ سے ملئے، پیامِ آزادی، ابوالکلام، فکر و ریاض، انتخاب رند۔

پتہ:۔ ۲/۳/۶ دلباغ کالونی۔ لکھنؤ (یوپی)

علی سردار جعفری

نام:۔ علی سردار جعفری

پیدائش:۔ ۲۹ نومبر ۱۹۱۳ء بلرام پور ضلع گونڈہ (یوپی)

تعلیم:۔ گریجویٹ (اینگلو عربک کالج دہلی) ایم اے (لکھنؤ یونیورسٹی)

ترقی پسند تحریک سے وابستہ، نیا ادب، کی ادارت کے فرائض انجام دیئے۔ گفتگو کے مدیر رہے۔ کئی فلموں کے گیت اور مکالمے لکھے۔ دھرتی کے لال، زلزلہ، فٹ پاتھ دھوبی ڈاکٹر، وغیرہ کے گیت لکھے۔ میلہ اور سازش کے مکالمے نیز حبہ خاتون کی کہانی لکھی ۱۹۶۵ء میں ایک خواب اور پر سوویت لینڈ نہرو ایوارڈ ۱۹۶۷ء میں پدم شری، ۱۹۷۸ء



میں جواہر لال نہرو فیلوشپ۔

مطبوعات: نئی دنیا کو سلام، پرواز، پتھر کی دیوار ایک خواب اور، امن کا ستارہ، اقبال شناسی ایشیا جاگ اٹھا، پیراہن شرر، لہو پکارتے گا ترقی پسند تحریک کی نصف صدی ۱۹۸۷ء وغیرہ

پتہ:۔ سیتا محل، بومن جی پیٹٹ روڈ ممبئی ۳۶۔۔۔۔۴۰۰

عنوان چشتی

نام:۔ افتخار الحسن

پیدائش: ۵ فروری ۱۹۳۷ء قصبہ منگلور ضلع سہارنپور یوپی

تعلیم:۔ ایم اے جغرافیہ ۱۹۶۱ء ایم اے اُردو ۱۹۶۴ء پی ایچ ڈی ۱۹۷۳ء

پیشہ: صدر شعبہ اُردو جامعہ ملیہ اسلامیہ

مطبوعات:۔ اُردو شاعری میں جدیدیت کی روایت۔ اُردو شاعری میں ہیئت کے تجربے۔ تنقید سے تحقیق تک۔ تنقیدی پیرائے۔ عکس و شخص۔ معنویت کی تلاش (تحقیق و تنقید) نیم



باز ۸۱ء۔ ذوق جمال ۷۹ (شعری مجموعے) مکاتیب احسن "دو حصے" اردو میں کلاسیکی تنقید
پتہ :۔ اردو سماج، جامعہ نگر نئی دہلی

غلام الثقلین نقوی

پیدائش :۔ ۱۴ مارچ ۱۹۲۲ء چوکی پنڈرن (مقبوضہ کشمیر)
تعلیم :۔ ایم۔ اے، بی ٹی
مطبوعات :۔ بندگلی، نغمہ اور آگ، لیو کی دیوار، شفق کے سائے (افسانے) میرا گاؤں (ناول)
پتہ :۔ ۱۳۷ ابدر بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور (پاکستان)

غلام ربانی تاباں

پیدائش :۔ ۱۵ فروری ۱۹۱۴ء۔ قائم گنج فرخ آباد (یوپی)
تعلیم :۔ بی اے ایل ایل بی (آگرہ یونیورسٹی)

دس برس فرخ آباد میں وکالت کی۔ ۱۹۴۷ء میں کسان تحریک کے سلسلے میں اور ۱۹۴۹ء میں کمیونسٹ ہونے کے جرم میں پکڑے گئے۔ ۱۹۴۹ء میں وکالت چھوڑ کر دہلی آگئے اور مکتبہ جامعہ میں ملازم ہوگئے۔ ۱۹۷۰ء میں جنرل منیجر کے عہدے سے سبکدوش ہوئے۔ اسی سال انھیں پدم شری سے نوازا گیا۔ ۱۹۷۲ء میں یوپی اردو اکاڈمی کا ایوارڈ ملا۔



مطبوعات :۔ ساز لرزاں ۵۰۔ حدیث دل۔ ذوق سفر۔ نوائے آوارہ (شعری مجموعے)
پتہ :۔ ذاکر نگر جامعہ نگر نئی دہلی۔

فضا ابن فیضی

دیکھئے عالمی اردو ادب ۸۸

فاروق ارگلی

دیکھئے عالمی اردو ادب ۸۸

فرخندہ لودھی

پیدائش:۔ نومبر ۱۹۴۳ء
تعلیم:۔ ایم۔ اے، ایم۔ ایس۔ سی (لائبریری سائنس)
پیشہ:۔ لائبریرین
مطبوعات:۔ آرسی، شہر کے لوگ (افسانے)
حسرت عرض تمنا (ناول)
پتہ:۔ ۶ اے، سٹیج بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور پاکستان

قاضی سلیم

پیدائش: ۲۷ نومبر ۱۹۲۷ء
تعلیم: بی اے ایل ایل بی (علی گڑھ)
مہاراشٹر اسمبلی کے نامزد رکن کے علاوہ لوک سبھا کے ممبر بھی رہ چکے ہیں۔
مطبوعات: نجات سے پہلے (شعری مجموعہ)



پتہ: سلیم منزل منتظم پورہ اورنگ آباد (مہاراشٹر)

قتیل شفائی

نام: اورنگ زیب
پیدائش: دسمبر ۱۹۱۹ء ہری پور ضلع ہزارہ (پاکستان)
پیشہ: شاعری



مطبوعات: گفتگو، اموختہ، پیرہن (شعری مجموعے)
پتہ: ۱۹ غالب کالونی سمن آباد۔ لاہور (پاکستان)

قرۃ العین حیدر

دیکھیے عالمی اردو ادب ۹۶ء

قمر رئیس

نام: مصاحب علی خاں
پیدائش: ۱۲ جولائی ۱۹۳۲ء شاہجہاں پور



ہے۔

مطبوعات: شعلۂ خاموش، شاخِ گل، سخنِ پنہاں، آئینے، شعورِ غم، شعاعِ جاوید — (شعری مجموعے) سہو و سراغ، دعائے صباح، متعلقاتِ غالب، انتخابِ آتش و غالب اور چکبست۔ باقیاتِ چکبست، کلیاتِ چکبست، بہ تحقیق و تالیف، ہندوستانی

: ایم اے، ایل ایل بی، پی ایچ ڈی (علیگ)

: درس و تدریس

وعات، پریم چند کا تنقیدی مطالعہ، منشی چند شخصیت اور کارنامے، مضامین پریم ، اردو ڈرامہ، تلاش و توازن، ترجمہ کا ور روایت۔ تنقیدی تناظر۔ اقبال کا ر و فن، پریم چند فکر و فن، رتن ناتھ ر ۱۹۸۳ء اردو نشریات

سی ۱۴۴ اشوک وہار دہلی ۲۲



مشرقی افریقہ میں، منشورات جوش وغیرہ

پتہ: ۱۴۳ اے جے درشن، چوتھی منزل نیپین سی روڈ بمبئی ۴۰۰۰۳۶

داس گپتا رضا

پیدائش: ۵ اگست ۱۹۲۵ء سکندر پور ضلع جالندھر (پنجاب)

: بینکنگ (ساہوکاری)۔

۱۹۴۹ء—۱۹۷۰ء مشرقی افریقہ میں قیام رہا۔ اب مستقل بمبئی میں قیام

کاوش بدری

دیکھئے عالمی اردو ادب ۸۸

کرامت علی کرامت

دیکھئے عالمی اردو ادب ۸۸

کرتار سنگھ دگل

پیدائش:۔ یکم مارچ ۱۹۱۷ء دھمیال
راولپنڈی (پاکستان)
تعلیم:۔ ایم۔اے۔ انگریزی، آنرز پنجابی،
پیشہ:۔ سرکاری ملازمت سے سبکدوش۔



مطبوعات:۔ اِک کرن چاندی کی (افسانے)
اُجلا آنچل (ناول) اُوپر کی منزل (ڈرامہ)
دیا بجھ گیا۔
پتہ:۔ بی۔ ۷ حوض خاص نئی دہلی ۱۱۰۰۱۶

کرشن مراری

دیکھئے عالمی اُردو ادب ۸۸

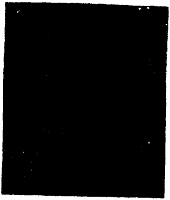
کرشن موہن

دیکھئے عالمی اردو ادب ۸۸

کشمیری لال ذاکر

پیدائش: ۷؍اپریل ۱۹۱۹ء ضلع گجرات
(پاکستان) تعلیم: ایم اے انگریزی

پیشہ: سکریٹری ہریانہ اُردو اکادمی
مطبوعات: جب کشمیر جل رہا تھا، میرا گاؤں میری
زندگی، سیندور کی راکھ، کرماں والی، ذاکر کی تین
کہانیاں، ہمسایہ، دھرتی سدا سہاگن، لمحوں میں
بکھری زندگی، جاگتی ہوئی رات، بیر لیول والا



فقیر، اُداس شام کے آخری لمحے، تین چہرے
ایک سوال۔
پتہ:۔ ۷۴۳ سیکٹر ۴۴۔ اے چنڈی گڑھ

کلام حیدری

نام: کلام الحق
پیدائش: ۲؍اپریل ۱۹۳۰ء رنگیر (بہار)
ہفتہ وار مورچہ اور ماہنامہ (آہنگ)

کے مدیر اعلیٰ اور کلچرل اکاڈمی کے چیرمین۔
مطبوعات، بے نام گلیاں ۵۵ (افسانے)
تعفیات۔
پتہ: ، رینہ ہاؤس جگ جیون
رام روڈ گیا (بہار)

کمار پاشی

دیکھیے عالمی اردو ادب ۸۸

کمال احمد صدیقی

پیدائش: ۷ فروری ۱۹۲۶ء
۱۹۴۸ء میں لکھنؤ سے ہمارا ادب،
رسالہ جاری کیا۔ ۱۹۵۰ء میں مکتبہ جامعہ
سے۔ اور ۱۹۵۳ء میں ریڈیو سے وابستہ
ہوئے۔ (شعری مجموعے)

کنور مہندر سنگھ بیدی سحر

نام: مہندر سنگھ تخلص سحر
پیدائش: ۹ مارچ ۱۹۰۹ء ساہی وال
منٹگری (پاکستان)
تعلیم: بی اے
سرکاری ملازمت میں کئی اہم عہدوں
پر فائز رہے۔ دہلی اردو اکاڈمی کے چیرمین



ترقی اردو بورڈ کے وائس چیرمین۔
مطبوعات، طلوعِ سحر، یادوں کا جشن (شعری مجموعہ)
پتہ: ڈبلیو ۷۰ گریٹر کیلاش۔ نئی دہلی

کیف بھوپالی

دیکھیے عالمی اردو ادب ۸۸

کوثر چاندپوری

نام: سید علی

مطبوعات: [illegible] اور ہمالیہ کے بچارے
پتہ: ۷-۲۰ راؤز ایونیو۔ نئی دہلی ۲

پیدائش: ۱۴ راگست ۱۹۰۸ء
پیشہ: طبابت و افسانہ نگاری
مطبوعات: مہکتی بہاریں، دنیا کی حور، جام جم، ام
سب کی بیوی ۳۰۲ (ناول) مجھ بھلا کی بستی،
راکھ اور کلیاں، دانش و بینش (تنقید) اردو ادب
کی صلیب، کاروان ہمارا، دیدۂ بینا، جہان غالب
(تنقید) ناشاد کانپوری۔
پتہ: ۱۳۱ ۔ اوکھلا۔ جامعہ نگر نئی دہلی

کیفی اعظمی

نام: اطہر حسین رضوی
پیدائش: ۱۴ جنوری ۱۹۱۴ء۔ اعظم گڑھ



۱۹۴۳ء میں قومی جنگ کے لئے لکھنا شروع
کیا۔ ۱۹۵۰ء میں فلمی دنیا سے وابستہ ہوئے۔
۱۹۴۸ء میں انڈین پیپلز تھیٹر ایسوسی ایشن
کی ازسرنو تنظیم کی۔ ۱۹۷۱ء میں اس ادارے کے
صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۱ء میں قومی گیت
لکھنے پر حکومت نے قومی ایوارڈ سے نوازا
۱۹۷۴ء میں پدم شری کا اعزاز ملا۔
مطبوعات: جھنکار، آخری شب، آوارہ
سجدے (ساہتیہ اکاڈمی ایوارڈ یافتہ)
پتہ: جانکی کٹیر جوہو روڈ۔ بمبئی ۴۹

کے کے کھلر

نام: کلدیپ کرشن کھلر
پیدائش: ۱۸ اپریل ۱۹۳۱ء منڈی
بہاؤالدین گجرات (پاکستان)
تعلیم: ایم اے تاریخ۔ ایم اے انگریزی
(پنجاب یونیورسٹی)
۱۹۵۱-۵۴ء گورنمنٹ کالج گورداسپور
اور گورنمنٹ کالج فرید کوٹ میں تاریخ کے
لیکچرر، ان دنوں وزارت تعلیم میں ڈپٹی



سکریٹری ہیں۔
مطبوعات: اُردو کا آخری نقاد ۸۰-۱۹۷۰ء (سلسلہ وار) ناول کا نگار خانہ، امیر خسرو اور ہمارا مشترکہ کلچر (تنقید و تحقیق) مہاراجہ رنجیت سنگھ ۸۰ (انگریزی) شہید بھگت سنگھ ۸۲ (ہندی) شہید بھگت سنگھ ۸۰ (انگریزی)
پتہ: ۱۱۲ ۹ بی - راجوری گارڈن نئی دہلی

گوپال متل

پیدائش: ۱۹۰۹ جون ۱۹۰۹ مالیر کوٹلہ (پنجاب)
تعلیم: بی اے (۱۹۳۲ء لاہور)
لدھیانہ سے ماہنامہ "صبح امید" کا



اجرا کیا جو کچھ عرصہ بعد بند ہو گیا۔ لاہور آنے کے بعد بالترتیب ادب لطیف اور شاہکار کی ادارت کی۔ تقسیم ملک کے بعد دہلی آ گئے۔ ۱۹۵۰ء میں ماہنامہ تحریک جاری کیا۔
مطبوعات: دعا (؟) ، صحرا میں اذان ، (شعری مجموعے) ادب میں ترقی پسندی۔
لاہور کا جو ذکر کیا۔

پتہ: ایف ۲۷ نیو راجندر نگر - نئی دہلی

گوپی چند نارنگ

پیدائش: ۱۱ فروری ۱۹۳۱ء ڈکی بلوچستان (پاکستان)
تعلیم: ایم اے، پی ایچ ڈی ۱۹۵۸ (دہلی یونیورسٹی)
۶۱ میں لسانیات میں پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ۔ ۱۹۶۴ء میں انڈیانا یونیورسٹی سے صوتیات اور صوتیات میں پوسٹ ڈاکٹریٹ کورس کی تکمیل کی۔
۱۹۵۷ء میں سینٹ اسٹیفن کالج نئی دہلی میں اُردو لیکچرر - ۱۹۶۱ - ۱۹۷۴ ریڈر اُردو دہلی یونیورسٹی۔
۱۹۶۳ میں وسکانسن یونیورسٹی میں وزیٹنگ پروفیسر ۱۹۶۹ میں دوبارہ اسی یونیورسٹی کے ساؤتھ ایشیائی ڈیپارٹمنٹ میں پروفیسر کی حیثیت سے مدعو۔ ۱۹۷۴ میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں شعبہ اُردو کے پروفیسر اور صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۷ء میں جامعہ کے ڈین بنائے گئے۔
۱۹۶۳ء میں غالب انعام اور ۱۹۷۳ میں اُردو اکاڈمی ایوارڈ - ۱۹۷۸ء میں اقبال پر صدر پاکستان کا طلائی تمغہ۔



۱۹۹۱ اور ۱۹۸۲ء کے درمیان متعدد بار
جامعہ ملیہ کے قائم مقام وائس چانسلر رہے۔
۱۹۸۵ء میں دہلی یونیورسٹی سے پروفیسر
کی حیثیت سے سبکدوش ہوگئے اور ۱۹۸۸ء سے جواں ابا۔
مطبوعات: معراج العاشقین ۱۹۵۰ء
انیس شناسی، پرانوں کی کہانیاں ۱۹۰۳
اُردو مثنویاں ۱۹۹۲۔ املا نامہ ۷۴، ابطال
مالک رام ۱۹۰۲ (مرتبہ) اقبال جامعہ کے
مصنفین کی نظر میں ۱۹۷۸۔ سفر آشنا ۱۹۸۲
اُردو افسانہ۔ روایت اور مسائل ۸۱، افسانہ
کا فن۔ تحریک نیا اُردو افسانہ ۹۰
پتہ: ڈی ۲۵۲ سروردے انکلیو دہلی

گیان چند

پیدائش: ۲۳ ستمبر ۱۹۲۳ء سیوہارہ۔ بجنور
تعلیم: اُردو کی نثری داستانیں، تحقیقی
مقالے پر ۱۹۴۴ء پی ایچ ڈی کی ڈگری۔
۱۹۵۴ء میں آگرہ یونیورسٹی سے ایم اے
سوشیالوجی کی ڈگری۔
۱۹۵۰ء میں انگریزی روزنامہ میں
اعزازی مدیر معاون اسی برس حمیدیہ
کالج بھوپال میں اُردو لیکچرر، ۱۹۶۵ء میں
جموں یونیورسٹی میں پروفیسر، ۱۹۷۶ء میں
پروفیسر و صدر شعبہ اُردو الہ آباد یونیورسٹی
۱۹۷۹ء میں حیدرآباد یونیورسٹی میں اُردو
کے پروفیسر۔ جموں اور الہ آباد یونیورسٹیوں
کے بورڈ آف اسٹڈیز کے چیئرمین رہے۔
انجمن ترقی اُردو کے لائف ممبر، اُردو اکادمی
اُتر پردیش اور فخر الدین علی احمد کمیٹی کے
رکن۔ ۱۹۳۷ء میں شاعری کا آغاز کیا ۱۹۶۴ء
تک ساڑھے چار سو رباعیاں اور ساڑھے



تین ہزار اشعار کہے۔ ذکر و فکر پر ساہتیہ
اکادمی ایوارڈ ۱۹۸۲ء
مطبوعات: اُردو کی نثری داستانیں ۵۴
تحریریں ۲۴ اُردو مثنوی شمالی ہند میں ۶۱
لسانی مطالعے ۷۳، تفسیرِ غالب ۷۲۔ رموزِ
غالب ۷۶ اور تجزیے ۷۳، حقائق ۱۹۷۸ء
ذکر و فکر ۱۹۸۱ء
پتہ: شعبہ اُردو حیدرآباد یونیورسٹی۔ حیدرآباد

مالک رام

نام: مالک رام لوبھیہ
پیدائش: ۲۲ دسمبر ۱۹۰۲ پھالیا۔ ضلع گجرات
(پاکستان)



تعلیم: ایم اے تاریخ (۱۹۳۰ء) ایل ایل بی (۱۹۳۲ء)

۳۵-۱۹۳۲ء آریہ گزٹ کے ایڈیٹر
۳۶-۱۹۳۲ء میں 'نیرنگِ خیال' کی ادارت
بھی کی۔ ۱۹۳۵ء میں حکومتِ ہند کے محکمہ
کامرس میں سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے۔
۱۹۴۷ میں منسٹری خارجہ میں انڈر سکریٹری
کئی برس تک مصر میں تعینات رہے۔
۵۶ میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے
اور ساہتیہ اکاڈمی میں ایڈیٹر مقرر
ہوئے۔ ۱۹۶۷ میں سہ ماہی ہمعصر
تحریر کا اجرا اور تذکرہ معاصرین پر
ساہتیہ اکاڈمی ایوارڈ ملا۔
مطبوعات: ذکرِ غالب، تلامذۂ غالب
فسانۂ غالب، عورت اور اسلامی تعلیم،
وہ صورتیں الٰہی، تذکرہ معاصرین (چار
جلدیں) وغیرہ۔
پتہ سی ۵۰۴ ڈیفنس کالونی، نئی دہلی

مجتبیٰ حسین

پیدائش۔ ۱۵ر جولائی ۱۹۳۶ء گلبرگہ
تعلیم۔ بی اے ۵۶ (عثمانیہ یونیورسٹی)
۱۹۵۶ میں روزنامہ "سیاست"



حیدرآباد سے وابستہ ہوئے۔ آج کل
نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ
ٹریننگ نئی دہلی میں اُردو کے ایڈیٹر ہیں۔
مطبوعات: قطع کلام ۶۱، قصہ مختصر
۷۲، بہرحال ۷۴، آدمی نامہ ۸۱، بالآخر ۸۲
جاپان چلو جاپان چلو ۸۳۔
پتہ: این سی آر ٹی، نئی دہلی

مجروح سلطان پوری

نام۔ اسرار احمد خاں
پیدائش: ۱۹۱۹ نظام آباد۔ اعظم گڑھ
تعلیم: ۱۹۳۰ میں درس نظامیہ کے لیے
ٹانڈہ ضلع فیض آباد گئے۔ مگر نہ کر پائے
الٰہ آباد یونیورسٹی سے مولوی عالم کا
امتحان پاس کیا ۱۹۳۸ میں لکھنؤ سے عربی
میں طب کا امتحان پاس کرنے کے بعد
چند ماہ سلطان پور میں مطب کیا۔
۱۹۴۱ء میں جگر مرادآبادی کے



سے رابطہ میں آئے۔ ۱۹۴۵ء میں ایک مشاعرے
میں بمبئی گئے اور فلمی دنیا سے وابستہ
ہو گئے۔ ۱۹۴۷ء میں انجمن ترقی پسند تحریک

کے رکن بن گئے۔ اور کچھ عرصہ جیل میں بھی رہے۔
مطبوعات: اسلوب غزل ۵۲ (شعری مجموعہ)
پتہ: ۶ چناٹ کالونی، جوہو روڈ۔ بمبئی

محسن زیدی

نام: سید محسن رضا زیدی
پیدائش: ۱۰ر جولائی ۱۹۲۵ء بہرائچ
تعلیم: ایم اے معاشیات (لکھنؤ یونیورسٹی ۵۶)
پیشہ: سرکاری ملازمت میں انڈین



اکنامک سروس۔
مطبوعات: شعری مجموعے ۱ شہر دل، رشتۂ کلام۔
پتہ: ۲۶۴ سیکٹر ۴ آر کے پورم نئی دہلی

محمد حسن

پیدائش: ۱۹۲۰ء مراد آباد
تعلیم: ایم اے پی ایچ ڈی (لکھنؤ) دہلی یونیورسٹی میں ریڈر رہے آج



کل جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں صدر شعبۂ اردو ہیں۔
مطبوعات: ادبی تنقید ۵۴ پیسہ اور پرچھائیاں ۵۵ (ڈرامے) ہندی ادب کی تاریخ ۵۵۔ جلال لکھنوی ۱۹۵۶ء رفیں زنجیریں ۵۶ (ناولٹ) فردوس بریں۔ مطالعہ سودا، شناسا چہرے۔ جدید اردو ادب، کہرے کا چاند (ڈرامے) ادبی سماجیات، معاصر ادب کے پیش رو، عرض ہنر، نفسیاتی راویتے۔
پتہ ڈی ، ماڈل ٹاؤن دہلی ۱۱۰۰۰۹

محمد حسنین

پیدائش: ۱۲ر اکتوبر ۱۹۲۰ء پٹنہ بہار
تعلیم: ایم اے اردو ۱۹۴۶ (پٹنہ یونیورسٹی) پی ایچ ڈی اردو ۱۹۵۶ء (بہار یونیورسٹی)
۶۸ - ۱۹۴۰ مظفر پور گیا اور اورنگ آباد میں لیکچرر ۶۸ سے مگدھ یونیورسٹی ہیں۔
مطبوعات: بہار کے نو چراغ ۱۹۵۲ نمو و درمیتی ۸۰ نشاط خاطر ۷۶ صنف

انشائیے ۵۸ مرزا محمد علی فدوی ۸۴ ۵
حیات کلیم ۷۶ فنون کا نفسیاتی مطالعہ

پتہ: صدر پوسٹ گریجویٹ شعبہ اردو
مگدھ یونیورسٹی بودھ گیا (بہار)



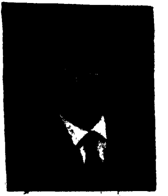
مخمور سعیدی

نام: سلطان محمد خاں
پیدائش: ۳۱ دسمبر ۱۹۳۵ء، ٹونک
تعلیم: میٹرک، ادیب، ادیب ماہر، منشی۔
شعلہ و شبنم، تحریک، گلفشاں، نگار اور فلمی ستارے نامی رسائل سے وابستہ رہے۔
اب ایوان اُردو دہلی کے مدیر ہیں۔
مطبوعات: گفتنی ۷۰، سیاہ بر سفید ۷۶، آواز کا جسم ۷۲، سب رنگ۔ واحد متکلم ۷۹، آتے جاتے لمحوں کی صدا ۷۹۔ بانس کے جنگلوں سے گزرتی ہوا ۱۹۸۴ء (شعری مجموعے)
تراجم: تجدید جنوں (جلیس عابدی کے ساتھ) سوویت سفارت خانے میں (پریم گوپال متل کے ساتھ) ایک روسی سائنسداں کے تحریر کردہ (پریم گوپال متل کے ساتھ) سفر تمام ہوا (ناول) جاپانگر (بچوں کے لئے)
تالیفات: فضیلہ ۔۔۔ تقدیم ۔ ایک ادبی مباحثہ ۔۔۔ صاحب اختری ۔۔۔ ایک ۔۔۔ شعراء (ہم عصر شاعری کا انتخاب پریم گوپال متل کے ساتھ)

پتہ: بھاٹک تیلیان ترکمان گیٹ دہلی ۱۱۰۰۰۶

مرزا ادیب

نام: مرزا دلاور علی
پیدائش: ۴ اپریل ۱۹۱۴ء
تعلیم: بی۔ اے آنرز
اسلامیہ کالج سے بی اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد ۱۹۳۵ء میں مشہور ادبی ماہنامہ ادب لطیف لاہور کی ادارت سنبھالی ۱۹۴۰ء میں الگ ہو کر بمبئی چلے گئے اور وہاں ہفتہ وار مصور کی ادارت کے فرائض انجام دیتے رہے بعد ازاں آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۹۴۹ء میں پھر ادب لطیف کے ایڈیٹر بن گئے۔ ۷ سال تک مشہور اشاعتی ادارے فیروز سنز کے لئے کام کرتے رہے۔ ۔۔۔



ہوئے پر ریڈیو پاکستان سے وابستہ ہوگئے۔ پھر کتابوں پر آدم جی اور یونائیٹڈ بنک ایوارڈ، اور ڈرامے پر گریجویٹ ایوارڈ نیز ۱۹۸۱ میں صدارتی تمغۂ حسن کارکردگی ۱۹۸۱ حاصل کر چکے ہیں۔

مطبوعات:۔ صحرا نورد کے خطوط رومانی افسانے ۱۹۴۰ء
رومان (رومانی افسانے) ۱۹۴۲ء
الاؤ (مختصر افسانے) ۱۹۴۷ء
دیواریں (مختصر افسانے) جنگلی (مختصر افسانے) ۱۹۵۲ء، آنسو اور ستارے (ڈرامے) ۱۹۵۳ء، لہو اور قالین (ڈرامے) ۱۹۵۵ء، کمبل (مختصر افسانے) ۱۹۵۷ء ستون (ڈرامے) ۱۹۵۷ء نیا خط (رومانی افسانے) ۱۹۶۰ء فصیلِ شب (ڈرامے) ۱۹۶۱ء شیشے کی دیوار (ڈرامے) ۱۹۶۲ء پس پردہ (ڈرامے) ۱۹۶۸ء سلمیٰ جان اور ماموں جان (ڈرامے) ۱۹۶۸ء خاک نشین (ڈرامے) ۱۹۷۵ء شیشہ و سنگ (ڈرامے۔ آدم جی انعام یافتہ) ۱۹۷۹ء ناخن کا قرض (خاکہ نگاری) ۱۹۸۱ء ہمالہ کے اس پار (سفر نامہ) ۱۹۸۳ء۔ خوابوں کے مسافر (مضامین) پاکستان کو سلام (ڈرامے) ۱۹۸۴ء وغیرہ۔

پتہ:۔ لالہ صحرا، چوہان روڈ، کرشن نگر، لاہور

مرزا حامد بیگ

نام:۔ حامد حسین

پیدائش:۔ ۲۹۔ اگست ۱۹۴۹ء

تعلیم:۔ ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی

مطبوعات:۔ گمشدہ کلمات (افسانے) ۱۹۸۰ء افسانے کا پس منظر (تنقید) ۱۹۸۱ء، تیسری دنیا کا افسانہ (تنقید) ۱۹۸۲ء، تار پر چلنے والی عورت افسانے ناولٹ) ۱۹۸۳ء قصہ کہانی (چھاچھی افسانے) ۱۹۸۴ء، اُردو ادب اور صوفی ازم (تنقید و تحقیق) ۱۹۸۶ء۔ کتابیات



تراجم علمی کتب (کتابیات) ۱۹۸۶ - ترجمے کا
فن نظری مباحث (تحقیق) ۱۹۸۷ء - اُردو
سفرنامے کی مختصر تاریخ (تحقیق و تنقید)
۱۹۸۷ء - کتابیات تراجم ادب (تحقیق) ۱۹۸۷ء
مغرب سے نثری تراجم - تحقیق و تنقید ۱۹۸۸ء
الالیہ میں اُردو (تحقیق) ۱۹۸۹ء -
پتہ :- فلیٹ نمبر ۱۴ بلاک اے - ۲ گلی نمبر ۱۰
آئی ایٹ ون اسلام آباد (پاکستان)

مستنصر حسین تارڑ

پیدائش :- یکم مارچ ۱۹۳۹ء لاہور
تعلیم : انٹر، ٹیکسٹائل انجینئرنگ

مطبوعات :- خانہ بدوش، اندلس میں اجنبی،
نکلے تیری تلاش میں داستان (سفرنامے) پیار
کا پہلا شہر (ناول) سیاہ آنکھ میں تصویر (افسانے)
سورت (ٹیلی ویژن ڈرامے) پرواز (ٹیلی ویژن
ڈرامہ) چانن تے دریا (پنجابی ٹیلی ویژن سیریل)
کاروان سرائے (اخباری کالم طنز و مزاح)
پتہ :- کسان اینڈ کمپنی چیمبرلین روڈ لاہور (پاکستان)

مسرور جہاں

دیکھیے عالمی اُردو ادب ۸۸

مسعود حسین خان

پیدائش : ۲۸ جنوری ۱۹۱۹ء قائم گنج
تعلیم : ایم اے - پی ایچ ڈی - ڈی لٹ دہلی
علی گڑھ، اور پیرس کی یونیورسٹیوں میں
تعلیم پائی -
پیشہ : درس و تدریس ۴۵ - ۱۹۴۳ء علی گڑھ مسلم
یونیورسٹی میں لسانیات کے ریڈر - ۶۲ - ۵۳
پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی - ۷۳ - ۱۹۶۸ء وائس
چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ یونیورسٹی ۷۳ء -
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پروفیسر لسانیات
وزیٹنگ پروفیسر کشمیر یونیورسٹی ۸۴ء -
مطبوعات : تاریخ زبان ادب اُردو ۱۹۴۸ء اُردو



زبان و ادب - دو نیم ۱۹۶۵ء شعر و زبان ۶۶ء
انگریزی : فونیٹک فزالوجیکل اسٹڈی آف
دی اُردو ورڈز -
پتہ : مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (یوپی)

مسعود منوّر

نام : مسعود منوّر

پیدائش، ٣٠ مئی ١٩٤٩ء مقام، چنیوٹ
ضلع جھنگ، پنجاب
تعلیم، گریجویشن (پنجاب یونیورسٹی لاہور)
ڈپلوما تعلیم بالغان
پیشہ، تدریس، صحافت
مطبوعات، شعری مجموعے (١) دیومالا
(٢) سورج کی بشارت (٣) سدا سبز سرگم
(٤) قائد اعظم دی وار (پنجابی) (٥) لقمان (پنجابی)



(٦) متعدد تراجم جو کتابی صورت میں ہندوستان
اور ناروے میں شائع ہوئے
پتہ، سائرن ١٥-اے ٣٤٨١ تران بے ناروے

مشتاق مومن

نام، مشتاق صدیقی
پیدائش، یکم مارچ ١٩٤٦ء بھیونڈی مہاراشٹر
تعلیم، ایم۔ اے۔ بی۔ ایڈ
پیشہ، درس و تدریس، لکچرر بانددہ جونیئر کالج
آف سائنس و کامرس بمبئی۔
مطبوعات، رت جگوں کا زوال (افسانے)
انمول تحفہ (بچوں کی کہانی)
پتہ، ١٩/٢٩٨ مہر چھینشن سیکنڈ فلور، شاستری نگر
بمبئی

مطر ہوشیارپوری

دیکھئے عالمی اُردو ادب ٨٨

مظفر حنفی

دیکھئے عالمی اُردو ادب ٨٨

مظہر امام

پیدائش۔ ٥ مارچ ١٩٣٠ء دربھنگہ (بہار)
تعلیم، ایم اے اُردو (مگدھ یونیورسٹی) ایم اے فارسی
(بہار یونیورسٹی)
مارچ ١٩٨٨ء میں ڈائرکٹر دوردرشن سری نگر
کے عہدے سے سبکدوش
مطبوعات، زخم تمنا ١٩٦٢ (شاعری)
رشتہ گونگے سفر کا ١٩٧٤ء (شاعری)



آتی جاتی لہریں ۱۹۷۹ء (تنقید)
پچھلے موسم کا پھول ۸۸

پتہ: ۷ پرتاپ پارک فلیٹس، ریذیڈنسی
روڈ سری نگر (جموں و کشمیر)

ملک زادہ منظور احمد

پیدائش: ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۹ء فیض آباد
تعلیم: ایم اے انگریزی۔ ایم اے تاریخ
ایم اے پی ایچ ڈی (اردو)
پیشہ: درس و تدریس۔



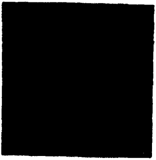
مطبوعات: اردو کا مسئلہ، کالج گرل، شہر سخن
مولانا ابو الکلام آزاد فکر و فن۔
پتہ: ریڈر شعبہ اردو۔ لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ

ممتاز مرزا

دیکھئے عالمی اردو ادب ۸۸

ممتاز مفتی

نام: مفتی ممتاز حسین



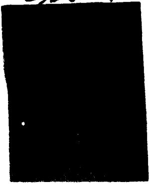
پیدائش: ۱۲ ستمبر ۱۹۰۵ء
وطن: بٹالہ ضلع گورداسپور
تعلیم: بی۔ اے۔ ایس، اے۔ وی
پیشہ: سرکاری ملازمت سے سبکدوش۔
بارہ سال مدرس سینیر انگریزی استاد محکمہ
تعلیم پنجاب ۱۵ سال
مطبوعات: چپ، روغن پتلے، ان کہی
(افسانے)
ناول: علی پور کا ایلی (ناول) غبارے
(مضامین) پیاز کے چھلکے (شخصیتیں) کسک
سفر نامہ حج، کیسے کیسے لوگ (خاکے)
پتہ: مکان نمبر ۲۲۲ گلی ۳۲ ایف ۱/۷ اسلام آباد
(پاکستان)

منشاالرحمن منشا

دیکھئے عالمی اردو ادب ۸۸

منشا یاد

نام:- محمد منشا یاد
پیدائش ۵ستمبر ۱۹۳۷ء شیخوپورہ (پاکستان)
تعلیم: ایم اے (اردو) ایم اے (پنجابی)
ڈپلوما سول انجینئرنگ



ملازمت: ڈپٹی ڈائریکٹر دارالحکومت کا ترقیاتی ادارہ۔ اسلام آباد

تصنیفات:

بند مٹھی میں جگنو	(اردو افسانے)
ماس اور مٹی	(اردو افسانے)
خلا اندر خلا	(اردو افسانے)
وگدا پانی	(پنجابی افسانے)
...قت سمندر	(اردو افسانے)

...لیفات:

۱۹۷ء کے شاہکار افسانے
۱۹۸۰-۱۹۷۹ء کے منتخب افسانے
۱۹۸۱ء کے منتخب افسانے
۱۹۸۳-۸۴ء کے منتخب افسانے
۱۹۸۵-۸۶ء کے منتخب افسانے

پتہ: ۳۶۳-اسی-سٹریٹ ۵۷
جی ۶/۱ اسلام آباد ...۴۴ (پاکستان)

منموہن تلخ

دیکھئے عالمی اردو ادب ۸۸

منیر احمد شیخ

نام:- منیر احمد
پیدائش:- ۲۲ مئی گوجرانوالہ
تعلیم:- ایم۔ اے
پیشہ:- سرکاری ملازمت
مطبوعات:- لمحے کی بات (افسانے) سوچ کے پہلو (مضامین)
پتہ: ڈائریکٹر جنرل ریسرچ اینڈ ریفرنس وزارت اطلاعات و نشریات اسلام آباد (پاکستان)

مہدی پرتاپ گڈھی

دیکھئے عالمی اردو ادب ۸۸

میکش اکبرآبادی

دیکھئے عالمی اردو ادب ۸۸

نثار احمد فاروقی

پیدائش: ۲۹ر جون ۱۹۳۴
تعلیم: ایم اے (عربی ادبیات دہلی یونیورسٹی) پی ایچ ڈی ،،



مطبوعات: دید و دریافت ۱۹۶۴ء میر کی آپ بیتی ۵۷، تلاشِ میر ۷۴، تلاشِ غالب ۶۹ ——— تاریخ طبری کے ماخذ کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ۔
پتہ: ۸۲۷ بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر، نئی دہلی

ندا فاضلی

پیدائش: ۱۲ر اکتوبر ۱۹۳۸۔ دہلی
تعلیم: ایم اے (انگریزی)



بچپن گوالیار میں گزرا۔ ۱۹۶۵ میں خاندان کے افراد پاکستان ہجرت کر گئے اور وہ گوالیار سے بمبئی چلے گئے۔
مطبوعات: لفظوں کا پل (شعری مجموعہ) مور ناچ (شعری مجموعہ) اور ملاقاتیں۔
پتہ: ڈانڈے پارا۔ کھار ویسٹ بمبئی ۵۲

نذیر احمد

پیدائش: ۳ر جنوری ۱۹۱۵ء گونڈہ
تعلیم: ایم اے پی ایچ ڈی۔ لکھنؤ اور تہران یونیورسٹی میں تعلیم پائی۔
ایڈیٹر غالب نامہ
مطبوعات: ظہوری ۱۹۵۳ء (سوانح) تحقیقی مطالعہ ۵۴۔ کتاب نورس ۱۹۵۶ (موسیقی)
پتہ: ایوان غالب۔ ماتا سندری روڈ، نئی دہلی

(ڈاکٹر) نرلیش

پیدائش: مالیر کوٹلہ
تعلیم: ایم اے (ہندی) ایم اے (اردو) پی ایچ ڈی (پنجاب یونیورسٹی)



پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ ہندی سے وابستہ، دس برس تک ماہنامہ نرجرت سے وابستہ رہے۔ ساہر کو ملتے شائع جریدہ جاری کیا۔

مطبوعات: تشنۂ لب خوشبو کا سفر، نظم زدہ ۱۹۸۱ (شعری مجموعہ) بازگشت ۱۹۷۵۔ ادب کے پرکھ (تنقید) منددلنہ سے پاٹھروں کا لمس، (افسانے) امتی ۱۹۷۷ (نامل ہندی) تذکرہ شعرائے چنڈی گڑھ۔ پتھروں کا شہر (۱۹۸۶ء)

پتہ: شعبہ ہندی پنجاب یونیورسٹی ایوننگ کالج (چنڈی گڑھ)

نشتر خانقاہی

نام: سید ابرار حسین

پیدائش: فروری ۱۹۳۱۔ جہاں آباد ضلع بجنور (اترپردیش)

اوائل عمری میں بمبئی چلے گئے۔ اور صحافت کا پیشہ اپنایا۔ پھر دہلی آگئے اور کئی رسائل سے وابستہ رہے۔

مطبوعات: دستہ بن (شعری مجموعہ)



میرے ہونے کی آگ۔

پتہ: بھاٹن۔ بجنور ۲۴۶۷۰۱ (یوپی)

نند کشور وکرم

پیدائش: ۱۷ ستمبر ۱۹۲۹ء۔ راولپنڈی اسلام آباد (پاکستان)

تعلیم: ایم اے فارسی (پنجاب یونیورسٹی) ۵۸۔ ایم اے اردو (دہلی یونیورسٹی) ۶۶ء ۱۹۵۳-۵۴ء میں نئی کہانی کانپور کی ادارت، ۱۹۵۵ء میں سرکاری ملازمت



اختیار کی ۷۰-۱۹۶۴ء نائب مدیر آج کل نئی دہلی۔

۱۹۶۱ء میں ناول "یادوں کے کھنڈر" ہندی میں اور ۱۹۸۱ میں اردو میں شائع ہوا۔ "غالب حیات و شاعری" ۱۹۷۵ء کو "ایوارڈ دیری" اور "سفینۂ انقلاب" پر حکومت ہند سے ایک ایک ہزار روپے کے انعامات ملے۔

یادوں کے کھنڈر پر اُترپردیش اُردو اکادمی
اور مغربی بنگال اُردو اکادمی سے انعامات۔
۳۰ ستمبر ۱۹۸۷ء کو پریس انفارمیشن بیورو
سے اسسٹنٹ انفارمیشن آفیسر کے عہدے
سے سبکدوش ہوئے۔
۱۹۶۱ء یادوں کے کھنڈر (ہندی میں ناول)
۱۹۶۹ء کواپریٹو ڈیری
۱۹۷۰ء غالب۔ حیات و شاعری
۱۹۷۱ء گرو داد (شرت چندر کے ناول کا ترجمہ)
۱۹۷۳ء سفید انقلاب (انعام یافتہ مسودہ شائع نہیں ہوا)
۱۹۷۷ء رنگ برنگے پھول (اشتراک سے)
۱۹۷۹ء پہیلیاں (اشتراک سے)
۱۹۸۱ء یادوں کے کھنڈر (ناول)
۱۹۸۲ء محمد حسین آزاد
۱۹۸۳ء منتخب افسانے ۸۲ء
۱۹۸۳ء اُردو ۱۹۸۳ء
۱۹۸۴ء لوک پہیلیاں (ہندی)
۱۹۸۵ء عالمی اُردو ادب کی شروعات
۱۹۸۶ء منتخب افسانے ۸۵-۱۹۸۴
۱۹۸۸ء منتخب افسانے ۸۷-۱۹۸۶
۱۹۸۹ء منتخب افسانے ۱۹۸۸ء
پتہ: جے-۴ کرشن نگر دلی ۱۱۰۰۵۱ (بھارت)

نورالحسن ہاشمی

دیکھیے عالمی اردو ادب ۸۸

واجدہ تبسم

پیدائش ۱۶ اراگست ۱۹۳۵ء



تعلیم: ایم اے
مطبوعات: شہر ممنوع، آیا بسنت سکھی،
تہمت اترائی، تہمت کا زخم، تہمت کا بوجھ، تہمت کا غرور
اُترن، کیسے سمجھاؤں، روزی کا سوال،
پھول کھلنے دو، زخم دل اور مہک، جیسے
دریا، مولسری کی چھاؤں، چشم خون فشاں
(ناول) ساتواں پھیرا۔
پتہ: ریلوے بلاک ۱۳۱ فلیٹ نمبر ۱
سانتا کروز ویسٹ بمبئی ۵۴

وامق جونپوری

نام: احمد مجتبیٰ تخلص وامق
پیدائش: ۲۳ فروری ۱۹۱۰ء کجگاؤں ضلع
جونپور (یو پی)
تعلیم: بی اے ایل ایل بی



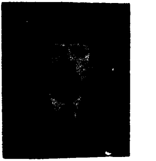
مطبوعات: پچھنیں ۱۹۴۸ء، جرس ۱۹۵۰ء،
شب چراغ ۱۹۷۸ء
پتہ: لال کوٹھی ڈاکخانہ رگھا ڈاں ضلع گورکھپور
یوپی

وحید اختر

پیدائش: ۱۲؍اگست ۱۹۳۵ء
تعلیم: ایم۔ اے فلسفہ، پی۔ ایچ۔ ڈی ۱۹۶۰ء
(جامعہ عثمانیہ)
۵۸-۱۹۵۲ء ترقی پسند تحریک
سے وابستہ رہے۔ ۱۹۶۰ء میں علی گڑھ یونیورسٹی
میں لیکچرر ہوئے۔ ان دنوں شعبہ فلاسفی میں
ریڈر ہیں۔
مطبوعات: خواجہ میر درد (تحقیق) زنجیر
شب (مجموعہ کلام)
پتہ: شعبہ فلاسفی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

وزیر آغا

پیدائش: ۱۹۲۲ء وزیر کوٹ سرگودھا
(پاکستان)
تعلیم: گورنمنٹ ہائی اسکول سے میٹرک
اور انٹرمیڈیٹ کالج جھنگ سے ایف۔ اے
کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل
ہوئے اور ۱۹۵۶ء میں اپنے مقالے اُردو میں
طنز و مزاح پر پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ
کی ڈگری حاصل کی۔
ادبی زندگی کا آغاز لگ بھگ ۱۹۴۵ء میں
ہوا مگر ابتدا میں نصرت آرا نصرت کے نام
سے نظمیں اور نصیر آغا کے نام سے مضامین
لکھتے رہے۔ ۱۹۴۹ء میں اپنے نام سے نظمیں اور
مضامین لکھنے لگے۔
مطبوعات: اُردو ادب میں طنز و مزاح،
مسرت کی تلاش، اُردو شاعری کا مزاج،
چوری سے یاری تک (افسانے) تنقید اور
احتساب، تخلیقی عمل، نظم جدید کی کروٹیں



صورت عشق، نئے تناظر، نظم جدید کی کروٹیں، شام اصانے، دن کا زرد پہاڑ، شام کی منڈیر سے

پتہ: ۵۵ سول لائنز سرگودھا پاکستان

ھرچرن چاولہ

پیدائش: ۳ر نومبر ۱۹۲۵ء داود خیل میاں والی (پاکستان)

تعلیم: گریجویٹ (پنجاب یونیورسٹی)

تقسیم ملک کے بعد ہندوستان چلے آئے۔ اور محکمہ ریلوے میں سروس کے بعد فروری ۷۵ء میں اوسلو ناروے چلے گئے اور وہاں ڈنک بالسکے لائبریری میں بحیثیت صلاح کار ملازمت کرلی۔

مطبوعات: دریندے، ۷۶ء چراغ کے زخم (ناول) عکس آئینے کے ۷۵، ریت سمندر اور جھاگ (افسانوں کے مجموعے) ننھی جل پری (ڈنمارک کے مشہور ادیب ایچ سی اینڈرسن کی طویل کہانی کا بچوں کے لیے ترجمہ ۸۰) دی بردکن ہورینزن

پتہ: ۵۰. ۱۰ اے ہنڈل فیرٹ اوسلو، ناروے

ھمت رائے شرما



پیدائش: ۲۳ر فروری ۱۹۱۱ء نارووال ضلع سیالکوٹ (پاکستان)

پیشہ: آرٹ ڈائریکٹر گیت کار، مصنف۔

مطبوعات: ہندو مسلمان (افسانوں کا مجموعہ) نکات زبان دانی (تنقید) شہاب ثاقب (شعری مجموعہ)

پتہ: فلیٹ نمبر ۲ سی زون کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی بلڈنگ ۲۶ کیڈل روڈ بمبئی ۱۶

ھنسراج رھبر

نام: ہنسراج تخلص رہبر

پیدائش: ۹ر مارچ ۱۹۱۳ ہرپا ڈسنگراں پٹیالہ (پنجاب)

تعلیم: ایم اے تاریخ ۴۲ (پنجاب یونیورسٹی)



مطبوعات: نیا افق، ۴۲ (افسانے) ہم لوگ (افسانے) اب اور تب (افسانے) پریم چند ۵۱۔ ترقی پسند ادب ایک جائزہ غالب حقیقت کے آئینے میں (تحقیق) بیڈ گراؤنڈ ۵۳ء (ناول) کنکر ۵۲ (ناول) بھگت سنگھ ۵۸ (ناول) ترقی پسند ادب،

پتہ: ایس ۱۶ نوین شاہدرہ دہلی ۱۱۰۰۳۲

غیر ممالک میں اردو سے متعلق ادارے

آبو بہ اگریسو بک شاپ ۳ رووانگ پان اسٹریٹ پوسٹ باکس ۱۷۲۱ جوس (نائجیریا)

آکسفورڈ یونیورسٹی پریس اراٹ کلو عدیس ابابا (ایتھوپیا)

آل کو بک ایجنسی پرائیویٹ لمیٹڈ پرودنٹا ہاؤس ۳۳۲ ویسٹ اسٹریٹ ڈربن ایم (جنوبی افریقہ)

اکوسیٹ اینڈ وکیل انٹرنیشنل بک سیلرز کاملا بروڈاشن ۲۶ پوسٹ باکس ۵/۲۶/۱۱۱-۱۰ اسٹاک ہام (سویڈن)

ابن ہانی بک شاپ ۴/۸ الفوریٹ اسٹریٹ دمشق (سیریا)

اپولو بک کمپنی ۲۷-۳۳ کمبرلے روڈ کولون (ہانگ کانگ)

ارس پولانا پرکے ۷ کرکودسکی پرمیسکیو ۶۸...وارسوا (پولینڈ)

اسلامک بک سروس ۱۰-۹۰۰ ڈبلیو واشنگٹن اسٹریٹ انڈیاناپولس ان ۴۶۲۳۱ (امریکہ)

اسلامک بک سنٹر یوکے اسلامک مشن ۱۴۸ الوریول روڈ لندن۔ این آئی۔ (برطانیہ)

اسلامک بک سنٹر ام مدرسہ آرکیڈ ڈربن ٹرانسوال (جنوبی افریقہ)

اسلامک بک فاؤنڈیشن ۹ ہال فیلڈ روڈ بریڈفورڈ بی ڈی آئی ۳ ٹی پی (برطانیہ)

اسلامک پبلیکشنز بیورو ۱۳۶-اے ۱-سولو روڈ پوسٹ باکس ۳۸۸۱ مشفن لاگوس (نائجیریا)

اسلامک سرکل ۱۱-بوربون اسٹریٹ پورٹ لوئس (ماریشس)

اسلامک سوسائٹی آف ماریشس پوسٹ باکس ۱۰۱۵ پورٹ لوئیس (ماریشس)

اشیم خان گیبل اسٹریٹ ۴ اے ۵۶۳۰ ریمس چیڈ (مغربی جرمنی)

افریقہ بک سروس لمیٹڈ قرآن ہاؤس معان گالو اسٹریٹ پوسٹ باکس ۴۵۲۲۵ نیروبی (کینیا)

اردو مرکز ۷۸ سیک ویلے اسٹریٹ پکاڈلی، لندن (برطانیہ)

اقراء ایجنسی پوسٹ باکس ۲۷۰۴۲ ارسمیا ۰۰۲۳ (جنوبی افریقہ)

اکیڈمی بکس پوسٹ باکس ۹۸۱۸۲ کولون (ہانگ کانگ)

ال الامیہ بک شاپ مدینہ منورہ (سعودی عرب)

الفت ٹریڈرز پوسٹ آفس باکس ۷۰۴ ابو دوبئی (متحدہ عرب امارات)

المکتبۃ السلفیہ مدینہ منورہ (سعودی عرب)

الہلال بک شاپ پوسٹ باکس ۲۲۴ بحرین (اے جی)

امریکن اسلامک بک اسٹور ۲۳۴۰ ایوینین اسٹریٹ بروکلین این وائی ۱۱۲۲۵ (امریکہ)

انجمن سنی الجماعت جامع مسجد، ۲ کوئین اسٹریٹ پورٹ آف اسپین (ویسٹ انڈیز)

انڈیا آفس لائبریری اینڈ ریکارڈز آربٹ ہاؤس ۱۹۷ بلیک فرائیرس روڈ لندن (برطانیہ)

انڈیا بک سنٹر ۷۲ ٹائی تھرٹن روڈ فنسل پارک، لندن این - ۱۹-۴۷ اے (برطانیہ)

انڈین ایسوسی ایشنز گاندھی ہال آک لینڈ (نیوزی لینڈ)

انٹرکانٹی نینٹل بک شاپ پوسٹ آفس باکس ۴۷۱ دوبئی (متحدہ عرب امارات)

انٹرنیشنل بک سروس ۳۴۴ جالان ۱۴/۴۸ پیٹالنگ جیا سیلانگور (ملائشیا)

انٹرنیشنل بک سنٹر پرائیویٹ لمیٹڈ کملاچی کاٹھمنڈو (نیپال)

انٹرنیشنل بک شاپ ۲۴ ٹرک سان فرانسکو (امریکہ)

انٹرنیشنل پبلشرز ایسوسی ایشن بی۔ ایونیو ڈے مومنٹ ۲۰۔۱۲ جنیوا (سوئٹزرلینڈ)

انٹرنیشنل حنفی اسلامک مشن ۵۷ نیونارتھ روڈ ہڈرز فیلڈ (برطانیہ)

انسا بک شاپ پوسٹ آفس باکس ۷۰۰ لوساکا (زامبیا)

انسٹی ٹیوٹ آف انڈین فلالوجی یکھی سرگیڈ ۲ کوپن ہیگن (ڈنمارک)

انسٹی ٹیوٹ پرائیویٹ لمیٹڈ ۳ کولین اسٹریٹ سنگاپور ۔ ۰۱۷

انسٹی ٹیوٹ تار بالکن اسٹڈیز ۴۵ تزمسکی اسٹریٹ تھیسالونیکی (یونان)

انصاری بک ۱۰۸-۱۰۶ آرمر اسٹریٹ کولمبو ۱۲ (سری لنکا)

اورینٹلا بک شاپ ۹۱۰ فورتھ ایونیو نیو یارک ۱۰۰۰۳ (امریکہ)

اوقاف بک شاپ کمپنی لمیٹڈ پوسٹ باکس ۸۲۴۷ جدہ (سعودی عرب)

ایڈو مرکز اسلامیات بی ڈی ۴۷ سی سی اے انقرہ (ترکی)

ایچ او آدم اینڈ سنز پوسٹ باکس ۹۸۰۰۸ ممباسہ (مشرقی افریقہ)
ایران بک کمپنی لمیٹڈ پوسٹ باکس ۱۴/۳۲ ۱۵ نادر شاہ روڈ یو ای نمبر ۱۴ تہران (ایران)
ایسٹ ویسٹ بک شاپ ۱۱۰۷ ای ایل کامینو روڈ مینلو پارک کیلیفورنیا ۹۴۰۲۵ (امریکہ)
ایشیا بک کمپنی لمیٹڈ ۱۴۲ سکمو ویر بنکاک (تھائی لینڈ)
ایشین بک سینٹر ۲۴ سینڈیکا اسکوئر نیا ٹاؤن پیٹالنگ جیا (ملائشیا)
ایفرو ایشین بک سروس سیدیو کوباشی پوسٹ باکس ۱۳ ایکو بوقشی سیتما ۳۴۳۱۴ (جاپان)
ایشین بک شاپ ۵۴ گرافٹن وے ٹیشم کورٹ روڈ، لندن ڈبلیو-۱ (برطانیہ)
ایل ناظم خان پوسٹ باکس ۴۴۲ نوسوری ریوا (فجی آئی لینڈ)
ایم ابراہیم خان پوسٹ باکس ۴۴ ڈرو ماسی پوسٹ آفس تاودیو فجی آئی لینڈ) -
ایم ایچ ایم لوکہاٹ اینڈ سنز پوسٹ باکس ۷۱ ۲۴ ڈیس فورجس، سٹریٹ پورٹ لوئیس (ماریشس)
ایم ایم علی اینڈ کو پوسٹ باکس ۲۴۱/۱۸ جیہا سار بیسار مارکیٹ کوالالمپور ۰۱-۲۳ (ملائشیا)
ایم ایم مالاباری پوسٹ باکس ۴۴۸۷ جدہ (سعودی عرب)
ایم بن احمد اینڈ کمپنی ۹۳ سگلے روڈ پوسٹ باکس ۱۲۴۹ کولمبو (سری لنکا)
بک اسٹال ۵۵ تھرڈ ایونیو پارک لانڈا (کینیا)
بک انٹرنیشنل ۱۴۷- اے بلاک ۳ کوئین روڈ سنگاپور-۱۰
بکس فرام انڈیا لمیٹڈ ۴۴ کاہنگ اسٹریٹ لندن ڈبلیو ایس-۱ (برطانیہ)
بنکاک انسٹی ٹیوٹ آف فارن لینگویجز بنکاک (تھائی لینڈ)
بولی ورہ بک شاپ پوسٹ آفس باکس ۴۱۳ کنگسٹن ۱۰۔ جمائیکا ڈبلیو-۱ (ویسٹ انڈیز)
بھارت کلچرل لاج ۱۳۶/۱ اشری پھونگ روڈ بنکاک (تھائی لینڈ)
بھراترا کاریہ اکسرا، المدادا ہالی ۵/۱۱ کواسان انڈسٹری پلوگاڈنگ جکارتا (انڈونیشیا)
پارکر اینڈ سنز ۲۷ براڈ اسٹریٹ آکسفورڈ (برطانیہ)
پبلک لائبریری بورڈ پوسٹ آفس باکس ۴۲۴۶ کمپالا (یوگانڈا)
پٹنہ بک اسٹور بھوتاہتی کاٹھمنڈو (نیپال)
پستکا عالم المعارف کے ایچ ایم منصور اینڈ سی ڈی جکارتا (انڈونیشیا)
پیٹر لیمروز او ینڈ اسپورٹا ڈی اینجل-۹ بارسلونا (اسپین)

پیدرنیکو لیبر یاس سان پلازہ سن فرانسیسکو ۔ ۱۷ ۔ ۴۰۱ ... ۵ ذیکس گوزالو لیسس (اسپین)
تاج جنرل اسٹورز پوسٹ باکس ۱۰۲۳ جدہ (سعودی عرب)
تاج کمپنی بک سیلرز ۱۳۵ پرنس ایڈورڈ اسٹریٹ ڈربن، نٹال (جنوبی افریقہ)
ٹال ورتھ کارنر ۱۴۸ براڈوے سربی ٹن نٹال ورتھ سورے کے ٹی ۶ ۔ ۷ جے ڈی (برطانیہ)
ٹریڈ کارپوریشن نمبر ۵۰/۹ ۔ ۵۵۲ مرچنٹ اسٹریٹ رنگون (برما)
جیلی بک اسٹور ۹۷ جالان تنکو عبد الرحمن پوسٹ ۴۲۹ کوالالمپور (ملائشیا)
جنرل بک سیلرز پوسٹ باکس ۸۷ ۱۲ دار السلام (تنزانیہ)
جوس لیوس بیلانگ گونزالیز ایونیو ۳ پونی اینٹے نم ۲۰۷ پیوب لا پیو (میکسکو)
جی ایم بھیانی اینڈ سنز ازکیرا اسٹریٹ پوسٹ باکس ۸۵۴ دار السلام (تنزانیہ) مشرقی افریقہ
جیکنسن ایجوکیشنل پبلیکیشنز ۱۸ کمرشل ایونیو یابا لاگوس (نائجیریا)
چائنا بک سروس پوسٹ باکس ۲۴۲۲ بیجنگ (چین)
چائنا پبلیکیشنز سینٹر پوسٹ باکس ۳۹۹ بیجنگ (چین)
حسن محورسا اینڈ اولاد پوسٹ باکس ۸۸ ڈائر داوا (ایتھوپیا)
خان انٹرپرائزز ۷۴ ہائی اینڈ ہڈ فیلڈ سٹریٹ جارج ٹاؤن ڈیمرارا گیانا (جنوبی امریکہ)
خانز اسلامک سپلائرز ۰۱ ۔ ۵۷ تھارن کلف ٹورنٹو (کناڈا)
دار الکتب پوسٹ باکس ۷۴ ۲۲ جدہ (سعودی عرب)
رشید سیلز کمپنی ۱۹۱ اٹلانٹک ایونیو بروکلین این وائی ۱۱۲۰۱ (امریکہ)
رفیع الدین پوسٹ باکس ۷۴ دوحہ قطر (قطر)
ریویوز اسلامک ایشیٹ کونسل ۱۸ نائجر اسٹریٹ پورٹ ہرکورٹ ریورز اسٹیٹ (نائجیریا)
ریڈیکس ٹریڈنگ کمپنی ۶ ۔ ۸ ہال فیلڈ روڈ ہیری فورڈ، ویسٹ پارکس (برطانیہ)
ساؤتھ ایشیا بکس پوسٹ باکس ۵۲۰ کولمبیا ایم او ۵۲۰۰ ۔ ۶ (امریکہ)
ساؤتھ پیسفک بکس پوسٹ باکس ۳۳ ۲۵۴۴ آک لینڈ (نیوزی لینڈ)
سروک پوسٹ باکس ۹۱۵ قاہرہ (مصر)
سی ای فرٹزر بک سیلر فوڈی کورٹ سٹاک ہام (سویڈن)
سنگاپور بک اسٹور ۱۸۳ پراس باسا روڈ (سنگاپور)

شارجہ بک شاپ المریجا اسکوئر شارجہ دوبئی (متحدہ عرب امارات)
شنگھائی فارن لینگویجز بک شاپ پوسٹ باکس ۲۲۲ شنگھائی (چین)
شعبہ اُردو (فارن لینگویجز پبلیکیشنز) بائی وان چوانگ روڈ بیجنگ ۳۷ (چین)
عربین ایجنسی (مکتبہ الجدید) پوسٹ باکس ۵۲ (بحرین)
عثمانی اینڈ کمپنی ۳۱ اسٹیشن روڈ میمن سنگھ (بنگلہ دیش)
علی بن صدیقی اینڈ سنز پوسٹ باکس ۴۰۰۰ (مسقط)
فار ایسٹ بک کمپنی پوسٹ باکس ۲۹۸۴ جنرل پوسٹ آفس (ہانگ کانگ)
فار ایسٹرن بک سیلرز کانڈا پوسٹ باکس ۷۲ ٹوکیو (جاپان)
فیملی بک شاپ پوسٹ باکس ۱ بحرین (اے جی)
فیملی بک شاپ پوسٹ باکس ۵۷۶۹ دوہا (قطر)
فین کتابو وی ازمیر کیڈ ازمیر اپارٹمنٹس ۳/۱۶ کزیلے انقرہ (ترکی)
قاضی امپورٹس ۱۴۴۷ این ویلز اسٹریٹ ۱۱۱-۳۴ ۶۰۶۱۰ (امریکہ)
کابلو انٹرپرائز ۱/۲۳ باسو پاڑہ کراس لین کھلنا (بنگلہ دیش)
کاظم گلف ٹریڈرز بک شاپ پوسٹ آفس باکس ۱۱۶۹۰ الفاہدی اسٹریٹ دوبئی (متحدہ عرب امارات)
کتابستان ۹ مدرسہ آرکیڈ ڈربن ٹرانسوال (جنوبی افریقہ)
کذارہ کمپنی ۲۸۷ نارتھ برج روڈ سنگاپور ۷
کرٹ شا ایلی اینڈ کو ہابن ہو فوٹریس ۷/ ۸۰۲۱ زیورک (سوئٹزرلینڈ)
کریسنٹ نیوز ایجنسی ۱۱- سی ہٹن لین پینانگ (ملائشیا)
کلچرل سروس بک شاپ بنکاک
کیپر یکو بک اسٹور بکٹ تماہ روڈ سنگاپور ۱۰
کواپیٹو بک شاپ لمیٹڈ کوالالمپور (ملائشیا)
کولون مالک اینڈ اسلامک سینٹر ۱۰۵ نا تھام روڈ کولون (ہانگ کانگ)
کویت ٹریڈرز پوسٹ باکس ۲۰۲۱۰ کویت
گلاسٹین ایسوسی ایٹس لٹریری ایجنٹس سوڈبیری ٹی اینڈ ایوکینیو نیویارک این وائی ۱۰۰۴۴
(۲۱۲) ۶۷۴۰ - ۹۰۶/ امریکہ


خوشبو بن کے لوٹیں گے
A FILM BY
RISHIJENA

گلاڈول بک سیلرز ۵۱۵۱۵ سولال الیونیو سنگا (فلپین)
گنار بولسٹاڈ بک ہینڈل سٹا گیٹ اوسلو۔۱ (ناروے)
گیانا سیل سروس پوسٹ باکس ۲۲۴۵ جارج ٹاؤن، گیانا (جنوبی امریکہ)
لائبریری ڈو لبنان ریاض سو اسکوئر پوسٹ باکس ۱۱۹۴۵ بیروت (لبنان)
لاکو ہاؤس بک شاپ ۱۰۰ سرچتام پلم گارڈنز ہو اتا کولیبو دوسری لنکا
لائبریری فارن لٹریچر الجانوسکا جا ماسکو (روس)
لیوانت ڈسٹری بیوٹرز کمپنی پوسٹ باکس ۱۱۸۱ مقدیسی اسٹریٹ حلیم حتا بلڈنگ بیروت (لبنان)
ماڈرن اورینٹ بک شاپ پوسٹ باکس ۱۵۸ ادا ہران ایئرپورٹ (سعودی عرب)
مارکین اینڈ سنز لمیٹڈ ۱۷ امڈل روڈ سنگاپور
ماؤنٹ کینیا بک شاپ لمیٹڈ پوسٹ باکس ۲۸۱ نیئری (کینیا)
محی الدین اینڈ سنز نیو مارکیٹ ڈھاکہ (بنگلادیش)
مسلم انفارمیشن بیورو لاٹ ۱۴ مرکین اسٹریٹ اینڈ الیونیو آف دی ری پبلک پوسٹ باکس ۲۲۲۷
جارج ٹاؤن گیانا (جنوبی امریکہ)
مسلم بک سروس میپس بری روڈ لندن این ڈبلیو ۲ ۴ جے ڈی
مسلم بک سیلرز ۲۰ ہائی گیٹ روڈ برمنگھم بی۔ آئی ۲ او اے ایکس (برطانیہ)
مسلم پرنٹرز اینڈ بک سیلرز ۲۲۴ اسٹراٹ فورڈ روڈ اسپارک ہل برمنگھم (برطانیہ)
مکتبہ الرشید پوسٹ باکس ۲۰۰۹۴ صفات (کویت)
مکتبہ حادیہ باب عمرہ، مکہ (سعودی عرب)
ملک نیوز ایجنسی پوسٹ آفس باکس ۵۸۰۷ الدودبئی (متحدہ عرب امارات)
ملک نیوز ایجنسی پوسٹ آفس باکس ۵۴۴۹ دوبئی (متحدہ عرب امارات)
مرزا بک اسٹورز ۹۸ جالان کیمپ بیل کوالالمپور ۰۱-۰۹
منصور بک سنٹر ۴۴ مارش اسٹریٹ بریڈفورڈ۔ ڈبلیو یارکس بی ڈی ایس ۹ پی بی (برطانیہ)
میر بک شاپ ۱۵۱ الیونیو سورایا تہران (ایران)
میاں کریم جی ملا محمد بھائی اینڈ سنز پوسٹ باکس ۵۰۷ ازنجی بار (تنزانیہ)
میاں کمال بک ڈپو مہان کمال ستمان کاٹھمنڈو (نیپال)

نیو بک سپلائرز ۳۳ کلیف ڈون باروک سنگاپور-۱۵
تاز اسٹورز پوسٹ باکس ۱۸۲ دوحا قطر (قطر)
تاؤکا لمیٹڈ (اسٹور سپلائی ڈیپارٹمنٹ) ۲-۳-۹ ساتی ایچی اٹذ روتوشی سائو لیما ا ۶ ا (جاپان)
نفیس بک سنٹر ۱۴ گورنمنٹ نیو مارکیٹ ڈھاکہ-۱ (بنگلہ دیش)
نیشنل انسٹی ٹیوٹ بنکاک ۱۰ (تھائی لینڈ)
نیشنل بک اسٹور ۳۲۱۱ جارجیا ایونیو واشنگٹن ڈی سی ۲۰۰۱ (امریکہ)
نیشنل بک اسٹورز ۷۰۱ ریزال ایونیو منیلا (فلپین)
نیشنل بک سنٹر ۶۷/اے پورانا پلٹن ڈھاکہ ۲ (بنگلہ دیش)
نیشنل بک شاپ پوسٹ آفس باکس ۲۱۹۲ کبلوا (زامبیا)
اردو مرکز ۲۸ سیک وِے اسٹریٹ پکاڈلی، لندن (برطانیہ)
نیشنل لائبریری پوسٹ باکس ۴۰۷ وینٹ یانے (لاؤس)
نیو بک پبلشنگ ہاؤس پوسٹ باکس ۵۲۴۴ بیروت (لبنان)
نیو انٹرنیشنل پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز پوسٹ باکس ۱۳۲۹ الخوبر (سعودی عرب)
ورلڈ بک سنٹر ۱۴۴ ڈیس ولیکس روڈ (سی) ہانگ کانگ
ہتاکا بک کمپنی لمیٹڈ ۲-۱۱ کانڈا اجند وچو چیوڈا-کو-ٹوکیو ۱۰۱ (جاپان)
ہتسکاری بک ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ تاؤر رو یا بلڈنگ ۳ کیوری بھاؤ چی یوڈا کو ٹوکیو ۱۰۰ جاپان
یو آئی پبلشرز ۱۲۹۶ بلور اسٹریٹ ویسٹ ٹورنٹو (انٹوریو) کناڈا
ہنتا لمیٹڈ ٹریڈرز وکٹوریہ گیڈ ۱۶۵۵۸ کوپن ہیگن (ڈنمارک)
یونی لیورز ۱۶ - ریو ڈو کونسل جنرل ۱۲۰۵ گال نیو (سوئیزرلینڈ)
یونیورسل بک شاپ (آک) لمیٹڈ اسٹور ڈ نٹس یونین بلڈنگ ۲۲ پرنس اسٹریٹ آک لینڈ نیوزی لینڈ

۱۹۸۸ میں شائع ہونے والے کچھ اخبارات و رسائل

روزنامے	مدیر	پتہ
آج کا دن	محمد عاصم خان	بازار نصر اللہ خاں رامپور (اتر پردیش)
پراچین ٹائمز	آدرش کمار	پٹودی ہاؤس دریا گنج دہلی
روزنامہ خبر جدید	نشتر خانقاہی	بجنور ٹائمز روڈ بجنور (اتر پردیش) -
ہفتہ وار		
ہندوستانی اردو صحافت	علی صدیقی	۱۴۳ راک زا یونیورسٹی دہلی
حسین کی پکار	لیاقت حسین موسوی	چادر گھاٹ کالی قبر حیدر آباد
کوہسار جرنل	مناظر عاشق ہرگانوی	بر پورہ بھاگل پور
ماہنامے		
ادبی کائنات	عقیل الغروی	ام امام باڑہ لین رشید مارکیٹ دہلی ۱۱۰۰۵۱
تکمیل	مظہر سلیم	بمبئی
تلاش و رشد	قیام الدین جاوید	ہمدرد روڈ دہلی
تہذیب الاخلاق	اسرار احمد	علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
ستون	عشرت فیروز	سی ۸/اے کالندی پارک حوض رانی نئی دہلی ۱۱۰۰۱۷
نقوش	صادق علی قاسمی بستوی	لہرولی بازار آٹا کلاں ضلع بستی (اتر پردیش)
دیگر رسائل		
ادبی اصناف	ام کلثوم ہادی راہی	گورکھپور
پیش رو	انور پاشا	۳۳ / ۹ نو بھارت ٹائمز گروپ ہاؤسنگ سوسائٹی میور وہار I دہلی ۱۱۰۰۹۱
قلم اور علم	سراج درپن	رود گران دہلی ۱۱۰۰۰۶

اُردو کے دستیاب اہم اخبارات ورسائل کی تفصیل

اِس وقت اُردو میں تقریباً دو ہزار اخبارات ورسائل شائع ہو رہے ہیں۔ جن میں سے تقریباً ڈیڑھ ہزار ہندوستان سے شائع ہوتے ہیں۔ برصغیر کے علاوہ برطانیہ، کناڈا، امریکہ، وغیرہ سے بھی اخبارات ورسائل شائع ہو رہے ہیں۔ ذیل میں ان میں سے دستیاب اہم اخبارات ورسائل کی تفصیل دی جارہی ہے۔ بہت سے اہم اخبارات ورسائل کی تفصیل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اس میں شامل نہیں ہو سکی جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں

(مدیر)

نام اخبار/رسالہ	سنِ اشاعت	مدیر	پتہ
روزنامے			
آزاد ہند	۱۹۴۸ء	احمد سعید ملیح آبادی	۱/۲۳ ے سالٹ ورتھ لین کلکتہ (مغربی بنگال)
آفتاب	۱۹۵۷ء	خواجہ ثناءاللہ بٹ	بادشاہ ہوٹل بلڈنگ سری نگر (جموں وکشمیر)
آفتاب	۱۹۸۳ء	ظہور عالم شہید	گلشن چوک لاہور/ملتان (پاکستان)
اخبار مشرق	۱۹۸۰ء	ایم ڈبلیو حق	۲۳ رسگا روڈ کلکتہ (مغربی بنگال)
اُردو ٹائمز	۱۹۶۱ء	سعید احمد	۲۲۳ مولانا آزاد روڈ بمبئی (مہاراشٹر)
اقرا	۱۹۸۳ء	حیات خان	۱۰۷ اے کے ایم لین کلکتہ ۱۴ (مغربی بنگال)
اقبال	۱۹۶۵ء	غلام نبی خیال	ریزیڈنسی روڈ سری نگر (جموں وکشمیر)

امروز	۱۹۵۰ء	حمید جہلمی	لاہور پاکستان
امروز	۱۹۵۸ء	سفیان عالم	۹-اے بی لوائی روٹ اسٹریٹ کلکتہ ۱۳ (مغربی بنگال)
امن	۱۹۵۲ء	افضل صدیقی	چاند بیگم روڈ کراچی (پاکستان)
عہد نو	۱۹۶۸/۷۸ء	سید محمد آصف	شیو بہادر گلی ٹولی پٹنہ (بہار) بہادر شاہ ظفر روڈ نئی دہلی
انقلاب	۱۹۳۸ء	خالد انصاری	تاردیو روڈ بمبئی ۳۴ (مہاراشٹر)
انگارے	۱۹۵۴ء	معین فاروقی	وناگ ربو معظم جاہی حیدرآباد (آندھرا)
انوار قوم	۱۹۸۴ء	زبیر احمد فاروقی	بانس منڈی کانپور (اترپردیش)
پاسبان	۱۹۴۸ء	محمد اسمٰعیل تابش	میناکشی کوائل اسٹریٹ بنگلور (کرناٹک)
پرتاپ	۱۹۱۹/۴۹ء	ویریندر	نہرو گارڈن روڈ جالندھر (پنجاب)
پرتاپ	۱۹۱۹ء	کے نریندر	بہادر شاہ ظفر روڈ نئی دہلی
پیاری اردو	۱۹۸۴ء	اظہار احمد	اردو مرکز مجیبیہ پٹنہ (بہار)
چٹان	۱۹۴۵ء	جمیل اطہر	۱۴ ایبٹ روڈ لاہور (پاکستان)
تیج	۱۹۲۳ء	وشوبندھو گپتا	نیا بازار دہلی
تیر و نشتر	۱۹۶۵ء	ایم سلیمان	فضل گنج کانپور (اترپردیش)
جسارت	۱۹۷۲ء	محمود احمد مدنی	محمد بن قاسم روڈ کراچی راولپنڈی، لاہور، کوئٹہ (پاکستان)
جنگ	۱۹۳۷ء	خلیل الرحمٰن	کراچی، لاہور، راولپنڈی (پاکستان) اور لندن
حریت	۱۹۶۲ء	سجاد میر	ڈاکٹر ضیاء الدین احمد روڈ کراچی (پاکستان)
حیدر	۱۹۸۸ء	محمد رفیع بٹ	۱۰۹۱ ایم مری روڈ راولپنڈی/فیصل آباد (پاکستان)
خدمت	۱۹۳۹ء	ایس ایل قائل	دی بنڈ سری نگر (جموں وکشمیر)
روزنامہ ہند	۱۹۲۹ء	رئیس الدین فریدی	۷ اسالروٹ لین کلکتہ (مغربی بنگال)
رہنمائے دکن	۱۹۴۹ء	سید وقار الدین	افضل گنج حیدرآباد (آندھرا)
ساتھی	۱۹۴۹ء	پرویز انجم	دریاپور پٹنہ (بہار)
سالار	۱۹۶۴ء	کے رحمان خان	۲۸۳ کیولری روڈ بنگلور (کرناٹک)
سرینگر ایکسپریس	۱۹۷۴ء	عبدالرحمٰن میر	کرن نگر سری نگر (جموں وکشمیر)
سری نگر ٹائمز	۱۹۶۹ء	صوفی غلام محمد	بڈشاہ برج سری نگر (جموں وکشمیر)

سلامتی	۱۹۶۹ء	سلیم شاکر	بی۔ۃ مسجد موتی پورہ گلبرگہ (کرناٹک)
ستارہ تیش	۱۹۷۰ء	نذیر حسین مستانی	ویرمارگ جموں (جموں کشمیر)
سویرا	۱۹۶۸ء	جمنا داس اختر	پٹودی ہاؤس دہلی
سیاست	۱۹۴۹ء	عابد علی خان	جواہر لال نہرو روڈ حیدرآباد (آندھرا)
سیاست جدید	۱۹۵۷ء	محمد اسحٰق علمی	چمن گنج کانپور (اتر پردیش)
شانِ ملت	۱۹۷۹ء	محمد الیاس اصلاحی	۱۴ا محمد علی روڈ کلکتہ (مغربی بنگال)
شہباز	—	خورشید احمد	پشاور (پاکستان)
صدائے عام	۱۹۴۲ء	سید رضی حیدر	پٹنہ (بہار)
طاؤس	۱۹۶۸ء	اطہر حسین	سبزی باغ پٹنہ (بہار)
عزائم	۱۹۷۸ء	عقیل صبحی	امین آباد پارک لکھنؤ
عصرِ جدید	۱۹۱۹ء	سفیان عالم	۹۔ بی بولائی دت روڈ کلکتہ (مغربی بنگال)
عظیم آباد ایکسپریس	۱۹۸۰ء	رضوان احمد	سبزی باغ پٹنہ (بہار)
فیصل جدید	۱۹۸۷ء	ایس ایم عثمان	۹۵۷/۲ گلی گڑھیا کوچہ چیلان دہلی
قومی آواز	۱۹۴۵/۱۹۸۱/۱۹۸۸	عشرت علی صدیقی	قیصر باغ لکھنؤ/بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی/پٹنہ
قومی تنظیم	۱۹۵۸ء	ایس ایم فریدی	صبا منزل سبزی منڈی پٹنہ (بہار)
قومی جنگ	۱۹۶۷ء	م م رضا عابدی	خاص روڈ رام پور (اتر پردیش)
قومی مورچہ	۱۹۶۵ء	صفی الرحمٰن انصاری	رسول پورہ وارانسی (اتر پردیش)
کوہِ مشرق	۱۹۶۸ء	معین اختر انصاری	۹۲/۱۱ بیچ روڈ کانپور (اتر پردیش)
گرج	۱۹۸۴ء	سرفراز صدیقی	لال مسجد روڈ مرادآباد (اتر پردیش)
مسلمان	۱۹۲۷ء	محمد علی حسین قلی	۲ والاجاہ روڈ مدراس ۲ (تامل ناڈو)
مشرق	۱۹۵۰ء	ضیاء الاسلام انصاری	۷ ایبٹ روڈ لاہور (پاکستان) کراچی، کوئٹہ، پشاور
منیرِ دکن	۱۹۸۴ء	اے۔ صفت راؤ	کوٹلہ عالی جاہ حیدرآباد (آندھرا)
مغربی پاکستان	۱۹۴۸ء	ایم شجاعت	بیراج روڈ لاہور بہاولپور سکھر
مقدس	۱۹۷۸ء	محمد شریف یوسف آفاقی	نزد کالی چوک اورنگ آباد (مہاراشٹر)
ملاپ	۱۹۲۹ء	نیشن	ملاپ روڈ جالندھر

ملاپ	۱۹۴۹ء	یدھویر	ملکہ جاہی روڈ حیدرآباد (آندھرا)
ملاپ	۱۹۲۳ء	نوین سوری	بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی
منصف	۱۹۷۷ء	محمود انصاری	نامپلی اسٹیشن روڈ حیدرآباد (آندھرا)
ناظم	۱۹۳۷ء	ناظم علی خاں	بازار نصر اللہ خاں رامپور (اترپردیش)
ندیم	۱۹۳۵ء	اشفاق	قمر منزل سکھیرا پورہ بھوپال (مدھیہ پردیش)
نوائے وقت	۱۹۴۱ء	مجید نظامی	۴ شارع فاطمہ جناح روڈ لاہور، کراچی، راولپنڈی
وفاق	۱۹۶۳ء	مصطفیٰ صادق	۱۹ اے وارث روڈ لاہور، راولپنڈی، سرگودھا
ہند سماچار	۱۹۴۸ء	وجے کمار	سول لائنز جالندھر (پنجاب)

سہ روزہ

دعوت	۱۹۸۳ء	سلمان ندوی	۱۵۷۵ سوئیوالان نئی دہلی ـ

ہفتہ وار

اردو گزٹ	۱۸۸۵ء	درگا داس	پٹودی ہاؤس دریا گنج دہلی
اخبار نو	۱۹۸۳ء	ایم افضل	۲۱۴۲ ترکمان گیٹ نئی دہلی
اخبار جہاں	۱۹۶۹ء	میر جاوید رحمٰن	چندریگر روڈ کراچی (پاکستان)
الفان	۱۹۸۶ء	حامد اکمل	موہن پورہ گلبرگہ ۔
بلٹز	۱۹۴۳ء	حسن کمال	بلٹز ہاؤس، ایچ کا ڈس جی پٹیل اسٹریٹ بمبئی
ترجمان بریلی	۱۹۷۳ء	نفیس احمد بھارتی	شیخ بالو مارگ، شیام گنج بریلی (اترپردیش)
تعمیر میمن	۱۹۸۵ء	محمد ظفر شمسی	کوتوالی روڈ پیلی بھیت
تکبیر	۱۹۷۱ء	محمد صلاح الدین	اے ۱۵ تیسری منزل مالکو سنٹر کیل اسٹریٹ کراچی
جگت	۱۹۵۹ء	انل ورما	اندرون اجمیری گیٹ دہلی
چٹان	۱۹۴۹ء	مسعود شورش	میکلوڈ روڈ لاہور پاکستان
حرمت	۱۹۸۴ء	زاہد ملک	الحمد ہاؤس مرکز جی / ۸ اسلام آباد (پاکستان)
سرفراز	۱۹۱۵ء	مصطفیٰ حسین رضوی	ندن محل روڈ لکھنؤ (اترپردیش)
سینک سماچار	۱۹۵۴ء	محمد شفیق ـــ	وزارت دفاع، نئی دہلی

شیر پنجاب	۱۹۰۲ء	جنگ بہادر سنگھ	ہیم کنٹ ہاؤس ۷۰ راجندر پیلس نئی دہلی
فلم ایڈوانس	۱۹۸۵ء	کے ان اقبال	سپکن روڈ حیدرآباد
کاروان	۱۹۵۷ء	محمد علیم آتش	۲۵ میاکشی کوائل اسٹریٹ بنگلور (کرناٹک)
معیار	۱۹۷۶ء	محمود شام	۳۷۱/۱۰ بلاک ۳ گلشن اقبال کراچی (پاکستان)
مقابلہ مورچہ	۱۹۸۶ء	اسلم صدیقی	۱۱۵۲ پچوڑی والان چوک متیا محل دہلی
میرٹھ میل	۱۹۷۸ء	اختر الاسلام	۱۵۸ شاہ نتھن میرٹھ (اتر پردیش)
نشیمن	۱۹۶۲ء	عثمان اسد	۱۵۰/۹ ابراہیم اسٹریٹ بنگلور (کرناٹک)
نئی دنیا	۱۹۷۳ء	شاہد صدیقی	نظام الدین ویسٹ مارکیٹ نئی دہلی
ہماری زبان	۱/۱/۱۹۵۷ء	خلیق انجم	اردو گھر راؤز ایونیو نئی دہلی
ہندو	۱۹۳۲ء	مدن لال	ریلوے روڈ جالندھر (پنجاب)
ہفت روزہ دید شنید		محمد رفیق ڈوگر	۱۱۹ خلیج بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور (پاکستان)
〃 ہمدرد	۱۹۵۷ء	حکیم عبدالحمید دہلوی	ہمدرد منزل ہمدرد نگر دہلی
〃 یوجنا	۱۹۸۰ء	وشند بخش	آر۔ کے پورم۔ ویسٹ بلاک نئی دہلی

ماہنامے

آج کل	۱۹۴۲ء	راج نرائن راز	پبلیکیشنز ڈویژن پٹیالہ ہاؤس نئی دہلی
اخبار نوجوان	۱۹۸۷ء	عابد انیس	بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی
ادبِ لطیف		صدیقہ بیگم	۳۳ سی/۳ گلبرگ لاہور (پاکستان)
اردو ادب	۱۹۸۳ء	بشیر سیفی	۲۹۹ کوہاٹی بازار راولپنڈی (پاکستان)
اردو نامہ	-	-	ترقی اردو بورڈ جمشید روڈ کراچی (پاکستان)
اسلوب	۱۹۷۸ء	مشفق خواجہ	۲ ڈی ۸/۱ ناظم آباد کراچی (پاکستان)
افکار	۱۹۴۵ء	صہبا لکھنوی	مکتبہ افکار رابسن روڈ کراچی (پاکستان)
آہنگ	۱۹۷۲ء	راشدہ طلعت	۹۷/۵ ڈی درسری پی ای سی ایچ سوسائٹی کراچی
اوراق	۱۹۶۶ء	وزیر آغا	چوک اردو بازار لاہور (پاکستان)
ادیم	۱۹۳۲ء	[illegible]	۱۶۹۲ [illegible] دہلی
ایوانِ اردو	۱۹۸۷ء	شریف الحسن نقوی	گھٹا مسجد روڈ دریا گنج دہلی

بانو	۱۹۴۸ء	زینت کوثر دہلوی	آصف علی روڈ نئی دہلی
[illegible] اخلاق	۱۹۸۷ء	شریف الحسن نقوی	گلی مسجد دریا گنج دہلی
برہان	۱۹۳۸ء		اردو بازار جامع مسجد دہلی
پرواز ادب	۱۹۷۹ء	جسونت سنگھ بھنڈر	بھاشا وبھاگ پنجاب پٹیالہ (پنجاب)
پیک	۱۹۷۸ء	طارق فاروقی	انارکلی لاہور پاکستان
پیام تعلیم	۱۹۴۴ء	شاہد علی خان	جامعہ نگر نئی دہلی
تخلیق	۱۹۸۸ء	حمید الدین شاہد	ڈی ۳۴۳ بلاک بی تیموریہ نارتھ ناظم آباد کراچی
تعمیر	۱۹۷۹ء	خالد بشیر	محکمہ اطلاعات سری نگر (جموں و کشمیر)
تعمیر ہریانہ	۱۹۸۰ء	راجندر ونس	ایس سی او ۱۸۹/۱۹۱ سیکٹر ۱۷ چنڈی گڑھ
جواز	۱۹۷۷ء	عارف سید چاند	آر لائبریری نیا پورہ مالیگاؤں ناسک مہاراشٹر
چہار رنگ	۱۹۸۰ء	طارق صدیقی	۴/۲۷۴۶ گلی قاسم جان بلی ماراں دہلی
حنا	۱۹۷۹ء	سردار محمود	سرکلر روڈ لاہور پاکستان
خاتون مشرق	۱۹۵۷ء	توفیق فاروقی	۴۳۴ مٹیا محل جامع مسجد دہلی
دوشیزہ	۱۹۷۳ء	رخسانہ صہبام مرزا	سنٹرل کمرشل ایریا پی ای سی ایچ سی کراچی
رابطہ	۱۹۸۲ء	محمد عیاض	ٹرانس کانٹی نینٹل کارپوریشن ص ب ۵۴۴۲۵ سعودی عربیہ جدہ
سب رس	۱۹۳۸ء	مغنی تبسم	خیرات آباد حیدرآباد (آندھرا)
سب رس	۱۹۷۸ء	حمید الدین شاہد	ڈی ۳۴۳ بلاک بی تیموریہ نارتھ ناظم آباد کراچی
سیارہ ڈائجسٹ		علی سفیان آفاقی	۱۸۹ ریواز گارڈن لاہور (پاکستان)
سیپ		نسیم درانی	شیرشاہ کالونی (کراچی)
شاعر	۱۹۳۰ء	افتخار احمد صدیقی	مکتبہ قصر الادب پوسٹ بکس نمبر ۴۵۲۶ بمبئی
شان ہند	۱۹۴۰ء	ودیا پرکاش سرور تونسوی	۸ انصاری روڈ مارکیٹ دریا گنج
شب خون	۱۹۶۶ء	شمس الرحمن فاروقی	۳۱۳ رانی منڈی الہ آباد (اترپردیش)
شبستان	۱۹۴۸ء	یونس دہلوی	آصف علی روڈ نئی دہلی۔
شمع	۱۹۳۹ء	یونس دہلوی	آصف علی روڈ نئی دہلی

قاصد	۱۹۸۷ء	عارف صلاح الدین	۱۰۱ اے پیسٹر بک بلڈنگ جین واکس روڈ ہانگ کانگ
فروغ اردو	۱۹۵۴ء	محمد شمس منوری	نعمت اللہ روڈ امین آباد لکھنؤ (اتر پردیش)
فنون		احمد ندیم قاسمی	۴ میکلوڈ روڈ لاہور
قومی راج	۱۹۷۲ء	فیروزہ ریاض خان	سیجھ الہ بجل (مہاراشٹر)
قومی زبان	۱۹۷۳ء	-	بابائے اردو روڈ کراچی
کتاب نما	۱۹۶۶ء	شاہد علی خان	مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر نئی دہلی
کھلونا	۱۹۴۷ء	الیاس دہلوی	۴/۱۳ آصف علی روڈ نئی دہلی
گلفام	۱۹۶۶ء	سلطان اختر	۴۳۹۲ روح اللہ خان اسٹریٹ دریا گنج دہلی
ماہ نو	۱۹۴۸ء	کشور ناہید	۳۲۔ اے حبیب اللہ روڈ لاہور (پاکستان)
مجرم	۱۹۶۶ء	یونس دہلوی	۴/۱۳ آصف علی روڈ نئی دہلی
مریخ	۱۹۸۳ء	عبدالمغنی	لیڈی امام ہاؤس پتھر کی مسجد پٹنہ (بہار)
مستانہ جوگی	۱۹۰۵ء	جے پی ٹھناگر	۱۲/ راجنگ پورہ ایکسٹینشن نئی دہلی
معارف	۱۹۱۵ء	ضیاء الدین اصلاحی	شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ (اتر پردیش)
منادی	۱۹۲۶ء	خواجہ حسن ثانی نظامی	نظام الدین بستی نئی دہلی
نقش کوکن	۱۹۶۲ء	عبدالکریم نائک	۴۴ جیل روڈ (ایسٹ) ڈونگری بمبئی
نقوش	۱۹۴۹ء	جاوید طفیل	ادارہ فروغ اردو ایبک روڈ لاہور (پاکستان)
نگار پاکستان	-	فرمان فتح پوری	۲۴ گارڈن مارکیٹ کراچی (پاکستان)
نیا دور	۱۹۵۱ء	امیر احمد	انفارمیشن ڈائرکٹوریٹ یوپی سرکار لکھنؤ
ہدنی ڈائجسٹ	۱۹۶۸ء	الرمصطفیٰ صدیقی راہی	۴۸ سنٹرل روڈ جنگپورہ بھوگل نئی دہلی
ہزار رنگ		طارق صدیقی	۴/۲۷۴۷ گلی قاسم جان دہلی
ہما	۱۹۶۵ء	خالد مصطفیٰ صدیقی	۴۸ سنٹرل روڈ جنگپورہ بھوگل نئی دہلی

دیگر رسائل

ادبیات سہ ماہی	۱۹۸۷ء	ضمیر جعفری	اکادمی ادبیات پاکستان مکان نمبر ۲۰ گلی نمبر ۳۱ ایف ۸/۲ اسلام آباد پاکستان
الاخبار	۱۹۸۹ء	زین العابدین	۱۰ نواب پور روڈ ڈھاکہ بنگلہ دیش

استفادہ	۱۹۷۷ء	اسد یار خان	ایجوکیشنل بک ہاؤس مسلم یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ
انتخاب		ڈاکٹر عزیزی	مرکز تحقیق ادب ڈاکٹر ذاکر الحق روڈ سید پور فلسفائی ڈھاکہ
فن اور شخصیت		صابر دت	اے بی تاڑدیو روڈ جیو چرچ بمبئی ۴۰۰۰۳۴
نوائے ادب		نظام الدین	انجمن اسلام ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ۹۲ دادا بھائی نوروجی روڈ بمبئی
اُردو انٹرنیشنل سہ ماہی	۱۹۸۲	اشفاق حسین	۹، ۵۰ سودین اسٹریٹ ساؤتھ، ٹورنٹو اونٹاریو کناڈا
صحیفہ	—	وحید قریشی	۲ کلب روڈ لاہور
عصری ادب	-	بہاد الدین	۷ ڈی ماڈل ٹاؤن دہلی۔
غالب نامہ	۱۹۸۱ء	نذیر احمد	ایوان غالب ماتا سندری روڈ نئی دہلی

۱۳۔ رباعیات انیس کی چند معروف [illegible]	ڈاکٹر سید منصور عالم	-	۱۹۸۰ء
۱۴۔ ریختی کی ابتدا ارتقا اور زوال	ڈاکٹر آفتاب احمد	ڈاکٹر افصح ظفر	۱۹۸۰ء
۱۵۔ ڈرامے کا فن، تکنیک اور اردو کے چند اہم ڈرامے	ڈاکٹر شکیل احمد خاں	ڈاکٹر وہاب اشرفی	۱۹۸۰ء
۱۶۔ مولانا مناظر احسن گیلانی۔ حیات اور علمی خدمات	ڈاکٹر محمد نذرالحسن	ڈاکٹر محمد تمام احمد صدیقی	۱۹۸۱ء
۱۷۔ شرقی نیری۔ حیات اور شاعری (مطبوعہ)	ڈاکٹر ابو حسیب البلال	ڈاکٹر سید محمد حسنین	۱۹۸۱ء
۱۸۔ مسدس حالی اور اردو کی قومی و ملی شاعری پر اس کے اثرات	ڈاکٹر ضیاء الدین محمد جابر	ڈاکٹر محمد طیب ابدالی	۱۹۸۲ء
۱۹۔ اردو تنقید میں بہار کا حصہ	ڈاکٹر سید غلام مرتضیٰ	ڈاکٹر محمد محمود رضوی برق	۱۹۸۲ء
۲۰۔ علامت نگاری کا تصور، اردو افسانہ کے خصوصی مطالعہ کے ساتھ	ڈاکٹر حسیب الحق	ڈاکٹر افصح ظفر	۱۹۸۳ء
۲۱۔ اقبال کی شاعری میں عورت کا تصور	ڈاکٹر اشتیاق احمد	ڈاکٹر افصح ظفر	۱۹۸۳ء
۲۲۔ بہار میں اردو [illegible] - ایک تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر احمد حسین آزاد	-	۱۹۸۳ء
۲۳۔ آل احمد سرور کی تنقید نگاری	ڈاکٹر سید شاہ علی حیدر زکریا	ڈاکٹر وہاب اشرفی	۱۹۸۳ء
۲۴۔ شکیلہ اختر - حیات اور شاعری	ڈاکٹر [illegible]	ڈاکٹر ظہیر احسن	۱۹۸۳ء
۲۵۔ حکیم عبدالحمید شیدا سہسرامی - حیات و خدمات	ڈاکٹر محمد رفیع الزماں	ڈاکٹر سید محمد حسنین	۱۹۸۳ء
۲۶۔ حضرت سید شاہ [illegible] حیات، شخصیت اور شاعری	ڈاکٹر محمد احسان اللہ	ڈاکٹر محمد طیب ابدالی	۱۹۸۳ء
۲۷۔ حضرت [illegible] حیات اور کارنامے	ڈاکٹر کبیر الدین خاں وارثی	ڈاکٹر محمد رضوی برق	۱۹۸۳ء
۲۸۔ میر احمد ایک مترجم قرآن	ڈاکٹر منور حسین خاں	-	۱۹۸۳ء
۲۹۔ اردو تنقید کے ارتقا میں خلیل الرحمن اعظمی کا حصہ	ڈاکٹر عفت آرا حسن	ڈاکٹر وہاب اشرفی	۱۹۸۳ء
۳۰۔ جمیل مظہری - حیات اور شاعری	ڈاکٹر فضیل احمد	ڈاکٹر سید محمد حسنین	۱۹۸۳ء
۳۱۔ جوش ملیح آبادی کی شاعری کا تاریخی اور سیاسی پس منظر	ڈاکٹر محمد مظہر حسین	ڈاکٹر افصح ظفر	۱۹۸۳ء
۳۲۔ [illegible] - حیات اور شاعری	ڈاکٹر [illegible] اجمل	ڈاکٹر محمد طیب ابدالی	۱۹۸۴ء
۳۳۔ [illegible] حیات [illegible]	ڈاکٹر سید اقبال واجد	ڈاکٹر [illegible] الشمالی	۱۹۸۴ء
۳۴۔ اردو [illegible]	ڈاکٹر [illegible] قریشی	ڈاکٹر سید محمد حسنین	۱۹۸۵ء
۳۵۔ غالب کی شاعری میں [illegible]	ڈاکٹر سید اقبال احمد	ڈاکٹر سید آل احمد	۱۹۸۵ء
۳۶۔ [illegible] - بحیثیت [illegible]	ڈاکٹر محمد سراج الدین	ڈاکٹر افصح ظفر	۱۹۸۵ء
۳۷۔ شاد عظیم آبادی بحیثیت مرثیہ نگار	ڈاکٹر محمد [illegible]	ڈاکٹر سید محمد حسنین	۱۹۸۵ء
۳۸۔ حضرت [illegible]	ڈاکٹر سید [illegible]	ڈاکٹر محمد طیب ابدالی	۱۹۸۵ء

۳۹. [illegible] - حیات و خدمات	ڈاکٹر توفیق احمد [illegible]	ڈاکٹر سید محمد حسنین	۱۹۸۶ء
۴۰. ناز منیم آبادی شخصیت اور فن (سید محمد حسنین [illegible] کا مجموعہ)	ڈاکٹر محمد حسین [illegible]	ڈاکٹر حکیم اللہ [illegible]	۱۹۸۵ء
۴۱. ڈاکٹر اختر اورینوی حیات و ادبی خدمات	ڈاکٹر محمد اسد اللہ	ڈاکٹر فصیح ظفر	۱۹۸۶ء
۴۲. بیم چند کے افسانوں میں زندہ جاوید کردار	ڈاکٹر [illegible] رشید	" "	۱۹۸۶ء
۴۳. اُردو تنقید کے فروغ میں سید احتشام حسین کا حصہ	ڈاکٹر نسیم اختر	" "	۱۹۸۶ء
۴۴. سید امداد علی خان [illegible] کی حیات اور کارنامے	ڈاکٹر سید محمد کلیم الدین اکبر	ڈاکٹر محمد طیب ابدالی	۱۹۸۶ء
۴۵. بہار کے منتخب افسانہ نگاروں کا اسلوبی مطالعہ	ڈاکٹر مشرق تابانی	ڈاکٹر حکیم اللہ [illegible]	۱۹۸۷ء
۴۶. سعادت حسن منٹو کی افسانہ نگاری	ڈاکٹر محمد اشرف الحق	ڈاکٹر سید آل احمد	۱۹۸۷ء
۴۷. قوس عروج [illegible] کا رنگ	ڈاکٹر محمد مظہر [illegible]	" "	۱۹۸۷ء
۴۸. آرزو - ایک عظیم مرکز ادب اُردو	ڈاکٹر سید محمد	ڈاکٹر محمد مظہر رضوی برق	۱۹۸۷ء
۴۹. ماہنامہ نگار کے ۲۵ سال	ڈاکٹر طارق فاطمی	ڈاکٹر محمد طیب ابدالی	۱۹۸۷ء
۵۰. اردو شاعری پر تصوف کے اثرات	ڈاکٹر حافظ محمد شمیم	ڈاکٹر ضیاء الزماں	۱۹۸۸ء
۵۱. حضرت [illegible] کی حیات اور شاعری کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر سید [illegible] اقبال	ڈاکٹر محمد محفوظ الحسن	۱۹۸۸ء
۵۲. شفق عماد پوری. بحیثیت غزل گو	ڈاکٹر سید سلیمان تقی	ڈاکٹر مبین الحق	۱۹۸۸ء

پی ایچ ڈی اور ڈی لٹ کے مقالے جو داخل کیے گئے۔

۱. بہار میں اسد کے بعد شعرا اور ان کی خدمات (ڈی لٹ)	ڈاکٹر محمد محفوظ الحسن	ڈاکٹر سید محمد حسنین
۲. غالب کے خطوط میں عصری حسیت	بیگم ر. حسین	"
۳. الیاس احمد پوری حیات اور کارنامے	محمد اشتیاق	ڈاکٹر محمد طیب ابدالی
۴. بہاؤالدین کلیم - حیات اور شاعری	ظفر اللہ پالوی	" "
۵. اردو داستانوں میں دہلی کا تصور	سید شکیل احمد	ڈاکٹر فصیح ظفر
۶. ثاقب عظیم آبادی - حیات اور خدمات	شاہدہ حمید	ڈاکٹر مظہر رضوی برق
۷. ناوک حمزہ پوری شخصیت اور ادبی خدمات	محمد حفیظ الرحمن خاں	ڈاکٹر محمد ضیاء الزماں
۸. فن خطاطی (اُردو میں اس کی ابتدا اور ارتقا)	عبدالرشید انصاری	ڈاکٹر فصیح ظفر

رجسٹرڈ مضامین برائے پی ایچ ڈی اور ڈی لٹ بزبان اُردو

۱. اسد فرید کے جستہ اقبالیات اور بہار (ڈی لٹ)	ڈاکٹر سید غلام مرتضیٰ	پروفیسر سید محمد حسنین
۲. گیا - ایک مرکز علم و ادب	سید قطب الدین احمد	" "
۳. بسمل عظیم آبادی حیات اور خدمات	محمد اقبال سیتامڑھی	" "
۴. منظور حسن [illegible] کی علمی و ادبی خدمات	تنویر احمد خاں	پروفیسر سید محمد حسنین

۵۔ اردو کے [illegible] لفظ کا مطالعہ (ڈی لٹ)	ڈاکٹر سید شمیم گوہر	پروفیسر محمد طیب ابدالی
۶۔ اردو نثر کی ترقی میں خانقاہ عمادیہ کی خدمات	راشدہ خاتون	〃 〃 〃
۷۔ حضرت سید عبدالحق اشرفی جونقی - حیات اور کارنامے	فخرالدین اشرف	〃 〃 〃
۸۔ بہار میں اردو کی صوفیانہ شاعری	فخرالدین خاتون	〃 〃 〃
۹۔ اردو غزل کی ترقی میں اسلام پور کا حصہ (ڈی لٹ)	ڈاکٹر ابو عبیدہ اجمالی	〃 〃 〃
۱۰۔ سید شاہ منظور الرحمن اختر کاکوی - حیات اور کارنامے	رفعت نسا	〃 〃 〃
۱۱۔ بہار میں مثنوی نگاری اور اردو کی مثنویاں ابتداء سے عہد شوق نیموی تک	محمد جاوید اختر	〃 〃 〃
۱۲۔ شاہ انوار حق - حیات اور شاعری	شاہینہ شبنم	پروفیسر محمد ظہور رضوی برق
۱۳۔ پرویز شاہدی - حیات اور خدمات	طلعت قیوم	〃 〃 〃
۱۴۔ شفیق قتالی پھلواروی - حیات اور خدمات	محمد ریحان	〃 〃 〃
۱۵۔ ظفر واحدی - حیات اور خدمات	نور مصلح الدین	〃 〃 〃
۱۶۔ بابو اودھ پرشاد گشتہ گیاوی، حیات اور خدمات	معین الدین انصاری	〃 〃 〃
۱۷۔ باسط خاں اور ان کی خدمات	شہناز بانو	〃 〃 〃
۱۸۔ قرۃ العین حیدر اور ان کی ناول نگاری	محمد شوکت	〃 〃 〃
۱۹۔ رام لعل - حیات اور خدمات	سید اعتقاد ملک	پروفیسر انیس ظفر
۲۰۔ تقسیم کا اردو ناول پر اثر - اہم ناول نگاروں کے خصوصی مطالعہ کے ساتھ	سید محمد قاسم	〃 〃 〃
۲۱۔ بہار کے اردو ناولوں میں علاقائی عناصر	محمد قمر الہدیٰ	〃 〃 〃
۲۲۔ اردو میں علامتی مختصر افسانوں کا تنقیدی جائزہ	ایس۔ ایم۔ عشرت	〃 〃 〃
۲۳۔ رضیہ سجاد ظہیر - حیات اور کارنامے	شاہدہ نسرین	〃 〃 〃
۲۴۔ بہار کی اردو صحافت میں گیا کا حصہ	نعیم شاہد	〃 〃 〃
۲۵۔ نوح ناروی کے بہاری شاگرد	حق امام عابدی	〃 〃 〃
۲۶۔ شکیل سہسرامی - حیات اور کارنامے	کلیم الدین احمد	پروفیسر علیم اللہ حالی
۲۷۔ بیسویں صدی میں [illegible] ضلع کی ادبی خدمات	سید عبدالواحد	〃 〃 〃
	محمد نبی زاہدی	〃 〃 〃
۲۸۔ اردو کے اہم ناولوں میں طنز	سید محمد فیض، فرزانہ	
۲۹۔ کلیم الدین احمد کا نظریۂ شاعری ان کی تنقید کی روشنی میں	نزہت نگار خانم	〃 〃 〃
۳۰۔ شاد گیاوی کی غزلیں	طیب سجاد اصغر	〃 〃 〃
۳۱۔ نازش سہسرامی - حیات اور کارنامے	سید زین الحق	〃 〃 〃
۳۲۔ نقی شغل - حیات اور کارنامے	کامل سید ظفر	〃 〃 〃
۳۳۔ آزادی کے بعد اردو شاعری میں سماجی اور ثقافتی پس منظر	شاہد رضوی	〃 〃 〃

۳۴۔ تحریک [illegible] کا فن اور تحقیق [illegible]	سیدہ محمد ثروت	پروفیسر [illegible]
۳۵۔ یاس [illegible] - حیات اور کارنامے	خواجہ سیف الدین	„ „ „
۳۶۔ وحشت کلکتوی - حیات اور خدمات	سید محمد [illegible] الدین	„ „ „
۳۷۔ ظہیر [illegible] حیات اور کارنامے	سیدہ خورشید [illegible]	„ „ „
۳۸۔ [illegible] شبلی نعمانی کی سماجی [illegible]	اشرف النبی	ڈاکٹر عبد الواسع
۳۹۔ حمید عظیم آبادی - حیات اور کارنامے	محمد اسحاق احمد	ڈاکٹر مجیب الحق قریشی
۴۰۔ سہسرام میں اردو شاعری کا تاریخی مطالعہ (جنگ سہسرام سے [illegible] تک)	ڈاکٹر محمد طیب احسان	ڈاکٹر محمد شفیع الزماں
۴۱۔ اردو کے مختصر افسانوں میں قومی یکجہتی کا تصور	محمد سجاد شکیل	ڈاکٹر محمد شفیع الزماں
۴۲۔ قمر [illegible] - حیات اور کارنامے	منظر حسن خاں	„ „ „
۴۳۔ کلیم سہسرامی - شخصیت اور خدمات	ارمغان ہاشمی	„ „ „
۴۴۔ آزادی کے بعد اردو کے غیر مسلم شعرا کی خدمات	جاوید احمد خاں	„ „ „
۴۵۔ یوسف عظیم آبادی - حیات اور خدمات	سہیل شمسی جعفری	ڈاکٹر اقبال اختر
۴۶۔ وصی [illegible] - حیات اور علمی کارنامے	[illegible] حسین جعفری	„ „ „
۴۷۔ [illegible] اسکولوں میں [illegible]	محمد عارف	ڈاکٹر منظر حسین
۴۸۔ فیض احمد فیض، ایک تنقیدی مطالعہ	طفیل امام	„ „ „
۴۹۔ کرشن چندر کے مختصر افسانوں کا تنقیدی جائزہ	عبد الغفار	„ „ „
۵۰۔ [illegible] حیات اور شاعری	مبارک حسین	„ „ „
۵۱۔ [illegible] حیات اور کارنامے		„ „ „
۵۲۔ مرزا محمد ہادی رسوا کی ناولوں میں عورت کی حیثیت	شوکت علی خاں	ڈاکٹر سید آل احمد
۵۳۔ اردو شاعری میں تصوف کی روایت اور شاد عظیم آبادی کی متصوفانہ شاعری	نزہت احسن	„ „ „
۵۴۔ [illegible] شاہد - حیات اور ادبی خدمات	سید فراست علی	ڈاکٹر سید آل احمد
۵۵۔ جاں نثار اختر حیات اور کارنامے	سید کمال الدین اشرف	„ „ „
۵۶۔ بہار کے اردو صحافت میں [illegible] حصہ	عارفی یاسین	„ „ „
۵۷۔ اقبال کی شاعری اور اس کا تنقیدی مطالعہ	ایاز حسن	ڈاکٹر شکیب ایاز
۵۸۔ بہار میں اردو کے مختصر افسانے کی روایت اور کلام حیدری کے مختصر افسانے	سید غلام حیدر	ڈاکٹر [illegible]
۵۹۔ خدیجہ مستور بحیثیت ناول نگار	محمد نجیب الدین	„ „ „
۶۰۔ بہار میں مقالہ نگاری کی روایت اور بہار کے اہم مقالہ نگار	نہال احمد	„ „ „
۶۱۔ شفیع الدین نیر کی خدمات اور بچوں کا ادب	سید ابو الفیاض	ڈاکٹر شکیل احمد خاں
۶۲۔ [illegible] اردو شاعری اور مخدوم محی الدین کی خدمات	محمد ناظر الحق	„ „ „
۶۳۔ کیفی اعظمی بحیثیت شاعر	محمد ایاز الدین خاں	„ „ „
۶۴۔ غیاث احمد گدی بحیثیت افسانہ نگار اور بہار میں اردو کے مختصر افسانے کا تاریخی جائزہ	اقبال احمد	„ „ „

۶۵۔ [illegible] مصنف اور اردو زبان و ادب کی ترقی میں ان کی خدمات	محمد سرفراز احمد	ڈاکٹر خلیل احمد
۶۶۔ سہیل عظیم آبادی کے کرداروں کا سماجی اور تہذیبی پہلو	عظیم الدین	〃 〃 〃
۶۷۔ پریم چند کے ناولوں میں دیہاتی زندگی کا تحقیقی مطالعہ	محمد حاذق خان	〃 〃 〃
۶۸۔ تقسیم کے بعد بہار میں اردو کے مختصر افسانے	محمد شاہد اقبال	ڈاکٹر حسین الحق
۶۹۔ معاصر غزل اور معاصر شاعری کی اہمیت اور خدمات کا خصوصی مطالعہ	احسان احمد	〃 〃 〃
۷۰۔ بہار میں انشائیہ نگاری اور اس کا ارتقا	منور جہاں	〃 〃 〃
۷۱۔ رضا نقوی واہی۔ حیات اور کارنامے	محمد مجیب الرحمٰن	ڈاکٹر محمد منصور عالم
۷۲۔ عزیز گیاوی۔ حیات اور کارنامے	عبدالسلام	〃 〃 〃
۷۳۔ انشائیہ اور کنہیا لال کپور۔ بحیثیت انشائیہ نگار	محمد پرویز احمد	〃 〃 〃
۷۴۔ اردو کے چند سماجی ناولوں کا تحقیقی مطالعہ	سید محمد سفیان	〃 〃 〃
۷۵۔ شاہ منصور الرحمٰن۔ حیات اور شاعری	محمد علیم الدین صالح	ڈاکٹر خورشید عالم
۷۶۔ بہار میں اردو انشائیہ	حلیمہ خاتون	ڈاکٹر حسن آرزو
۷۷۔ ترقی پسند تحریک اور اردو کے مختصر افسانے	محمد ریاض الدین احمد	ڈاکٹر مظہر احسن
۷۸۔ فرہنگ لفظیات مصحفی	سید مسعود حسن	ڈاکٹر زین العابدین
۷۹۔ اردو میں حکایت نگاری	نکہت ناہید	〃 〃 〃
۸۰۔ انیسویں صدی میں اردو رسائل ایک تجزیاتی مطالعہ	محمد شاکر اللہ خان	〃 〃 〃

(ہماری زبان نئی دہلی ۸، اگست ۱۹۸۸)

★★★★★★

ساہتیہ اکادمی کے انعام یافتگان

۱۹۵۵	مال اور مشیت (فلسفہ)	ظفر حسین خاں
۱۹۵۶	قومی تہذیب کا مسئلہ	سید عابد حسین
۱۹۵۷	میر تقی میر (تحقیق و تنقید)	خواجہ احمد فاروقی
۱۹۵۸	آتش گل (شاعری)	جگر مرادآبادی
۱۹۵۹	اردو ڈرامہ اور اسٹیج	سید مسعود حسن رضوی
۱۹۶۰	گل نغمہ (شاعری)	فراق گورکھپوری
۱۹۶۱	دیوان غالب (تنقیدی ایڈیشن)	امتیاز علی عرشی
۱۹۶۲	یادیں (شاعری)	اختر الایمان
۱۹۶۳	آندھی میں چراغ	خواجہ غلام السیدین
۱۹۶۴	میری حدیث عمر گریزاں (شاعری)	آنند نرائن مُلّا
۱۹۶۵	ایک چادر میلی سی (ناولٹ)	راجندر سنگھ بیدی
۱۹۶۶	—	—
۱۹۶۷	پت جھڑ کی آواز (افسانے)	قرۃ العین حیدر
۱۹۶۸	—	—
۱۹۶۹	بساطِ رقص (شاعری)	مخدوم محی الدین
۱۹۷۰	لہو کے پھول (ناول)	حیات اللہ انصاری
۱۹۷۱	غالب کی شخصیت اور شاعری (ادبی تنقید)	رشید احمد صدیقی
۱۹۷۲	—	—
۱۹۷۳	—	—
۱۹۷۴	نظر اور نظریہ (ادبی تنقید)	آل احمد سرور

۱۹۷۵	آوارہ سجدے (شاعری)	کیفی اعظمی
۱۹۷۶	خاکِ دل (شاعری)	جاں نثار اختر
۱۹۷۷	—	—
۱۹۷۸	حافظ اور اقبال (تنقید)	یوسف حسین خاں
۱۹۷۹	نوائے آوارہ (شاعری)	غلام ربانی تاباں
۱۹۸۰	اقبال کی تیرہ نظمیں (تنقید)	اسلوب احمد انصاری
۱۹۸۱	—	—
۱۹۸۲	ذکر و فکر (ادبی تنقید)	گیان چند
۱۹۸۳	تذکرہ (حصہ چہارم)	مالک رام
۱۹۸۴	اقبال کی نظری و عملی شعریات (تنقید)	مسعود حسین خاں
۱۹۸۵	پرندوں بھرا آسمان (شاعری)	بلراج کومل
۱۹۸۶	تنقیدی افکار (تنقید)	شمس الرحمٰن فاروقی
۱۹۸۷	خواب کا در بند ہے (شاعری)	شہریار
۱۹۸۸	آتشِ چنار (سوانح عمری)	شیخ محمد عبداللہ

انعامات واعزازات

اردو اکادمی

دس ہزار روپے کے دو خصوصی انعامات

مجموعی ادبی خدمات کے اعتراف میں

۱۔ حیات اللہ انصاری

۲۔ پروفیسر خواجہ احمد فاروقی

نا شرین کو انعامات ۔

۱۔ مکتبہ پیام تعلیم (نئی دہلی) ایک ہزار روپے

۲۔ سیمنت پرکاشن (نئی دہلی) ایک ہزار روپے

۳۔ انڈو ہیل کلچر (کلکتہ) پانچ سو روپے

کاتب انعامات

۱۔ جناب محمد الیاس (لکھنؤ) ایک ہزار روپے

۲۔ محترمہ نورالنساء (لکھنؤ) پانچ سو روپے

کتابوں پر انعامات

تین تین ہزار روپے کے چھ انعامات

۱۔ امیر خسرو کا ہندوی کلام مع نسخۂ برلن ذخیرہ اشپرنگر ۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ (دہلی)

۲۔ تحقیقی مضامین ۔ مالک رام (دہلی)

۳۔ لکھنؤ کے شعر و ادب کا ثقافتی و معاشرتی پس منظر سید صفدر حسین

۴۔ علوم و فنون عہد عباسی میں ۔ ڈاکٹر محمد ...

۵۔ تلاش و تعبیر ۔ ڈاکٹر حنیف نقوی (بنارس)

۶۔ میرا فسانہ ۔ حضرت آوارہ مرحوم ...

دو دو ہزار روپے کے دس انعامات ۔

۱۔ مثنوی سحرالبیان ۔ مرتبہ ڈاکٹر ...

۲۔ ذوق (سوانح اور انتقاد) ۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی (دہلی)

۳۔ اسلامی سماجی ... ۔ مترجم ... (کلکتہ)

۴۔ سرچشمہ ... ۔ جمیل حسین (دہلی)

۵۔ روشنی ۔ وجاہت علی سندیلوی (سندیلہ)

۶۔ کرب دل ۔ سید اسعد حسن اسپکٹری (گورکھپور)

۷۔ جنگ آزادی اور محبت کے گیت ۔ انیس نصاری (دہلی)

۸۔ نم مرقوم ۔ ڈاکٹر بشیر بدر (کلکتہ)

۹۔ تیسرے پہر کے ۔ محترمہ مسرور جہاں (لکھنؤ)

۱۰۔ ابراہیم لنکن ۔ ڈاکٹر ... (دہلی)

ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار روپے کے سولہ انعامات

۱۔ جدید اردو ناول ۔ ڈاکٹر ... (دہلی)

۲۔ کسک ۔ حسن نجمی سکندرپوری (دہلی)

۳۔ ہر کرکے یا رب ... ۔ دریا پر کاشن ... (دہلی)

۴۔ پریم چند کے ادب کا ارتقا ۔ ڈاکٹر ... (گورکھپور)

۵۔ ... ۔ نورالحسن نقوی (علی گڑھ)

۶۔ ... ۔ ڈاکٹر ... (دہلی)

۷۔ ... ۔ ڈاکٹر ... (علی گڑھ)

۸۔ ... ۔ حیات لکھنوی (دہلی)

۹۔ سرحد میں شام ۔ نشتر خانقاہی (بجنور)

۱۰۔ احساس کا کرب ... ۔ ... (علی گڑھ)

۱۱۔ ... ۔ قیصر ... (بجنور)

۱۲۔ ... ۔ احمد ... (... گڑھ)

۱۳۔ ... ۔ ... (لکھنؤ)

...

ڈاکٹر فرمان عباس (لکھنؤ)

۱۵۔ انتخاب فانی بدایونی ۔ صبا مجیب سہاوری (لکھنؤ)

۱۶۔ تعلیم و تربیت مسعود الدین ۔ ڈاکٹر محمد اکرام خان (دہلی)

ایک ایک ہزار روپے کے اڑتیس انعامات

۱۔ ۱۔ انتخابات ۔ حامدی کاشمیری (کشمیر)

۲۔ دارالمترجمہ عثمانیہ کی علمی و ادبی خدمات ۔
ڈاکٹر حبیب الاسلام (دہلی)

۳۔ تحولیات ۔ ساجد حسنی لکھنوی (بھوپال)

۴۔ مولانا ابوالکلام آزاد ۔ ایک ہمہ جہت شخصیت کا
فن ، نقش ، رقص ، بھیتا جا رہا ہے (کلکتہ)

۵۔ میرا لکھا ہوا ہاتھ ۔ سلطان سبحانی (مالیگاؤں)

۶۔ صبر ۔ سلام بن رزاق (بمبئی)

۷۔ پس آئینہ ۔ محترمہ آمنہ ابوالحسن (دہلی)

۸۔ قلی تبی ۔ محترمہ سیدہ نسیم چشتی (دہلی)

۹۔ آتش اشتیاق کی کہانی ۔ سید شہاب الدین دسنوی (پٹنہ)

۱۰۔ تشریح العوامل ہیکل منطقی ۔ علاء الدین خان (دہلی)

۱۱۔ جانے منہ تک ۔ (مدحت الاول) (دہلی)

۱۲۔ سوربھکی ۔ غالب مجدد ادبی (دہلی)

۱۳۔ کر لیبس کے دیس میں ۔ مجین ناتھ آزاد (جموں)

۱۴۔ آوارگی ۔ جاوید دانش (کلکتہ)

۱۵۔ عبداللطیف مفتی فن اور شخصیت ۔
ڈاکٹر رفیق احمد خان (لکھنؤ)

۱۶۔ اردو ناول کی فنی و فکری ڈاکٹر سید رفیق حسین
(الہ آباد)

۱۷۔ موضوعات اقبال اور علم کلام ۔ منصور عباس (علی گڑھ)

۱۸۔ نوح ناروی کی روایات کے جوہر پارے
مطیب قاسمی (لکھنؤ)

۱۹۔ صاحب کمال ۔ اردو ادب کے روشن ستارے (بہار)

۲۰۔ [illegible] ۔ شہریار (علی گڑھ)

۲۱۔ [illegible] ۔ [illegible] (لکھنؤ)

۲۲۔ [illegible] ۔ [illegible] (اعظم گڑھ)

۲۳۔ [illegible] ۔ [illegible] (لکھنؤ)

۲۴۔ [illegible] ۔ [illegible] (گورکھپور)

۲۵۔ [illegible] ۔ [illegible] (گورکھپور)

۲۶۔ تاثرات ۔ رئیس رامپوری (رامپور)

۲۷۔ خوشبو بنت محمد اکرم بنت لکھنوی (لکھنؤ)

۲۸۔ صفحات زریں ۔ صابر سیمان پوری (لکھنؤ)

۲۹۔ آپ بیتی ۔ مترجم ڈاکٹر حسن ازہری (بنارس)

۳۰۔ الہامات سرمد ۔ مشتاق شارق (میرٹھ)

۳۱۔ مغل دربار کی گرد میں ایران کی سیاست ۔
مترجم محمد قاسم صدیقی (علی گڑھ)

۳۲۔ گیتی ۔ محترمہ عقیلہ مسیح الزماں (لکھنؤ)

۳۳۔ اندھیرے اُجالے ۔ فضل نقوی (لکھنؤ)

۳۴۔ گلشن نظمیں ۔ بہار کرت پوری (دہلی)

۳۵۔ نئی غزل کی آوازیں ۔ اسعد بدایونی (علی گڑھ)

۳۶۔ سنگ احساس ۔ ناظر صدیقی (کوٹ دوار)

۳۷۔ اوتار ۔ دیپک قمر (میرٹھ)

۳۸۔ نتو خوش ۔ ارا کوشش گوپال مخمور (چندی گڑھ)

ساڑھے سات سو روپے کے بیس انعامات

۱۔ ترقی پسند افسانے میں عورت کا تصور ۔
محترمہ خورشید زہرا عابدی (دہلی)

۲۔ کمرہ شعر اگراہی جتندر سری ۔ طارق کفایت (چندیگڑھ)

۳۔ ۳ دلار وطن ۔ جولیس نحیف دہلوی (دہلی)

۴۔ سلسلہ سخن ۔ سحر برکی دہلی کے صحیفہ (کرنال)

۵۔ عکس شعور ۔ یشوداس پرشانت جیندنی (دہلی)

۶۔ ورفر ۔ وقار خلیل (حیدرآباد)

۷۔ شبونم ۔ سید وحید اشرف (مدراس)

۸۔ فولاد جوہر ۔ ظفر محمود آبادی (دہلی)

۹۔ [illegible]

۱۰۔ [illegible]

۱۱۔ [illegible]

۱۲۔ [illegible] ۔ [illegible] (بھوپال)

۱۳۔ ذوق کے کوکب ۔ ایس ۔ ایم ۔ جعفر (دہلی)

۱۴۔ کن کب ۔ ڈاکٹر مسعود انور علوی (علی گڑھ)

۱۵۔ [illegible] (لکھنؤ)

۱۶۔ [illegible]

۱۷۔ [illegible] (لکھنؤ)

۱۸۔ [illegible] (لکھنؤ)

۱۹۔ گہوارہ ۔ سید نعمانی (الٰہ آباد)
۲۰۔ موج تجلیات ۔ شوکت حمید (بدایوں)
۲۱۔ دل سے منزل ۔ جیوتی پرشاد ساحل (ترجمہ) فرخ آبادی (فتح گڑھ)
۲۲۔ وحشت انقلاب ۔ جمیل صدیقی (لکھنؤ)
۲۳۔ [illegible] ۔ [illegible] (فتح گڑھ)
۲۴۔ لذت ۔ [illegible] حسن مرادآبادی (مرادآباد)
۲۵۔ [illegible] کی پرچھائیاں ۔ چاند اکرم فاروقی (فتح گڑھ)
۲۶۔ [illegible] ۔ [illegible] (بہرائچ)
۲۷۔ [illegible] ۔ [illegible] صدیقی (لکھنؤ)
۲۸۔ [illegible] ۔ [illegible] (بجنور)
۲۹۔ شعلۂ شوق ۔ [illegible] (گونڈہ)
۳۰۔ [illegible] (نیئر)
۳۱۔ [illegible] ۔ [illegible] (علی گڑھ)
۳۲۔ [illegible] ۔ [illegible] عظیم (لکھنؤ)
۳۳۔ [illegible] ۔ [illegible] (بدایوں)
۳۴۔ [illegible] ۔ [illegible] (بجنور)
۳۵۔ [illegible] ۔ [illegible] (لکھنؤ)
۳۶۔ [illegible] ۔ [illegible] (بارہ بنکی)
۳۷۔ [illegible] ۔ [illegible] (دیوبند)
۳۸۔ تذکرہ [illegible] مسلم شعرائے بدایوں ۔ [illegible] (بدایوں)
۳۹۔ [illegible] ۔ [illegible] احمد (لکھنؤ)
۴۰۔ [illegible] ۔ [illegible] (لکھنؤ)
۴۱۔ [illegible] ۔ [illegible] (علی گڑھ)
۴۲۔ [illegible] ۔ ڈاکٹر [illegible] (لکھنؤ)
۴۳۔ [illegible] ۔ [illegible] (لکھنؤ)
۴۴۔ [illegible] ۔ حکیم [illegible] (لکھنؤ)
۴۵۔ [illegible] ۔ [illegible] سعید (مرادآباد)
۴۶۔ [illegible] ۔ [illegible] (لکھنؤ)
۴۷۔ زندگی [illegible] ۔ مشتاق [illegible] (لکھنؤ)

اتر پردیش اردو اکیڈمی کے انعامات ۱۹۸۸ء

اتر پردیش اردو اکیڈمی [illegible]

[illegible] کو [illegible] روپے کا انعام دیا گیا ہے۔

تین تین ہزار روپے کے دو انعامات

۱۔ تدریس تاریخ — خلیل [illegible]
۲۔ شہید جستجو — ضیاء الحسن فاروقی

دو دو ہزار روپے کے [illegible] انعامات

۱۔ اردو ادب میں تحقیق [illegible] — ڈاکٹر [illegible]
۲۔ بیسویں صدی میں اردو کے [illegible] — ڈاکٹر [illegible]
۳۔ مجاز شخصیت اور فن — ڈاکٹر [illegible]
۴۔ اردو میں کلاسیکی تنقید — پروفیسر [illegible]
۵۔ ہندوستانی تہذیب [illegible] کے تناظر میں — ڈاکٹر [illegible]
۶۔ [illegible] — ڈاکٹر [illegible]
۷۔ فرہنگ کلیات میر — ڈاکٹر فریدہ [illegible]
۸۔ [illegible] — ڈاکٹر [illegible]
۹۔ [illegible] — شاہد [illegible]
۱۰۔ [illegible] — زبیر [illegible]
۱۱۔ [illegible] — [illegible]
۱۲۔ [illegible] — [illegible]
۱۳۔ [illegible] — نسیم [illegible]
۱۴۔ [illegible] — ڈاکٹر [illegible]
۱۵۔ دو گز زمین — پروفیسر [illegible]
۱۶۔ زندگی کی طرف — شمیم حنفی
۱۷۔ [illegible] — [illegible]

ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار روپے کے [illegible] انعامات

۱۔ جہان افکار — ڈاکٹر سید سجاد حسین رضوی
۲۔ [illegible] — ڈاکٹر ناہید [illegible]
۳۔ [illegible] — ڈاکٹر [illegible]
۴۔ خواجہ [illegible] (حیات اور ادبی خدمات) — ڈاکٹر [illegible]
۵۔ [illegible] — ڈاکٹر [illegible]
۶۔ [illegible] — تسنیم فاروقی
۷۔ [illegible] — شہاب اشرف
۸۔ [illegible] — [illegible]
۹۔ [illegible] — [illegible]

ہماری مطبوعات

پر کٹی تتلی (ناول)	ہنس راج رہبر	قیمت	۳۸ روپے
یادوں کے کھنڈر (ناول)	نند کشور وکرم	قیمت	۳۰/۔ روپے
پدمنی (مثنوی)	شررؔ فتحپوری	قیمت	۱۲/۔ روپے
جلوۂ صد رنگ (مثنوی)	عبدالمجید شمس	قیمت	۱۲/۔ روپے
کینوس کا صحرا (افسانوں کا مجموعہ)	دیویندر اسر	قیمت	۳۶/۔ روپے
شعلۂ احساس (شعری مجموعہ)	کرشن مراری	قیمت	۲۴/۔ روپے
نئی دنیا نیا آدم (مثنویاں)	شررؔ فتحپوری	قیمت	۲۲/۔ روپے
فردا (شعری مجموعہ)	شررؔ فتحپوری	قیمت	۲۴/۔ روپے
حرف حرف (شاعری)	شررؔ فتحپوری	قیمت	۲۲/۔ روپے
منتخب افسانے ۸۲ء۱۹	نند کشور وکرم	قیمت	۳۰/۔ روپے
اردو ۱۹۸۳ء	نند کشور وکرم	قیمت	۸۰/۔ روپے
منتخب افسانے ۸۵-۱۹۸۴	نند کشور وکرم	قیمت	۴۰/۔ روپے
مستقبل کے روبرو	دیویندر اسر	قیمت	۳۰/۔ روپے
منتخب افسانے	نند کشور وکرم	قیمت	۴۰/۔ روپے
عالمی اردو ادب ۱۹۸۶	نند کشور وکرم	قیمت	۸۰/۔ روپے
عالمی اردو ادب ۸۸-۱۹۸۷	نند کشور وکرم	قیمت	۸۰/۔ روپے
خوشبو بن کے لوٹیں گے (ناول)	دیویندر اسر	قیمت	۳۰/۔ روپے
ایک ہی رنگ لہو کا (شاعری)	شررؔ فتحپوری	قیمت	۱۸/۔ روپے
کہاں کی رباعی کہاں کی غزل (شاعری)	شررؔ فتحپوری	قیمت	۲۲/۔ روپے
گیانی ذیل سنگھ (سوانح)	سریندر سنگھ جوہر/مترجم نند کشور وکرم	قیمت	۸۰/۔ روپے

پبلشرز اینڈ ایڈورٹائزرز ۲ بی کرشن نگر دہلی ۵۱

۱۱۔ شعرِ جدید — عمر قریشی
۱۲۔ غزل سے غزل — [illegible]
۱۳۔ [illegible] — [illegible]
۱۴۔ نوکِ طلب — مدثر جاوید فی
۱۵۔ حرف و معنی — شہاب الدین ثاقب
۱۶۔ عکسِ غالب — مسلم انصاری
۱۷۔ تشکیلِ چمن — حسین لکھنوی
۱۸۔ دھڑکنوں کا سفر — محمد علی شفیع الحکیم
۱۹۔ سالِ سرخوشی — [illegible]
۲۰۔ صدف سمندر — شمیم رسول
۲۱۔ آفتاب و سازم — سید حسام محی الدین
۲۲۔ سنہرا کمپیوٹر — صورت الدین نیر
۲۳۔ ساحل سیپ سمندر — سید دستگیر
۲۴۔ آہٹ — علیم مسیح الزماں
۲۵۔ بیت الکلثوم کی خدمات — وسیم احمد اعظمی
۲۶۔ [illegible] — شاہد ماہلی
۲۷۔ [illegible] — دیوینیہ ماسٹر
۲۸۔ صاحبِ نظراں — غلام رضوی گردش
۲۹۔ نئی لغور — یوسف ناظم
۳۰۔ خبر نگاری — [illegible]

ایک ایک ہزار روپے کے ۱۵۰ انعامات

۱۔ مولوی اسمٰعیل میرٹھی شخصیت اور فن — سید مظفر حسین برنی
۲۔ [illegible] — ڈاکٹر محمد تقی علی
۳۔ ادبی شعور — [illegible]
۴۔ [illegible] — ڈاکٹر حسن [illegible]
۵۔ [illegible] — ڈاکٹر [illegible]
۶۔ [illegible] — [illegible]
۷۔ لفظوں کا درد — اردو بکسٹ
۸۔ [illegible] — ڈاکٹر [illegible]
۹۔ [illegible] — ڈاکٹر [illegible]
۱۰۔ [illegible] — [illegible]
۱۱۔ تحقیقی مباحث — [illegible]
۱۲۔ معیارِ سخن — [illegible]
۱۳۔ [illegible] — اسلم پرویز [illegible]
۱۴۔ [illegible] — اقبال مہارتی

۱۵۔ فلسفۂ دل — جوہر رحمانی
۱۶۔ گلشنِ تخیل — [illegible]
۱۷۔ میری غزلیں نظمیں — جعفر صبح آبادی
۱۸۔ کاکاکی — رشید [illegible]
۱۹۔ [illegible] — [illegible]
۲۰۔ جواب — شمیم شہزاد
۲۱۔ [illegible] — قربان انصاری
۲۲۔ [illegible] — [illegible]
۲۳۔ [illegible] — نشتر [illegible]
۲۴۔ صفر — ثروت [illegible]
۲۵۔ بکھرے پھول — مرتضیٰ فہیم
۲۶۔ سبزہ گل — [illegible]
۲۷۔ کلیاتِ جوہر — جوہر دیوبندی (بعد پر کاش)
۲۸۔ آگہی کے لمس — ڈاکٹر مبارک انصاری
۲۹۔ غبار — صالح ندیم
۳۰۔ حادثے — [illegible]
۳۱۔ برگِ آفتاب — جلیس نجیب آبادی
۳۲۔ شہر احساس — نسیم سامانی
۳۳۔ نشاطِ درد — [illegible]
۳۴۔ قصہ پر سخن — سعید قریشی [illegible]
۳۵۔ کہکشاں کہکشاں — [illegible]
۳۶۔ دستِ نرگس — محمد [illegible] خان
۳۷۔ [illegible] — سید محمد [illegible]
۳۸۔ اظہارِ کمال — کمال [illegible]
۳۹۔ [illegible] — [illegible]
۴۰۔ [illegible] — روشن [illegible]
۴۱۔ [illegible] — [illegible]
۴۲۔ پھول سا غزل [illegible] — شبنم [illegible]
۴۳۔ [illegible] — [illegible]
۴۴۔ [illegible] — سید حیات [illegible]
۴۵۔ [illegible] — [illegible]
۴۶۔ آخری [illegible] — [illegible]
۴۷۔ [illegible] — [illegible]
۴۸۔ [illegible] — [illegible]
۴۹۔ [illegible] — [illegible]

۵۳۔ طبیات (رسائل و سیپ)	[illegible]	
۵۴۔ اصول نسخہ نویسی	محمد آفتاب احمد	
۵۵۔ مساعدہ موالید الثلاثہ	سید علی مہدی جعفری	
۵۶۔ کتاب الکحالہ	ڈاکٹر حکیم مرزا محمد امین	
۵۷۔ امید کی کرن	شکیل زیدی	
۵۸۔ تنہیوں کے گیت	عبد المتین نیاز	
۵۹۔ گل بال	شفیع فرحت	

۶۰۔ اردو افلاک کی [illegible] راستہ

محمد نعیم [illegible]

۶۱۔ کمپیوٹر کے اصول [illegible] اور [illegible]

مع [illegible]	سید محمد [illegible]
۶۲۔ شگوفہ [illegible]	تاباں [illegible]

ناشرین کو انعامات

۱۔ نسیم بک ڈپو	(لکھنؤ)	دو ہزار روپے
۲۔ مکتبہ دین و ادب	(لکھنؤ)	ایک ہزار روپے
۳۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ	(دہلی)	ایک ہزار روپے
۴۔ انجمن [illegible]	(بجنور)	پانچ سو روپے
۵۔ مرزا محمد یوسف	(لکھنؤ)	پانچ سو روپے

کیلیگرافی ٹائپ

۱۔ [illegible]	(لکھنؤ)	ڈیڑھ ہزار روپے

صاحب المطابع

۱۔ محمد شعیب	(گورکھپور)	[illegible]
۲۔ [illegible]	(گورکھپور)	پانچ سو روپے
۳۔ [illegible]	(لکھنؤ)	پانچ سو روپے

اردو اکیڈمی دہلی

[illegible]

[illegible] ڈاکٹر [illegible] (ناول) ڈاکٹر [illegible] ہزار اور [illegible] (اردو ناول) [illegible] (دوست) ڈاکٹر [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] سو [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

برائے سال ۱۹۸۸ء

غالب کمیٹی کو [illegible] [illegible] صاحب (اردو شعر) [illegible] صاحب (اردو شاعر) سردار جنگ بہادر صاحب (اردو صحافت) [illegible] بیگم۔

(بہترین استاد، اردو میڈیم اسکول)

دہلی کے مصنفین اور ناشرین کو انعامات :۔

جناب [illegible] (مترجم) جناب [illegible]

بات ہے) ۔/۴۰۰۰ روپے

جناب [illegible] جناب [illegible]

(تنویر رسالت)

جناب [illegible] (خوشبو بن کے [illegible])	۔/۴۰۰۰
ڈاکٹر [illegible] (زندگی کی طرف)	۔/۴۰۰۰
جناب [illegible] فاروقی (شہید جستجو)	۔/۴۰۰۰
ڈاکٹر [illegible] (اردو نثر کا ارتقاء)	
جناب [illegible] (انڈین نیشنل کانگریس کی تاریخ)	
[illegible] (دیکھے پھول کچھ پتھر)	
جناب ڈاکٹر [illegible] (مولانا آزاد کی کہانی)	
جناب غلام حیدر (ہماری کہانی)	۔/۴۰۰۰

منشی نول کشور [illegible] بہترین ناشر

۱۔ [illegible] پبلیکیشنز	۔/۴۰۰۰
۲۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس	۔/۴۰۰۰
۳۔ مکتبہ [illegible] تعلیم	۔/۴۰۰۰

غالب ایوارڈ

[illegible] غالب [illegible] غالب [illegible] [illegible] [illegible] گیا ہے

[illegible]

[illegible]

کر دیا گیا ہے۔

مغربی بنگال اردو اکاڈمی

۱۹۸۷ء کی مطبوعہ اردو کتابوں پر انعامات

(الف) [illegible]

دو سو روپے

- (۱) [illegible] — سید نسیم چشتی — ۲۰۰/-
- (۲) [illegible] — ڈاکٹر [illegible] — ۱۲۵/-
- (۳) [illegible] — ڈاکٹر [illegible] — ۱۲۵/-
- (۴) [illegible] — سید [illegible] — ۲۰۰/-
- (۵) [illegible] — [illegible] — ۲۰۰/-
- (۶) [illegible] — ڈاکٹر [illegible] — ۲۰۰/-
- (۷) [illegible] — [illegible] — ۱۵۰/-
- (۸) [illegible] — [illegible] — ۱۵۰/-
- (۹) [illegible] — [illegible] — ۱۵۰/-
- (۱۰) [illegible] — [illegible] — ۱۵۰/-
- (۱۱) [illegible] — ۱۵۰/-
- (۱۲) [illegible] — ۱۰۰/-
- (۱۳) [illegible] — [illegible] — ۱۰۰/-
- (۱۴) [illegible] — [illegible] — ۵۰/-
- (۱۵) [illegible] — [illegible] — ۵۰/-
- (۱۶) [illegible] — [illegible] — ۵۰/-
- (۱۷) [illegible] — [illegible] — ۵۰/-
- (۱۸) [illegible] — [illegible] — ۵۰/-
- (۱۹) [illegible] — [illegible] — ۵۰/-
- (۲۰) [illegible] — [illegible] — ۵۰/-
- (۲۱) [illegible] — [illegible] — ۵۰/-
- (۲۲) [illegible] — [illegible] — ۵۰/-
- (۲۳) [illegible] — [illegible] — ۵۰/-
- (۲۴) [illegible] — [illegible] — ۵۰/-
- (۲۵) [illegible] — [illegible] — ۵۰/-
- (۲۶) [illegible] — [illegible] — ۵۰/-
- (۲۷) [illegible] — [illegible] — ۵۰/-
- (۲۸) [illegible] — [illegible] — ۵۰/-
- (۱۶) انسانی جسم — محمد عبدالرحیم — ۵۰/-
- (۱۷) [illegible] — [illegible] — ۵۰/-
- (۱۸) سرمایۂ حیات — شبیر حسن [illegible] — ۵۰/-
- (۱۹) [illegible] — شیخ [illegible] — ۵۰/-
- (۲۰) [illegible] — [illegible] — ۵۰/-

۲۔ مغربی بنگال ۱۹۸۷ء کی مطبوعہ اردو کتابوں پر انعامات۔

- (۱) [illegible] — ڈاکٹر [illegible] — ۲۵۰/-
- (۲) [illegible] — [illegible] — ۲۰۰/-
- (۱) [illegible] — [illegible] — ۲۰۰/-

۳۔ ناشرین کو انعامات

- (الف) [illegible] پبلشنگ ہاؤس [illegible] — ۲۰۰/-
- (ب) مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر، نئی دہلی — ۲۰۰/-
- (ج) مکتبہ پیام تعلیم جامعہ نگر، نئی دہلی — ۵۰/-
- (د) [illegible] پبلیکیشنز [illegible] — ۵۰/-

۴۔ اچھی طباعت پر انعامات

- (الف) [illegible] پبلیکیشنز [illegible] کو [illegible] — ۵۰/-
- (ب) [illegible] — ۵۰/-

بہار اسٹیٹ اردو اکادمی

بہار اسٹیٹ اردو اکادمی کی جانب سے [illegible] ۱۹۸۹ء

[illegible]

یوں گیا۔

شاعری

اول انعام ۔ وقت ہے تو

شہر یار جعفری (بمبئی) -/٢٠٠

دوم انعام ۔ [illegible] (مالیگاؤں) -/٢٠٠

سوم انعام ۔ [illegible] ۔ احسن [illegible]

[illegible] -/٢٠٠

افسانوی ادب

اول انعام ۔ [illegible] ۔ سلام بن رزاق (بمبئی) -/٢٠٠

دوم انعام ۔ [illegible] -/٢٠٠

بچوں کا ادب

اول انعام کسی کو نہیں

دوم انعام ۔ جنگل کی دولت، کوثر نجیب (ناسک) -/٢٠٠

علم الہیات

اول انعام ۔ کسی کو نہیں۔

دوم انعام ۔ [illegible] ۔ محمد حنیف علی

(مالیگاؤں) -/٢٠٠

سوم انعام ۔ [illegible] ۔ ڈاکٹر مرزا انور بیگ (ناسک) -/٢٠٠

سوم انعام ۔ [illegible] ۔ محمد ضیاء الحق خان ۔

(ممبئی) -/٢٠٠

تنقید ی / علمی

اول انعام ۔ اردو پر مراٹھی کے لسانی اثرات

عصمت جاوید (اورنگ آباد) -/٢٠٠

دوم انعام ۔ ڈاکٹر [illegible] حیات (شخصیت و کارنامے) -/٢٠٠

محبوب راہی (اکولہ)

سوم انعام ۔ [illegible] ، ڈاکٹر [illegible] ساجد

(کامٹی) -/٢٠٠

اردو صحافت

(١) [illegible] (بشیر بمبئی) -/٢٠٠

(٢) [illegible] -/٢٠٠

خوش نویسی

شمس بنیادی (امرائو تی) -/٢٠٠

نخشب عالم (انقلاب) -/٢٠٠

یوسف انصاری (ناگپور) -/٢٠٠

طغریٰ نگاری

(١) سعید انصاری (انقلاب) -/٢٠٠

(٢) عتیق انصاری (بمبئی) -/٢٠٠

مالی اعانت

(١) احسن یوسف زئی (مرحوم) بیڑ -/٢٠٠

(٢) [illegible] (ملکاپور) -/٢٠٠

اردو صرا ٹھی ادبی خدمات

م ع ستار [illegible] -/٢٠٠

١٩٨٨ء کی مطبوعہ اردو کتابوں پر انعامات

شاعری دوسرا انعام [illegible] -/٢٠٠

دوسرا انعام [illegible] -/٢٠٠

افسانہ

پہلا انعام [illegible] -/٥

دوسرا انعام [illegible] -/٢٠٠

تحقیق و تنقید

پہلا انعام ڈاکٹر یونس اگاسکر

اردو کہاوتیں اور ان کے سماجی و لسانی پہلو -/٥٠٠

دوسرا انعام ۔ پریم چند کے [illegible] -/٢٠٠

بچوں کا ادب

دوسرا انعام ۔ اردو بچوں کی کہانیاں
ڈاکٹر سید شمیم عابدی -/٢٠٠

دوسرا انعام پھول [illegible] ۔ بشیر احمد انصاری -/٢٠٠

طب، تاریخ، سفرنامہ و دیگر:۔

پہلا انعام [illegible] ڈاکٹر مرزا انور بیگ -/٥٠٠

پہلا انعام ۔ [illegible] شبیر حکیم -/٥٠٠

دوسرا انعام سوانح حیات [illegible] -/٢٠٠

دوسرا انعام ۔ چار کہانی ایک شہر وحید [illegible] -/٢٠٠

صحافت:۔

[illegible] ۔ انقلاب بمبئی -/٢٠٠

[illegible] ۔ [illegible] -/٢٠٠

کتابت:-

م۔ محمد اقبال ۔۔۔ اورنگ آباد۔ ۳۰۰/-

عبدالحی ۔۔۔ انقلاب ۔۔۔ ۳۰۰/-

تصحیحی خدمات:-

عبدالحق ۔۔۔ چھپرہ ۲۰۰/-

عبدالطیف ۔۔۔ ۲۰۰/-

[illegible]



مولانا ابوالکلام آزاد کی ایک نایاب تصویر

(تصویر بشکریہ [illegible])

Regd. No. 45755/85
Registered with the Registrar of Newspapers in India

Phone 2247618

Alami Urdu Adab

(The only Reference Annual in Urdu)

اُردو کا واحد حوالہ جاتی مجلّہ

عالمی اردو ادب

Price Rs. 80/-

Place of Printing Sanjeev Offset Printers, Delhi.

Statement about ownership and other particulars about

FORM IV

(As required by Rule 8 of Press Registrar's Act)

Place of Publication	Delhi
Periodicity of Publication	Annual
Printer's Name	Nand Kishore Vikram
Nationality	Indian
Address	J-6 Krishan Nagar, Delhi - 110051.
Publisher's Name	Nand Kishore Vikram
Nationality	Indian
Address	J-6 Krishan Nagar, Delhi - 110051.
Editor's Name	Nand Kishore Vikram
Nationality	Indian
Address	J-6 Krishan Nagar Delhi - 110051.
Owner's Name	Nand Kishore Vikram
Address	J-6 Krishan Nagar Delhi - 110051.

I, Nand Kishore Vikram hereby declare that the particulars given above are true to the best of my knowledge and belief.

Nand Kishore Vikram
Publisher.

بابت فارم ۴
رجسٹریشن آف نیوز پیپر ایکٹ کے مطابق
بیان بابت ملکیت وغیرہ تفصیلات

۱۔ سالنامہ عالمی اردو ادب
۲۔ مقام اشاعت جے ۶ کرشن نگر دہلی ۱۱۰۰۵۱
۳۔ وقفۂ اشاعت سالانہ
۴-۵-۶۔ پرنٹر پبلشر ایڈیٹر نند کشور وکرم
۷۔ قومیت: ہندوستانی
۸۔ پتہ: جے ۶ کرشن نگر دہلی ۱۱۰۰۵۱

میں نند کشور وکرم اقرار کرتا ہوں کہ مندرجہ اندراجات درست اور صحیح ہیں

نند کشور وکرم

طابع و ناشر نند کشور وکرم نے سنجیو آفسیٹ پرنٹرز سے چھپوا کر جے ۶ کرشن نگر دہلی ۱۱۰۰۵۱ سے شائع کیا